مکتوبات شبلی

(اضافہ شدہ)

علامہ شبلیؒ کے ان خطوط کا مجموعہ جو مکاتیب شبلی اور خطوط شبلی
میں شامل نہیں اور جو بعد میں دریافت ہوئے۔

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

مکتوبات شبلی

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوباتِ شبلی

(اضافہ شدہ)

علامہ شبلیؒ کے ان خطوط کا مجموعہ جو مکاتیب شبلی اور خطوط شبلی
میں شامل نہیں اور جو بعد میں دریافت ہوئے۔

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

سلسلہ مطبوعات دارالمصنّفین نمبر:۲۵۶

- نام کتاب : مکتوبات شبلی
- مرتب : ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
- ناشر : دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ
- سنہ طباعت : نومبر ۲۰۲۱ء
- صفحات : ۳۸۴
- قیمت : Rs : 400/-
- باہتمام : ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی

ISBN : 978-81-952765-8-5

MAKTUBAT-E-SHIBLI
edited by Dr.Mohammad Ilyas Azmi

Darul Musannefin Shibli Academy
Post Box No: 19,Shibli Road Azamgarh 276001
e-mail: shibli_academy@rediffmail.com
www.shibliacademy.org   www.shiblibooks.com

ترتیب

اشاریہ

•••

پیش لفظ

خطوط غالب کے بعد اگر کسی ادیب وشاعر کے خطوط نے اپنی اہمیت کا احساس دلایا ہے تو وہ علامہ شبلی کے خطوط ہیں، جو ایک طرف اپنی طرز ادا کی جدت اور سادگی و پرکاری سے متاثر کرتے ہیں تو دوسری طرف وہ علامہ شبلی کی بلند علمی وادبی شخصیت اور ان کی دردمندی ودلسوزی کی سچی تصویر پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح ان خطوط میں وہ خانگی معاملات کے ساتھ ساتھ قومی و عالمی سیاست میں بھی دلچسپی لیتے نظر آتے ہیں۔

ملی دردمندی، عظمت رفتہ کی بازیابی، اسلام کی سربلندی اور مایوس وشکست خوردہ قوم کے دل میں زندگی کی روح پھونکنے کا جذبہ ان کی شریانوں میں خون بن کر دوڑ رہا تھا۔ وہ اپنی قوم کی تمام بیماریوں کا مداوا تعلیم ہی میں مضمر سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی اسی مشن کی تکمیل کے لئے وقف کر دی تھی۔ علی گڑھ تحریک، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ندوہ سے وابستگی، شبلی اسکول اور دارالمصنّفین اعظم گڑھ کے قیام اور قوم کے نونہالوں کی ذہنی تشکیل اور افراد سازی کے پس پشت یہی جذبہ کارفرما تھا۔ غرضیکہ یہ خطوط ایک ایسے شخص کی صحیح اور سچی تصویر پیش کرتے ہیں جو اپنی قوم کے لوگوں کو موجودہ عہد کے تقاضوں کا احساس دلانے کے ساتھ ساتھ انہیں ان کے ماضی سے جوڑنے اور اس کے روشن ماضی پر فخر کا احساس دلانا چاہتا تھا۔

مکاتیب شبلی کی اسی اہمیت کے پیش نظر علامہ شبلی کی زندگی میں ان خطوط کو کتابی شکل دینے کی کوشش شروع ہوگئی تھی لیکن یہ خطوط ان کے انتقال کے بعد اس وقت کتابی شکل میں منظر عام پر آئے جب ان کے عزیز شاگرد علامہ سید سلیمان ندوی نے ان خطوط کو دو جلدوں میں دارالمصنّفین

سے شائع کیا۔ ان مکاتیب نے بے حد مقبولیت پائی اور انہیں کی بنیاد پر علامہ شبلی کا شمار مکتوباتی ادب کے بنیادگذاروں میں ہوا۔ بلاشبہ ''مکاتیب شبلی'' میں تنوع اور طرفگی کے ساتھ علم اور معلومات کا وافر ذخیرہ ہے۔

ایک صدی قبل مکاتیب شبلی کی اشاعت کے بعد سے خطوط شبلی کی دریافتوں کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ ادھر اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ علامہ شبلی کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ نو دریافت خطوط کا مجموعہ پوری تحقیق کے ساتھ مرتب کر کے شائع کیا جائے۔ جس سے علامہ شبلی کی شخصیت اور فکر وفن کے وہ تمام گوشے روشن اور واضح ہو کر ہماری نگاہوں کے سامنے آجائیں جو ان کے خطوط میں ہیں اور یہ حقیقت اور اچھی طرح واضح ہو جائے کہ علامہ شبلی کے خطوط کو قومی اعمالنامہ کا درجہ کیوں حاصل ہے۔؟ اس اہم کام کو وہی شخص بہتر طور پر انجام دے سکتا تھا جس نے علامہ شبلی کی شخصیت اور ان کے کارناموں کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہو۔ ظاہر ہے اس علمی فریضہ کی تکمیل کے لئے ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی سے زیادہ موزوں اور کون ہوسکتا تھا، جنہوں نے اپنی پوری زندگی مطالعہ شبلی میں گذاری ہے۔ اور شبلی شناسی کی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے وقف کر دی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ڈاکٹر الیاس الاعظمی صاحب نے ''مکتوبات شبلی'' کو مرتب کیا ہے۔ انہوں نے علامہ شبلی کے بکھرے ہوئے خطوط کو بڑی محنت اور شوق سے یکجا کیا ہے۔ قیمتی حواشی لکھے ہیں۔ بعض خطوط کی تاریخوں کے تعین میں جس طرح داد تحقیق دی ہے، وہ بس انہیں کا حصہ ہے۔ اسی طرح خطوط میں مذکور مختلف شخصیات اور کتابوں سے متعلق جس طرح معلومات فراہم کی ہیں اس سے ان کے تحقیقی ذوق اور وسعت مطالعہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں تعلیقات وحواشی سے مکتوبات شبلی کی تفہیم کی راہیں ہموار کی ہیں اور ان تمام امور کا بہت کچھ خیال رکھا ہے جن سے مکاتیب شبلی کا مطالعہ مفید ثابت ہو۔

امید ہے کہ علمی حلقوں میں اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی

مورخہ ۶ رستمبر ۲۰۲۱ء

دیباچہ

اردو کے مکتوباتی ادب میں جن ارباب فضل وکمال کے مکاتیب شاہ کار کا درجہ رکھتے ہیں ان میں ایک اہم نام علامہ شبلی نعمانی [۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] کا بھی ہے، بلکہ بعض حیثیتوں سے اس میدان میں ان کا کوئی حریف یا مدمقابل نہیں۔اسی انفرادیت کی بناپر اہل نظر نے ان کے مکتوبات کو قومی اعمال نامہ قرار دیا ہے۔

نقادوں نے اپنے ذوق ومزاج اور اصول وآئین کے پیمانے پر مکاتیب شبلی کو جانچا، پرکھا اور نتائج اخذ کئے۔ مکاتیب شبلی کے دو پہلو ایسے ہیں جن کا علی العموم ذکر کیا جاتا ہے۔ایک علامہ شبلی کی ادبیت، انشاپردازی، ان کی نثر کی سادگی وپرکاری اور شگفتگی ولالہ کاری ہے۔مکاتیب شبلی کا یہ ایک ایسا خوب صورت پہلو ہے جو مکاتیب شبلی کو بہترین ادب کا درجہ عطا کرتا ہے۔اس کا اعتراف علی العموم کیا جاتا ہے۔

مکاتیب شبلی کی دوسری بڑی خوبی اس کا علم وتحقیق سے عبارت ہونا ہے۔اس میں مختلف علوم وفنون، کتاب اوران مصنّفین ومولفین کے علاوہ متنوع علمی وادبی نکات اور جہات کا ذکر ہے۔ معلومات کے لحاظ سے تو مکاتیب شبلی بلاشبہ انفرادیت کے حامل ہیں۔

یہی سبب ہے کہ علامہ شبلی کے مکاتیب سے ان کے عہد ہی میں دلچسپی لی گئی۔ چنانچہ مکاتیب شبلی کی جمع وتدوین کا کام علامہ کے ماموں زاد بھائی شیخ رشیدالدین انصاری نے شروع کرنا چاہا تو علامہ شبلی نے روکا اور کہا کہ میرے خطوط بدمزہ ہوتے ہیں،انہیں کیا جمع کرتے ہو۔ مجھے خود مزہ نہیں آتا تو اوروں کو کیا آئے گا۔ ان کے بعد جانشین شبلی مولانا سید سلیمان ندوی

[۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] نے مکاتیب شبلی کی تدوین کا آغام کیا، مگر اس وقت یہ کام بوجوہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ البتہ علامہ شبلی کی وفات [۱۸/نومبر ۱۹۱۴ء] کے بعد جب دارالمصنّفین میں ماہنامہ معارف اور کتابوں کی طبع واشاعت کا انتظام ہوا تو اولاً مولانا سید سلیمان ندوی نے مکاتیب شبلی کو دو حصوں میں شائع کیا۔ پہلی جلد ۱۹۱۶ء میں لکھنو سے اور دوسری جلد ۱۹۱۸ء میں معارف پریس اعظم گڑھ سے شائع کی۔ ان دونوں جلدوں میں علامہ شبلی کے ۷۷۹/خطوط شامل ہیں۔

''مکاتیب شبلی'' کی اشاعت کے ۹/سال بعد منشی محمد امین زبیری [۱۸۷۰-۱۹۵۸ء] نے عطیہ بیگم فیضی [۱۸۷۷-۱۹۶۷ء] اور زہرا فیضی [۱۸۶۶-۱۹۴۰ء] کے نام کے ۱۰۲ خطوط کا ایک مجموعہ ''خطوط شبلی'' شائع کیا۔ جس کا ناز یبا مقدمہ بابائے اردو مولوی عبدالحق کے قلم سے ہے۔ ''خطوط شبلی'' میں ۵۵/خطوط عطیہ بیگم فیضی اور ۴۷/خطوط ان کی بڑی بہن زہرا فیضی کے نام ہیں۔ یہ مجموعہ ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔ اس طرح ۱۹۲۶ء تک علامہ شبلی کے ۸۸۱/خطوط کتابی صورت میں مدون ہوکر شائع ہوئے۔

کتابی صورت میں ان مکاتیب شبلی کی اشاعت کے ساتھ رسائل و جرائد میں نو دریافت خطوط کی اشاعت کا ایک سلسلہ بھی قائم ہوا۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، نقوش لاہور، ندیم گیا، سب رس حیدرآباد، اورینٹل کالج میگزین لاہور اور العلم کراچی وغیرہ میں علامہ شبلی کے متعدد غیر مطبوعہ خطوط شائع ہوئے۔ کئی اہل قلم نے اپنی کتابوں اور مضامین و مقالات میں بھی مکاتیب شبلی شامل کئے۔

علامہ شبلی کے ایک دوست مولوی احسن اللہ خاں ثاقب [۱۸۵۳ - ۱۹۳۵ء] نے اپنی کتاب ''گوہرین نامہ'' میں چند خطوط شائع کئے۔ اسی طرح علامہ شبلی کے ایک دوسرے بڑے بے تکلف دوست شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی [۱۸۷۶ - ۱۹۵۵ء] نے ''نامی مسلمانوں'' کے خطوط کا مجموعہ ''اتالیق خطوط نویسی'' شائع کیا تو اس میں علامہ شبلی کے ۱۸/خطوط شامل کئے۔ یہ مجموعہ ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا تھا جو اب دستیاب نہیں ہے۔

علامہ شبلی کی ذات گرامی سے مولانا عبدالماجد دریابادیؒ [۱۸۹۲-۱۹۷۷ء] کو جو عقیدت

تھی اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں۔انہوں نے اپنی کتاب ''خطوط مشاہیر'' شائع کی تو اس میں ''مکاتیب شبلی'' میں شامل ۲۱رخطوط کے علاوہ کئی اور خطوط شامل کئے۔اس میں ایک خط اپنے والد ڈپٹی کلکٹر مولوی عبدالقادر کے نام،ایک کیننگ کالج کے پرنسپل کے نام اور تیسرا خط اپنے ہم زلف ڈاکٹر محمد سلیم کے نام شامل کئے۔جن سے خانوادۂ ماجدی سے علامہ شبلی کے محبت آمیز تعلقات کی ایک تصویر ابھر کر آتی ہے۔

۱۹۶۴ء میں مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے اسسٹنٹ لائبریرین مشتاق حسین نے ''باقیات شبلی'' شائع کی،جس میں رسائل وجراید سے متعدد نایاب خطوط یکجا کئے گئے ہیں۔اسی طرح ۱۹۸۸ء میں سید محمد حسنین[۱۹۲۰-۱۹۰۰ء] نے خطوط شبلی بنام آزاد مرتب کی، جسے بہار اردو اکیڈمی پٹنہ نے شایع کیا۔اس میں انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کے نام مکاتیب شبلی میں شامل خطوط کے علاوہ ۱۷رخطوط کا اضافہ کیا اور ان خطوط کے عکس بھی شامل کتاب کئے۔غرض علامہ شبلی کے سیکڑوں خطوط کتب ورسائل میں جمع ہوگئے۔راقم نے ان خطوط کی کتابی صورت میں تدوین و اشاعت کا عزم کیا تو ان متفرق اور غیر مدون خطوط کے علاوہ متعدد غیر مطبوعہ مکاتیب شبلی بھی قدر دانان شبلی نے راقم کو فراہم کئے۔

وفات شبلی کے ایک صدی بعد غیر مطبوعہ خطوط کی فراہمی کے لئے میں جناب نواب رحمت اللہ خاں شروانی مرحوم کے لئے خاص طور پر دعا گو ہوں،اللہ تعالی ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ میری فرمائش پر انہوں نے فوری طور پر خطوط کے عکس فراہم کرائے۔اس فراہمی میں میرے عزیز دوست ڈاکٹر جمشید احمد ندوی نے بھی تعاون کیا۔اللہ تعالی انہیں ترقیات سے نواز دے۔

برادر مکرم ڈاکٹر عطا خورشید صاحب[اسسٹنٹ لائبریرین مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ] میرے بہت ہی مخلص دوست ہیں۔مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی[۱۸۶۷-۱۹۵۰ء] کے نام علامہ شبلی کا ایک غیر مطبوعہ خط مولانا آزاد لائبریری کی کسی کتاب میں ملا تو انہوں نے مجھے نہ صرف مطلع کیا بلکہ اس کا عکس بھی بھیجا۔اسی طرح جناب محمد عرفان جون پوری صاحب نے مولوی حکیم قیام الدین بخت جون پوری کے نام ۳رغیر مطبوعہ خطوط کے عکس فراہم کئے۔

مولانا مفتی شیر علی صاحب سابق پرنسپل ندوہ کے چند خطوط مجلّہ الموسی حیدرآباد میں شائع ہوئے تھے۔ جو مکاتیب شبلی میں ایک قیمتی اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ کا سب سے بڑا خزانہ خلف شبلی حامد حسن نعمانی [۱۸۸۰-۱۹۴۲ء] کے داماد کیپٹن سہیل سلطان مرحوم نے عنایت کیا۔ انہوں نے حامد حسن نعمانی اور برادر شبلی محمد اسحاق وکیل [م: ۵/اگست ۱۹۱۴ء] کے نام علامہ شبلی کے ۳۶/غیر مطبوعہ مکاتیب عنایت کئے۔ گوان مکاتیب پر ایک صدی کا عرصہ گذر جانے کی وجہ سے بوسیدگی اور قرات وغیرہ کے دوسرے مسائل پیدا ہو گئے تھے، مگر راقم نے ان پر بہت قابو پالیا اور یہ تمام خطوط تعلیقات وحواشی کے ساتھ ماہنامہ معارف [اگست ۲۰۱۹ء] میں شائع ہوئے۔ اور اب انہیں ''مکتوبات شبلی'' میں شامل کیا جارہا ہے۔ اس سلسلہ کا ایک بے حد اہم خط ہمارے کرم فرما جناب محمد راشد شیخ نے کراچی سے عنایت کیا ہے۔ انہوں نے علامہ شبلی کا ایک غیر مطبوعہ خط جو مشہور شاعر امیر مینائی [۱۸۲۹-۱۹۰۰ء] کے نام ہے، ان کے پوتے محمد اسرائیل مینائی سے حاصل کیا اور ناچیز کو عنایت کیا۔ وہ اگر چہ ماہنامہ معارف اگست ۲۰۲۱ء کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔ تاہم اس کی اصل جگہ یہ کتاب ہے اور وہ اس میں شامل ہے۔ احباب بالخصوص بزرگ احباب کی ان نوازشوں کے لئے میں ان کا بے حد شکرگزار ہوں۔ مکاتیب شبلی کا یہ مجموعہ انہی نو دریافت اور غیر مدون خطوط کا مجموعہ ہے۔ اس میں علامہ شبلی کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کل ۱۳۷/خطوط شامل ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی نے خطوط کے علاوہ اخبارات ورسائل کے مدیروں کے نام علمی وادبی اور معلوماتی مراسلات لکھے، جو اپنے عہد میں خاصے اہم تھے۔ اوران کی حیثیت مضامین سے کم نہ تھی۔ ۲۰۱۶ء میں راقم نے ان کا ایک مجموعہ ''مراسلات شبلی'' کے نام سے مرتب کیا تھا، جسے دارالمصنّفین نے شبلی صدی کے موقع پر بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ اس میں ۲۶/مراسلات شامل ہیں۔ جس میں ۲۴/مراسلات نو دریافت ہیں۔ ان کی شمولیت سے مکاتیب شبلی کی مجموعی تعداد ۱۲۲۲/ہوگئی ہے۔

علامہ شبلی کے نو دریافت اور غیر مدون مکاتیب کئی لحاظ سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ مثلاً اس میں وہ خطوط بھی شامل ہیں جو مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے'' مکاتیب شبلی'' کی

اشاعت کے وقت مصلحتاً روک لئے تھے اور جنہیں بعد میں ان کے پوتے اور ممتاز اہل قلم پروفیسر ریاض الرحمٰن خاں شروانی [۱۹۲۴ - ۲۰۱۹ء] نے ماہنامہ معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۷۱ء میں شائع کرایا۔ لیکن انہوں نے بھی اپنے دادا مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی طرح متعدد خطوط بجا طور پر محفوظ کر لئے تھے۔ ان کی خواہش کے مطابق گذشتہ دنوں مولانا فیصل احمد بھٹکلی کی مرتبہ کتاب ''خطوط شبلی بنام شروانی'' منظر عام پر آئی تو اس میں انیس غیر مطبوعہ خطوط نکل آئے۔ خطوط شبلی بنام شروانی ایک سو ساٹھ [۱۶۰] خطوط کا مجموعہ ہے۔ علاوہ ازیں چار اور خطوط شبلی بنام شروانی رسائل سے ہاتھ آ گئے ہیں۔ ان نو دریافت خطوط میں اختلافات ندوہ کے حوالہ سے ندوہ اور متعلقین ندوہ کا ایک نیا منظر نامہ سامنے آتا ہے۔

مکتوبات شبلی کے مکتوب الیہم اپنی شخصیت اور اہمیت کے لحاظ سے مختلف الجہات ہیں۔ ان میں ادیب و انشاء پرداز بھی ہیں اور شاعر بھی۔ دیندار بھی ہیں اور دنیادار بھی۔ اہل علم و تحقیق بھی ہیں اور ان سے نابلد بھی۔ فیاض و سخی بھی ہیں اور ان کے برعکس بھی۔ فقیر منش درویش بھی ہیں اور اہل سیاست و حکومت بھی۔ ماہر تعلیم بھی ہیں اور ماہر فکر و فلسفہ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان مکاتیب کے مشمولات میں بڑی گوناگونی اور تنوع ہے۔ مجموعی طور سے علامہ شبلی کی شخصیت اور سوانح، ندوہ کی تاریخی جدوجہد اور علامہ شبلی کی متنوع خدمات کا ایک نیا اور جامع مرقع ان خطوط میں آ گیا ہے۔ ان سے بعض نئی معلومات بھی سامنے آتی ہیں۔ مثلاً علامہ شبلی نعمانی نے ندوہ کی تعمیر و ترقی کے لئے کیا کیا کیا اور کن کن مشکلات کا سامنا کیا۔ ماہنامہ الندوہ کن نامساعد حالات میں جاری رکھا اور اسے کیسے فیض بخش بنایا اور یہ بھی کہ ان کی کس طرح مخالفت کی گئی اور کن لوگوں نے مخالفت کی۔ اور انہیں ندوہ سے کس طرح مستعفی ہونے پر مجبور کیا گیا۔

اسی طرح ان کے اندرون خانہ حالات، دوسری بیوی، کم سن بیٹے اور دادا حسن علی کی تاریخ وفات کی تعیین بھی ان خطوط سے ہوتی ہے۔ بعض بچوں کی تاریخ پیدائش کا بھی علم ہوتا ہے۔ ان معمولی باتوں کے ساتھ علامہ شبلی کی سیرت و شخصیت اور فضل و کمال کے وہ تمام پہلو جو ان کی قومی و ملی زندگی کو اجاگر کرتے ہیں، ان خطوط سے زیادہ منقح اور زیادہ روشن ہو جاتے ہیں۔ بہر حال علامہ

کی شخصیت اور کارناموں کی تفہیم کے لئے''مکاتیب شبلی'' ہی کی طرح ''مکتوبات شبلی'' کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

مکتوبات شبلی سے مکاتیب شبلی میں شامل بعض مکتوب الیہ کی خط وکتابت کی تاریخیں اور تعلقات کی نوعیتیں بدل گئی ہیں۔مثلاً مکاتیب شبلی میں سرسید احمد خاں کے نام کے خطوط کی ابتدا علامہ شبلی کے علی گڑھ کے زمانہ قیام ۱۸۹۲ء سے ہوئی ہے، جبکہ نودریافت خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید احمد خاں سے ان کی خط وکتابت کا سلسلہ ان کے علی گڑھ جانے سے ۴رسال پہلے ۱۸۷۹ء میں قائم ہو چکا تھا۔

اسی طرح امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد [۱۸۸۸ - ۱۹۵۸ء] اور ادیب شہیر مولانا عبدالماجد دریابادی[۱۸۹۲-۱۹۷۷ء] کے تمام خطوط، مکاتیب شبلی میں شامل نہیں تھے، بعد میں ان میں اضافے ہوئے ۔جن سے ان کی بھی نوعیّتوں میں تبدیلی آئی ہے۔صاحبزادہ حامد حسن نعمانی کے نام علامہ شبلی کے جونودریافت خطوط اس میں شامل ہیں وہ گھریلو اور ذاتی اور تربیتی نوعیت کے زیادہ ہیں۔ان سے اندرون خانہ علامہ شبلی کی جوشبیہ ابھرتی ہے، وہ انتہائی صاف ستھری اور مطالعہ ومشاہدہ اور تحقیق وتصنیف میں سرگرداں اور ایک بلند پایہ محقق ومصنف کی تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے۔واقعہ یہ ہے کہ علامہ شبلی کی زندگی میں کوئی مسئلہ ذاتی تھا ہی نہیں۔وہ مدۃ العمر قوم و ملت کے لئے فکرمند اور سرگرم عمل رہے۔اور جو کچھ کیا انہیں کے لئے کیا۔اس کی ایک سرسری داستان مکتوبات شبلی کے ان اوراق سے بھی منظر عام پر آتی ہے۔

کتابوں کی تلاش وجستجو، تصنیف وتالیف، ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن ترقی اردو، سررشتہ علوم وفنون، ندوہ اور ماہنامہ الندوہ، تحریک وقف علی الاولاد اور سیرت نبویؐ کے متعدد قابل توجہ پہلوان خطوط سے سامنے آتے ہیں۔بحیثیت مجموعی مکاتیب شبلی کا یہ مجموعہ سوانح شبلی کے متنوع نئے گوشوں اور پہلوؤں کو پیش کرتا ہے اور حیات شبلی کے نئے مطالعہ وتحقیق کی تحریک پیدا کرتا ہے۔

مکتوبات کی ترتیب وتدوین کے دو معروف طریقے اہل قلم کے یہاں رائج ہیں۔ایک مکتوب الیہ کے لحاظ سے اور دوسرا تاریخی ترتیب سے۔یہی دونوں طریقے کسی شخصیت کے تمام

خطوط کی ترتیب وتدوین میں پیش نظر رکھے جاتے ہیں۔اور بلا شبہ یہ اصول اپنی افادیت کے لحاظ بڑے اہم ہیں۔مکتوبات شبلی کی ترتیب وتدوین میں ان دونوں اصولوں کو بروئے کار لانا مشکل تھا۔مکاتیب شبلی کی دونوں جلدیں اول الذکر طریقہ کے مطابق مولانا سید سلیمان ندوی نے مرتب کی ہیں۔دوسرے طریقہ پر یہ کام ہمارے ایک دوست برسوں سے انجام دے رہے ہیں،اس لئے پہلے طریقہ ہی کو مناسب خیال کیا گیا،تاہم اس میں ایک شخص کے نام کے تمام خطوط شامل نہیں ہیں بلکہ اس میں مکاتیب شبلی اور خطوط شبلی کے بعد کے دریافت ہونے والے خطوط شامل ہیں۔ان کا مطالعہ مکاتیب شبلی میں شامل ان کے دیگر مکاتیب کے ساتھ کرنا بہتر ہوگا۔

مکاتیب شبلی میں علامہ شبلی کے بیشتر مکتوب الیہ کے نام آگئے ہیں۔البتہ اس نئے مجموعہ مکتوبات شبلی میں چند نئے مکتوب الیہ اوران کے نام کے مکاتیب بھی شامل ہیں۔جن سے علامہ شبلی کے مکتوباتی ادب کے دائرہ میں وسعت پیدا ہوئی ہے۔

ناچیز نے جب اس کام کا آغاز کیا تو سب سے پہلے کتب ورسائل سے مطبوعہ خطوط یکجا کئے اور ان پر تعلیقات وحواشی لکھے۔جس سے سیرت وسوانح شبلی کے بعض نئے گوشے سامنے آئے۔مکتوب الیہ کے ساتھ جن شخصیات کا خطوط میں ذکر آیا ہے،ان کا مختصر تذکرہ اور علامہ شبلی سے ان کے تعلقات کی نوعیت بھی بیان کی گئی ہے۔شبلیات کے حوالہ سے اگر کوئی قابل ذکر واقعہ سامنے آیا تو اس کا ذکر بھی کردیا گیا ہے۔ان مباحث سے معلوم ہوا کہ علامہ شبلی کے دائرہ کار ہی کی طرح دائرہ تعلقات بھی بے حد وسیع تھا۔اور تعلقات کی نوعیت میں بھی بڑا تنوع تھا۔ان کے مخاطب کرنے کے طریقہ سے بھی یہ انفرادیت عیاں ہوکر سامنے آتی ہے۔

راقم نے خطوط کے متن کی تصحیح میں اپنی دانست میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔البتہ مطبوعہ خطوط میں اغلاط کے سوا جہاں شبہ ہوا کہ شاید اصل کے مطابق نہیں ہے،ان میں اپنے پیش رو ناقلین پر اعتماد کیا گیا ہے۔اس لئے کہ اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں تھا۔یہ خطوط جہاں سے نقل کئے گئے ہیں ان کا حوالہ خاص طور پر دیا گیا ہے اور جہاں جہاں شائع ہوئے ہیں ان کی بھی نشاندہی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔غیر مطبوعہ خطوط جن اشخاص نے فراہم کئے ان کا ذکر خاص طور

پر کیا گیا ہے۔ بہر کیف تصحیح متن اور حوالہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے، تاہم انسان خطا و نسیان کا مجموعہ ہے۔ تمام تر کوشش کے باوجود راقم یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ مجموعہ اغلاط سے بالکل پاک ہے۔

اس کی ترتیب مکتوب الیہ کے سنہ ولادت کے مطابق رکھی گئی ہے۔ مگر جس مکتوب الیہ کے سنہ ولادت نہیں ملے ان کا اندراج قیاس سے کیا گیا ہے۔ خطوط تاریخ وار درج کئے گئے ہیں۔ بعض خطوط میں تاریخ درج نہیں تھی، شواہد سے اس کی تعیین کی گئی ہے۔ لیکن ان کی صراحت خطوط کے اندر نہیں کی گئی ہے۔

کتاب میں دو طرح کے بریکٹ استعمال ہوئے ہیں۔ حاشیہ کے لئے یہ (•••) بریکٹ ہے، جبکہ دیگر امور کے لئے اس [•••] بریکٹ کا استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ بیشتر خطوط کی اصل دستیاب نہیں ہو سکی اور چھپے ہوئے خطوط پر اکتفا کرنا پڑا ہے۔ اس لئے علامہ شبلی نے جو رموز اوقاف استعمال کئے ہیں، صحیح طور پر ان کی نہ شناخت ہو سکی اور نہ اس کے مطابق خطوط کا اندراج ہو سکا ہے۔ البتہ غیر مطبوعہ خطوط میں اس کا کسی قدر اہتمام کیا گیا ہے کہ علامہ شبلی نے جن رموز و اوقاف کا استعمال کیا ہے، ان کا خیال رکھا جائے۔ یہاں اس بات کا ذکر شاید نامناسب نہ ہوگا کہ خود علامہ شبلی نے بھی رموز و اوقاف کا کچھ خاص خیال نہیں رکھا ہے۔ حالانکہ انہوں نے اس ابتدائی دور میں املا اور صحت الفاظ وغیرہ پر مضامین لکھ کر اہل قلم کو اس اہم پہلو کی طرف متوجہ کیا تھا۔ بہر حال راقم نے کوشش کی ہے کہ وہی رموز استعمال کئے جائیں، جنہیں علامہ شبلی نعمانی نے دیگر خطوط میں برتا ہے۔

مکتوبات شبلی طبع اول میں کئی خطوط دوسروں کے نام شامل ہو گئے تھے۔ اب تحقیق سے ان کے اندراجات کو درست کیا گیا ہے اور اس طرح کے خطوط خارج کر دئے گئے ہیں۔ مثلاً مولوی عبدالحق کے نام جو خط شامل تھا وہی خط ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے نام بھی شامل ہوا۔ یہ خط نقوش کے مکاتیب نمبر ۱۹۵۷ء سے نقل کیا گیا تھا۔ تحقیق سے ثابت ہوا کہ وہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے نام ہے، اور العلم کراچی میں شائع ہو چکا ہے۔ بہر حال تحقیق و تدقیق کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔

''مکتوبات شبلی'' کی ترتیب و تدوین میں دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی کے ڈائرکٹر گرامی قدر

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی صاحب نے بڑی دلچسپی لی اور ایک شفیق بزرگ کی طرح شفقت فرماتے رہے۔اللہ تعالی ان کا سایہ شفقت دراز فرمائے۔ان کی صحت اس وقت اچھی نہیں ہے۔صحت کاملہ عاجلہ کی درخواست ہے۔

حوصلہ افزائی کے لئے گرامی قدر پروفیسر خورشید نعمانی صاحب اور ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی صاحب جوائنٹ سکریٹری دارالمصنّفین کا بے حد ممنون اور شکر گذار ہوں۔خاص طور پر استاذ گرامی ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی صاحب نے مکتوبات شبلی کی طباعت واشاعت سے پوری دلچسپی لی۔مسودہ دیکھا مفید مشورے دئے۔جرجی زیدان اور شیخ رشید رضا کے عربی مکاتیب کا ترجمہ بھی انہیں کے قلم سے ہے۔اس نوازش اور کرم فرمائی کے لئے میں ان کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں۔

علمی تعاون کے لئے احباب بالخصوص مولانا عمیر الصدیق ندوی، ڈاکٹر عطا خورشید، ڈاکٹر سید مسعود حسن اور برادرم مولانا عرفات اعجاز اعظمی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔سچائی یہ ہے کہ ان احباب کا پر خلوص تعاون شامل حال نہ ہوتا تو شاید اس تحقیقی وتدوینی اور دیر طلب کام کی تکمیل جلد ممکن نہ ہو پاتی۔حق تعلق نبھانے کے لئے برادرم مولوی سلیم جاوید سلمہ کا بھی ممنون ہوں۔

ناچیز

محمد الیاس الاعظمی

رفیق اعزازی دارالمصنّفین اعظم گڑھ

۵/ستمبر ۲۰۲۱ء (یوم اساتذہ)

[ا]

سرسید احمد خاںؒ(۱) کے نام

[ا]

حضرت بندہ! تسلیم

اس سے کچھ روز پہلے ایک خط بغرض دریافت قیمت ''تہذیب الاخلاق''(۲)ارسال کیا تھا،لیکن اب تک جواب سے مشرف نہ ہوا۔ غالبًا وہ خط بھی نہیں پہنچا، ورنہ جواب میں تاخیر نہ ہوتی۔ میں امید کرتا ہوں کہ''تہذیب الاخلاق'' کی تمام جلدوں کی قیمت منفرداً ومشترکاً سے بہت جلد مطلع فرمایئے گا۔'' خطبات احمدیہ''(۳) کی کیا قیمت ہے؟ اور آیا غریب طالب علموں کے لیے کچھ کمی ہے یا نہیں۔ اردو'' خطبات احمدیہ'' [اگر جداگانہ مطبوع ہوئی ہو] کی بھی قیمت سے آگاہ فرمایئے گا۔''سنین اسلام''(۴) کی دوسری جلد ہوتو مطلع کیجیے۔ٹکٹ آدھ آنہ کا ارسال ہے۔امید کہ جلد تر جواب لکھیں گے۔(۵)

محمد شبلی نعمانی

از۔الہ آباد،محلّہ کرنیل گنج

مکان بابو ہری موہن داس صاحب

[ماخذ:اردو ادب،علی گڑھ،شمارہ ا،۱۹۷۰ء،ص۱۰۵-۱۰۶]

---

[۲]

بحضور اقدس!

جو خدمت مرحمت ہوئی (۶) وہ میری وقعت کے حد سے زیادہ ہے، مگر امتثالاً للامر عرض ہے۔ اشعار مرسلہ غالباً بحر ہزج مسدس میں لکھے گئے ہیں اور اس میں صرف دو زحاف قصر و حذف واقع ہوتے ہیں، مگر تین پہلے مصرعوں کا وزن درست نہیں یا شاید مجھی کو غلطی ہوئی ہے، جو تغیر اس میں کیا گیا ہے وہ اس وجہ سے ضروری تھا کہ صنعت اقتباس محفوظ رہے اور اس لحاظ سے ایک شعر اور مزید کہا گیا ہے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ میں اپنی خدمت کو پوری طرح سے ادا نہیں کر سکا۔ مگر میری وسعت میں اسی قدر تھا۔

تعالیٰ شان مدرسۃالعلوم — وجاء کما تراہ ھدیً لقومی

واسِّسَ اصلہ یوم البناء — علی التقویٰ . فینمو کلّ یوم

وکان القوم قدنا مو ایلیاً — ولکن او قظوا . من بعد نوم (۷)

خادم شبلی نعمانی

۴؍مئی ۱۸۸۳ء

[ماخذ: اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۱، ۱۹۷۰ء، ص ۱۰۶]

---

[۳]

بحضرت اقدس!

جو خفیف رقم میں ارسال کرتا ہوں، اس کی نسبت مجھ کو انتظار تھا کہ وہ ایک معتد بہ رقم کے ساتھ مرسل ہوگی، مگر میری جسمانی اور اہل شہر کے روحانی ضعف کی وجہ سے اس میں تعویق ہوئی۔ مہینہ لب بام تھا، مجبوراً اپنا چندہ بھیجتا ہوں۔ (۸)

اس بات کی اطلاع بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ میں نے مجبوری سے تعطیل تک کی رخصت کی عرضی پرنسپل صاحب کی خدمت میں ارسال کی ہے، مگر حیرت ہے کہ جواب نہیں آیا۔

خادم قدیم

شبلی نعمانی

۱۹/دسمبر ۱۸۸۳ء

[ماخذ: اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۲، ۱۹۷۱ء، ص ۵۱]

---

[۴]

حضرت اقدس!

''سفرنامہ پنجاب'' (۹) غالباً طیار ہو گیا ہوگا۔ ویلیو پیبل کے ذریعہ سے میرا نسخہ مرحمت ہو۔ ''روزنامچہ شاہ ایران'' (۱۰) میں بہت سے ایسے لفظ ملتے ہیں جن کی نسبت شک ہے کہ کہیں سے ان کی تحقیق ہو سکے گی۔ اطلاعاً عرض ہے۔

شبلی نعمانی

۱۵/جون ۱۸۸۴ء

[ماخذ: اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۲، ۱۹۷۱ء، ص ۵۲]

---

[۵]

حضرت اقدس!

مولوی محمد فاروق صاحب (۱۱) نے حسب ارشاد اشعار لکھے ہیں جن کو میں ساتھ لاؤں گا۔ مولوی صاحب موصوف وہاں کے قیام کو پسند فرماتے ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ مجموعہ اس پایہ کا شخص اس قلیل مشاہرہ پر بمشکل ہاتھ آ سکتا ہے۔ اگر ارشاد ہے تو میں ان کو ساتھ لاؤں۔
والسلام

محمد شبلی

۸/اگست ۱۸۸۴ء

[ماخذ: اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۲، ۱۹۷۱ء، ص ۵۲]

---

[۶]

حضرت سید اقدس ادام اللہ بقاءہ

چونکہ کالج کا کوئی کام اب میرے متعلق نہیں رہا، اس لئے امید ہے کہ آپ مجھ کو ابھی سے مکان پر جانے کی اجازت عطا فرمائیں گے۔

محمد شبلی

۲۴/اپریل ۱۸۸۵ء

[ماخذ: اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۲، ۱۹۷۱ء، ص ۵۲]

---

[۷]

سیدی و سیدے دام فضلکم

تعلیمی کانگریس کے متعلق اس وقت تک یہ ہوا کہ ایک سب کمیٹی منعقد ہوئی اور دو قسم کے ممبر قرار پائے، جو اس بڑی کانگریس کے بھی ممبر ہوں گے (۱۲)۔ ان کے نام ذیل میں ہیں۔

جناب منشی محمد اکرام صاحب (۱۳)، جناب راجہ ریاست حسین صاحب (۱۴)، جناب خواجہ مغل صاحب (۱۵)، جناب شیخ حبیب اللہ صاحب (۱۶)، جناب حکیم حفیظ اللہ صاحب (۱۷)، جناب مولوی عبدالحمید صاحب (۱۸)، محمد شبلی۔ ان سب نے فیس داخلہ ادا کر دی ہے، اور علی گڑھ پہنچ کر خدمت میں حاضر کروں گا۔ باقی ممبر وہ ہیں جو رپورٹ وغیرہ کی طیاری میں محنت و مال سے مدد دیں گے۔ اس کمیٹی کی روئداد علی گڑھ (انسٹی ٹیوٹ) گزٹ (۱۹) میں مشتہر ہونی چاہئے، تاکہ اور جگہ سب کمیٹیاں قائم ہوں۔ تعجب ہے کہ اس وقت تک بہت کم درخواستیں آئیں۔ شاید اس کی تحریک میں صرف اخبار کی تحریر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ حالانکہ ہر ضلع میں احباب کے پاس رپورٹ خطوط بھیجے جانے چاہئیں۔ یہ امر نہایت ضروری اور مہتم ہے۔ گرمی غضب کی پڑتی ہے۔ روزے بڑی مشکل سے کٹتے ہیں۔ میں تو آدھا رہ گیا ہوں۔ خط لکھنا بھی بہت دشوار ہوتا ہے۔ اب تسلیم عرض کرتا ہوں۔

شبلی

اعظم گڑھ

۱۴رجون ۱۸۸٦ء

[ماخذ: اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۲، ۱۹۷۱ء، ص ۵۳]

---

[۸]

سیدی تسلیم!

مریضہ کا حال بدستور (۲۰) ہے۔ افسوس ہے کہ جناب جدامجد نے بیاسی برس کی عمر میں تین چار دن ہوئے انتقال کیا (۲۱)۔ اگرچہ ان کی عمر پوری ہو چکی تھی لیکن چونکہ ان کی موت نا گہانی طور پر ایک صدمہ سے ہوئی، اس لئے لوگوں کو نہایت رنج ہوا۔ ان کے تمام قویٰ درست تھے۔ میں نے رسالہ ''حسن'' (۲۲) ان کو دیا تھا تو بغیر عینک کے پڑھ گئے۔ خدا مغفرت کرے۔ میں اعظم گڑھ نہیں گیا، نہ قصد ہے، لیکن چونکہ اس حادثہ کی وجہ سے والد قبلہ خود آئے تھے، سامنا ہو گیا۔ میں جلد تر یہاں سے روانہ ہوں گا۔ شاید سر دست لکھنؤ جاؤں۔ قانون شہادت دو جلد اس پتہ سے ارسال فرمائیے۔

مولوی محمد سعید، وکیل عدالت ضلع اعظم گڑھ (۲۳)

حافظ حبیب اللہ خاں (۲۴) وکیل منصفی اعظم گڑھ۔ عدالت منصفی۔ دونوں پر کتاب کا نام اردو میں لکھا جائے اور یہ بھی لکھ دیا جائے بفرمائش محمد شبلی۔ حالات مفصل سے مطلع فرمائیے، جناب مولوی زین العابدین خاں صاحب (۲۵) کی خدمت میں تسلیم و نیاز۔

شبلی نعمانی

ارجون ۱۸۹۰ء

[ماخذ: اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۲، ۱۹۷۱ء، ص ۵۳-۵۴]

---

[۹]

جناب آنریبل سید احمد خاں صاحب
سکریٹری محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

بجواب آپ کی چٹھی مورخہ ۳۰/نومبر ۱۸۹۱ء کے عرض ہے کہ میں نہایت فخر کے ساتھ کمیٹی تعین انعام کا ممبر ہونا منظور کرتا ہوں۔(۲۶)

شبلی نعمانی

۲/دسمبر ۱۸۹۱ء

[ماخذ: اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۲، ۱۹۷۱ء، ص ۵۴]

---

[۱۰]

تا کمر بستم بعزم ایں سفر ازروئے صدق !
دشمن وہم دوست را در پیچ و تاب انداختیم
ہر کسے را بس شگفت آمد کہ حاصل چیست زیں
تاچرا خود را بدیں ساں در عذاب انداختیم !
ہر یکی پندم ہمی داد وہمی گفتی کہ من !
زیں سخن از عارض معنی نقاب انداختیم
چوں لجاجت خود ز حد بگذشت گفتم بس کنید
ہر چہ بادا باد من کشتی در آب انداختیم (۲۷)

قبلہ‌ام تسلیم!

بمبئی سے ایک خط لکھ چکا ہوں۔ یہ خط عدن سے لکھ رہا ہوں۔ جہاز کی حرکت اور دوران دردسر کی وجہ سے مفصل حالات کے لکھنے سے معذوری ہے۔ یہ خط لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو دن تک سخت تکلیف رہی۔ میں نیم مردہ پڑا رہا۔ اب اچھا ہوں، لیکن جہاز کے تعفن اور جنبش سے کسی وقت

طبیعت بحال نہیں ہوتی۔ کھانا نہایت عمدہ ملتا ہے۔ اٹالین ڈش نہایت خوش مزہ ہوتے ہیں۔ کیا لکھوں لکھا نہیں جاتا۔

شبلی نعمانی

روز شنبہ ۸رمئی ۱۸۹۲ء

[ماخذ: علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مورخہ ۲۱رمئی ۱۸۹۲ء بحوالہ باقیات شبلی ص ۱۴۳-۱۴۴]

---

[۱۱]

سیدنا ومولانا القابکم اللہ .

آپ کا اخیر خط مع ''سیرۃ النعمان'' و پرچہائے علی گڑھ پہنچا۔ میں خطوط کے نہ آنے سے نہایت پریشان اور دل شکستہ تھا۔ عین اس حالت میں نامۂ والا نے گویا مسیحائی کی۔ کک کمپنی کے پتہ کا خط نہیں ملا۔ یہاں ڈاک کا عجب انتظام ہے۔ انگریزی ڈاک کا محکمہ جدا ہے جو خطوط ہندوستان وغیرہ سے آتے ہیں وہ اس محکمہ میں جاتے ہیں اور وہاں سے تقسیم نہیں ہوتے بلکہ مکتوب الیہ کو خود جا کر لانا چاہیے۔

نامۂ والا کے ورود سے پہلے میں نے تین چار کتابیں خرید لی تھیں۔ بھلے کو زیادہ نہیں لیں۔ روپئے آپ نے ناحق بھیجے۔ ایکس چینج وغیرہ میں نقصان ہوا اور مجھ کو موجودہ مبلغ [؟] کافی تھے۔ ضرورت ہوتی تو میں خود طلب کرتا۔ میں نے پہلے خط میں قصیدہ سفریہ بتمامہا درج کیا تھا اور خواہش کی تھی کہ اخبار [علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ] میں چھاپ دیا جائے، لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔ شاید نہیں پہنچا۔ یا حضرت کو پسند نہ آیا۔

قسطنطنیہ کی آب وہوا کی عمدگی اس قابل ہے کہ انسان اپنی عمر کا ایک حصہ ضرور اس کی نذر کرے۔ اگر میں پرہیز کر سکتا تو موسم کی عمدگی سے بہت فائدہ اٹھاتا اور خوب موٹا تازہ ہو کر آتا۔ لیکن یہاں کے لذیذ میوے جو لذت کے ساتھ کمبخت نہایت ارزاں بھی ہیں، کسی طرح مجھ جیسے شخص کو اعتدال کی حد پر نہیں رہنے دیتے۔ میں نے اس شہر کو خوب دیکھ لیا اور اس لیے باوجود خوبی

آب وہوا کے دل نہیں چاہتا کہ یہاں زیادہ رہوں۔بعض کام باقی ہیں۔پورے ہوگئے تو انشاءاللہ ۱۵/اگست تک روانہ ہو جاؤں گا۔کہاں جاؤں گا یہ ابھی قطعی نہیں۔

میں نے اب اور مکان بدل لیا ہے جو نہایت خوبصورت ہے اور فرنیچر وغیرہ سے آراستہ ہے۔اس میں متعدد کمرے ہیں اور خاص کر میرے کمرہ کا کرایہ [۱۵/روپئے] ہے،لیکن کوئی وسیع کمرہ نہیں ہے۔میری بنگلیہ (۲۸) سے بھی مختصر بلکہ بہت مختصر ہے۔

یہاں کے کالج ، عدالتیں ، سیر گاہیں ، علمی کارخانے سب دیکھے اور ممکن ہے کہ ان کے متعلق اطمینان سے بیٹھ کر ایک معقول رپورٹ لکھ سکوں،لیکن ابھی نہیں لکھتا بلکہ وہاں پہنچ کر بھی شاید مفصل نہ لکھ سکوں۔الحمدللہ کہ مسٹر آرنلڈ (۲۹) نے اپنی فلسفی بدلی اور شادی کر لی۔غالباً آئیں تو لیڈی صاحبہ کو ساتھ لائیں۔میں ان کی زوجہ محترمہ کو قریباً امہات واخوات کے برابر سمجھتا ہوں۔

کالج کی ترقی سے نہایت خوش ہوں۔آپ کی درخواست اور مسٹر ہورسٹ (۳۰) اور پرنسپل صاحب کے رقیبانہ مباحثہ نے نہایت مزہ دیا۔خدا ذات والا کو سلامت رکھے۔آپ کے بعد (خدا وہ دن مدتوں تک نہ لائے) کون قوم کو یہ رستے سجھائے گا۔

میں جانتا ہوں کہ میرے احباب مجھ کو بھول گئے،لیکن محبی خوشی محمد ناظر (۳۱) کے ایک ضمنی تذکرے نے میرے دل میں ایک عجیب رقت انگیز اثر پیدا کیا۔آپ ان کو بلا کر ضرور میری طرف سے ممنونیت اور محبت کا اظہار فرمائیں۔

ہاں میں نادم اور سخت نادم ہوں کہ میں نے کسی تحریر میں محبی ومخلصی مولوی سید ممتاز علی صاحب (۳۲) کے حالات نہیں پوچھے۔حقیقت میں اس سے زیادہ بدعہدی اور بے وفائی نہیں ہوسکتی۔آپ ضرور ان کی خیریت،مزاج وشغل موجودہ سے مجھ کو مطلع فرمائیں۔اگر مصر میں کوئی کتاب ڈھب کی مل گئی تو ان کو ہدیہ دینے کے لیے انشاءاللہ ساتھ لاؤں گا اور یہی اس گناہ کا کفارہ ہوگا۔

میں نے والد قبلہ کو دو خط لکھے،لیکن وہاں سے کوئی تحریر نہیں آئی،تردد ہے۔آپ نے بھی کچھ تذکرہ نہیں فرمایا۔خدا سے امید ہے کہ سب طرح سے خیریت ہوگی۔اس قدر لکھنے کے بعد

والد قبلہ کا خط ملا، جس سے تمام ضروری حالات معلوم ہوئے اور قصیدہ کی اشاعت سے بھی آگاہی ہوئی۔

میں نے ''اکمل الاخبار'' (۳۳) میں پڑھا کہ مولوی زین العابدین صاحب خان بہادر ہوئے۔ اگرچہ اخبار میں زائد تصریح نہ تھی، مگر میں نے یقین کر لیا کہ ہمارے ہی مولوی زین العابدین خاں صاحب مراد ہیں۔ اگر ایسا ہے (اور ضرور ایسا ہے) تو میری طرف سے لمبی چوڑی عرض کی جائے۔ میں خدانخواستہ ان کو بھولا نہیں۔

والد قبلہ کے خط سے معلوم ہوا کہ انہوں نے کچھ روپئے آپ کی معرفت بھیجے۔ آپ میرا یہ خط ان کی خدمت میں بھیج دیں۔ مجھ کو اس وقت روپیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تکلیف نہ فرمائیں۔ میں نے ان کی خدمت کبھی نہیں کی، ان کو کم از کم تکلیف تو نہ دوں۔

میرے نام کوئی چیز اب قسطنطنیہ نہ بھیجیں۔ بلکہ اس خط کے پہنچنے کے ساتھ قاہرہ کک کمپنی کے کارخانہ کے پتہ سے خط اور اخبار وغیرہ روانہ فرمایئے۔ قصیدہ کی چند کاپیاں اور ''علی گڑھ گزٹ'' کے پرچے ضرور بھیجئے۔ میں نے ایک مثنوی لکھنی شروع کی تھی جو ناتمام رہ گئی۔ ستر بہتر شعر تک نوبت پہنچی تھی، پھر طبیعت رک گئی۔ اس کے چند شعر نقل کرتا ہوں۔ ضرور چھاپے جائیں:

قاصد فرخندۂ من ہان تعال — ایدک اللہ بحسن المآل
پیش رسیدت سفرِ نا گزیر — گرم زجا خیزو رہ ہند گیر
زود رو و فکر دوعالم مکن — در نفسے راست کنی ہم مکن
دیدہ براہ اند عزیزانِ ہند — جملہ گرامی گہر کان ہند
چوں تو دراں بزم کشی زمزمہ — دائرہ گردند بگردت ہمہ
تاز حدیث توشود بہرہ مند — ہر یکے از جائے جہد چوں سپند
جملہ بدیں حرف کہ اے نیک خوئے — حرفے ازاں یار سفر کردہ گوئے
تابچہ حال است و چاں ست وخود — رفت چہا بر سرش از نیک و بد

بر روش دیدہ وراں میزید — یا کہ چو ہماں و فلاں میزید
از پس ایں محنت و رنج شگرف — از سفر روم چہ برداشت طرف ؟
شرح دہ آخر کہ در آنجا چہ دید ؟ — سیر خوشی بود بفرما چہ دید ؟
درصف دانش طلبان چوں نشست — حال چمن تازہ بدہن چہ بست ؟
طے چوشود مرحلۂ پرس و جوئے — از من آوارہ بیاراں بگوئے
کائے ہمہ گنجینہ کشایان فن — صدر نشینان سر خوانِ فن
از کرم داور بالا و پست — حال من آنگونہ کہ بایست مست
ہم بہماں طرز و روش میزیم — زندہ ام فارغ و خوش میزیم
گرچہ کہ خود با سر و سامان نیم — ناز کش حاجب و دربان نیم
نیست سر انجمن آرائی — ایں منم و گوشۂ تنہائی

آپ اس خبر کو سن کو خوش ہوں گے کہ مجھ کو پیش گاہ سلطانی سے درجۂ چہارم کا تمغۂ مجیدی عنایت ہوا۔ اب تو امید ہے کہ وہاں پہنچ کر مجھ کو آپ شمس العلماء کا خطاب ضرور ہی دلوائیں گے، ورنہ گستاخی معاف وہی مثل صادق آئے گی کہ چراغ تلے اندھیرا۔

میں انشاء اللہ دو تین روز میں بیت المقدس کو روانہ ہوں گا۔ میرے نام ابھی سے خط قاہرہ محکمہ کک کمپنی کے ذریعہ سے بھیج دیجیے۔ جب میں مصر پہنچوں گا تو جواب خط اس زمانہ تک پہنچ رہے گا۔ اگر اس خط میں بعض عبارت بعض دوسری عبارت کے ساتھ مخالف یا کم وبیش ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خط پانچ چھ دن میں وقتاً فوقتاً لکھا گیا، اس لیے بعض واقعات کی تبدیلی کی وجہ سے ایسا اختلاف ہونا ضرور تھا۔ والسلام

شبلی نعمانی

۵ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ

[ماخذ: اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۱، ۱۹۷۰ء، ص ۱۰۷-۱۱۰]

[۱۲]

قبلہ ام

آداب!

مولانا عبداللہ صاحب انصاری (۳۴) ماشاء اللہ جلیل القدر فاضل اور نہایت بابرکت شخص ہیں۔ اب یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ جو کہ خاکسار کالج کلاس کے طلبہ کو پڑھاتا ہے (۳۵)، وہ مولانا صاحب ممدوح کے تعلق کر دیا جائے۔ علاوہ عمدہ تعلیم پانے کے طلباء کو ان کی برکت سے روزانہ مستفیض ہونے کا موقع ملے گا۔

شبلی

۲۰ رجنوری ۱۸۹۵ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اگست ۱۹۱۹ء ص ۱۵۲۔ باقیات شبلی ص ۱۵۲]

---

[۱۳]

قبلہ ام!

اگر جناب کو کچھ خرابی کا احتمال ہو تو مولوی عبداللہ صاحب کے تعلق یہ کام صرف ایک دو مہینے کے لئے کر دیا جائے۔ میری یہ استدعا ایک معمولی بات تھی، لیکن بعض وقت بدقسمتی سے چھوٹی سی بات بھی ایک امر مہم بن جاتا ہے۔ جب مولوی صاحب ہر ہفتہ نہایت تفصیل و توضیح کا موقع پا کر وعظ میں محتاط ہو گئے ہیں تو ترجمہ میں کیوں نہ احتیاط کریں گے۔ میں پہلے روز ان کو قرآن کے گھنٹہ میں بلا کر دکھا دوں گا کہ میں اس طرح پڑھاتا ہوں اور آپ کو بھی یونہی پڑھانا چاہئے۔ ورنہ وہ ضرور اسی طرح پڑھائیں گے۔ کالج کا بخدا اس میں کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ جو شخص خاص دینیات کے لئے ایک معقول مشاہرہ پاتا ہو، کالج کی انتظامی حیثیت سے یہ کام اس کے متعلق ہونا بہتر ہے۔ میری ذاتی غرض صرف اس قدر ہے کہ مجھ کو لکھنے پڑھنے کے لئے وقت نکل آئے گا، ورنہ چونکہ جاڑوں میں مدرسہ ۹ ربجے سے ہوتا ہے اور صبح ۷ ربجے ہوتی ہے، اس لئے ضروریات سے

فارغ ہوکر ذرا دیر کے بعد کھانا کھانے کے مدرسہ جانے کی پڑ جاتی ہے۔اگر میری اس استدعا کو میرے جی چرانے اور کسی قسم کی خودغرضی پر محمول کیا جائے تو میری کمال بدقسمتی۔اس باب میں میرے یہ آخری کلمات ہیں۔

شبلی نعمانی

۲۲رجنوری ۱۸۹۵ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف،اعظم گڑھ،اگست ۱۹۱۹ءص ۱۵۲-۱۵۳۔باقیات شبلی ص ۱۴۴]

تعلیقات و حواشی

(۱) سرسیداحمد خاں[۱۸۱۷-۱۸۹۸ء] بانی مدرسۃ العلوم علی گڑھ وآل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، علامہ شبلی کے محسن و مربی جن کے فیض صحبت اثر سے علامہ شبلی نعمانی کی فکر ونظر میں انقلاب برپا ہوا اور وہ جدید دنیا اور جدید علوم وافکار سے واقف ہوئے۔

(۲) سرسیداحمد خاں کا رسالہ تہذیب الاخلاق جسے انہوں نے دسمبر ۱۸۷۰ء میں علی گڑھ سے جاری کیا۔

(۳) خطبات احمدیہ: سرسیداحمد خاں کی معرکۃ الآراء تصنیف، جس میں انہوں نے سر ولیم میور کے سیرت نبویؐ پر ناروا اعتراضات کے جوابات دئے ہیں۔اسی کے لکھنے کے لئے سرسید نے یورپ کا سفر کیا اور گھر کے سامان تک کو فروخت کردیا تھا۔

(۴) جی ڈبلو لائٹز، پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کی کتاب سنین اسلام جو دوجلدوں پر مشتمل ہے اور جس میں اسلام اور عرب کی تاریخ قلم بند کی گئی ہے۔

(۵) سرسید کے نام علامہ شبلی کا یہ پہلا خط ہے۔اس پر تاریخ درج نہیں۔البتہ سرسید نے اس پر ۴رجنوری ۱۸۷۹ءکو درج ذیل نوٹ لکھا ہے:

ان سب باتوں کا جواب ذوالفقار خاں سے دریافت کر کر لکھ بھیجو۔

ذوالفقار خاں نہ آیا ہو تو خبر بھیج کر بلاؤ۔ والسلام

سیداحمد ۴رجنوری ۱۸۷۹ء

اس سے ظاہر ہے کہ یہ خط علامہ شبلی کے علی گڑھ جانے سے ۴؍سال قبل اور مکاتیب شبلی میں شامل پہلے خط مئی ۱۸۹۲ء سے تقریباً ۱۴؍سال پہلے کا ہے۔

(۶) اس خط پر پروفیسر اصغر عباس صاحب نے درج ذیل نوٹ لکھا ہے:

''۱۸۸۳ء میں مدرستہ العلوم کے بیرونی دروازہ پر کتبہ لگانا تجویز ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں جو اشعار کندہ ہونے تجویز ہوئے تھے انہیں سرسید نے شبلی کے پاس بغرض اصلاح بھیجا تھا۔ یہ خط اسی کا جواب ہے۔''

[اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۱۔ ۱۹۷۰ء، حاشیہ ص ۱۰۶]

(۷) یہی عربی اشعار علامہ شبلی کے پاس بغرض اصلاح سرسید نے بھیجے تھے۔

(۸) یہ کس بات کا چندہ تھا اس کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔ لیکن یہ تو طے ہے کہ اس زمانہ میں اعظم گڑھ سے ہمدردان کالج کسی قسم کا ماہوار چندہ مدرستہ العلوم کو بھیجا کرتے تھے۔

(۹) سرسید احمد خاں کا ''سفرنامہ پنجاب۔'' جو علامہ شبلی کے فارسی دیباچہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ علامہ شبلی نے دیگر اہل قلم کی کتابوں پر جو دیباچے / مقدمے لکھے ہیں ان میں یہ ایک اہم اور قدیم دیباچہ ہے۔

(۱۰) غالباً روزنامچہ شاہ ایران کی زبان کے بارے میں سرسید نے دریافت کیا تھا، اسی کے جواب میں یہ خط لکھا گیا ہے۔

(۱۱) علامہ شبلی کے استاذ مولانا محمد فاروق چریا کوٹی [م: ۲۸؍اکتوبر ۱۹۰۹ء] نادرعصر عالم و فاضل، علامہ شبلی کے استاذ، ضلع اعظم گڑھ کے مردم خیز قصبہ چریا کوٹ کے رہنے والے تھے۔ متعدد ارباب کمال نے ان سے کسب فیض کیا۔ یہ علامہ عنایت رسول چریا کوٹی [م: جنوری ۱۹۰۳ء] جن سے سرسید نے عبرانی سیکھی تھی کے چھوٹے بھائی تھے۔ مولانا فاروق چریا کوٹی علی گڑھ تحریک کو ناپسند کرتے تھے۔ غالباً اسی بنا پر مولانا الطاف حسین حالی [۱۸۳۷-۱۹۱۴ء] کے مسدس کے جواب میں مسدس عوالی لکھا۔ درسیات میں علوئے کمال کی بنا پر علامہ شبلی انہیں علی گڑھ کالج سے وابستہ کرنے کے خواہش مند تھے، مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔

(۱۲) یہ کون سی تعلیمی کانگریس تھی جس کی علامہ شبلی نے اعظم گڑھ میں ممبر سازی کی تھی واضح نہیں۔ اس

وقت تک سرسید کی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانگریس بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔

(۱۳) منشی محمد اکرام: علامہ شبلی کے دور شباب کے احباب میں تھے۔ان کا نام مکاتیب شبلی حصہ اول ص ۸۵ پر آیا ہے۔مزید تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۱۴) راجہ ریاست حسین: تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۱۵) خواجہ مغل: تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۱۶) علامہ شبلی کے والد شیخ حبیب اللہ [م:۱۲/نومبر ۱۹۰۰ء] اعظم گڑھ کے مشہور وکیل اور زمین دار تھے۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حیات شبلی ص ۸۱، طبع جدید ۲۰۰۸ء

(۱۷) حکیم حفیظ اللہ ایک ماہر حکیم تھے۔مکاتیب شبلی میں ان کی حذاقت کا ذکر ہے۔مزید تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۱۸) علامہ حمید الدین فراہی

(۱۹) سرسید احمد خاں کا جاری کردہ مشہور اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، جو ۳۰/مارچ ۱۸۶۶ء کو ''اخبار سائنٹی فک سوسائٹی'' کے نام سے جاری ہوا۔دس سال بعد ۸/ستمبر ۱۸۷۶ء کو اس کا نام علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ رکھا گیا۔

(۲۰) غالباً پہلی اہلیہ مجیدن بی بی کی علالت کا ذکر ہے۔جنہوں نے ۱۸۹۵ء میں انتقال کیا۔

(۲۱) علامہ شبلی کے دادا حسن علی کی وفات [۲۷ یا ۲۸ /مئی ۱۸۹۰ء]

(۲۲) ماہنامہ حسن حیدرآباد کا مشہور رسالہ، جس میں علامہ شبلی کے بعض مضامین شائع ہوئے اور رسالہ کے دستور کے مطابق علامہ شبلی کو انعام میں ایک اشرفی ملی۔

(۲۳) مولوی محمد سعید صاحب وکیل: علامہ شبلی کے ہم وطن اور اعظم گڑھ کے مشہور وکیل تھے۔شہر میں آباد ہوگئے تھے۔ان کے خانوادے کے افراد شہر کے اسی مکان میں مقیم ہیں۔حالات دستیاب نہ ہوسکے۔

(۲۴) حافظ حبیب اللہ صاحب موضع بندول ضلع اعظم گڑھ کے باشندہ اور مشہور وکیل تھے۔علامہ شبلی کے بچپن کے دوستوں میں تھے۔مکاتیب شبلی میں متعدد مقامات پر ان کا ذکر آیا ہے۔جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ شبلی سے ان کی بڑی بے تکلفی تھی۔

(۲۵) مولوی زین العابدین صاحب [پیدائش ۱۴ر جون ۱۸۳۲ء-وفات ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۵ء] سر سید احمد خاں کے خاص دوستوں اور علی گڑھ تحریک کے ابتدائی ہم نواؤں اور معاونین میں تھے۔ سر سید انہیں ''زینو بھیا'' کہہ کر پکارتے تھے۔ علامہ شبلی سے بھی محبت آمیز تعلق تھا۔

(۲۶) معلوم نہ ہو سکا کہ کس انعام کی تعیین کمیٹی کے رکن نامزد ہوئے تھے۔

(۲۷) یہ غزل کلیات شبلی فارسی میں شامل ہے۔ البتہ اس کے بہت سے اشعار میں الفاظ بدلے ہوئے ہیں۔

(۲۸) علامہ شبلی ابتدا میں علی گڑھ شہر میں رہتے تھے۔ قربت کے لئے سر سید نے اپنے احاطہ میں بلوالیا، جس مختصر سے مکان میں علامہ شبلی رہتے تھے اسے شبلی کی بنگلیہ کہا جاتا تھا۔

(۲۹) مسٹر، ٹی، ڈبلیو آرنلڈ (Mr. T.W.Arnold : 1864 -1930) علامہ شبلی کے دوست بھی تھے اور استاذ بھی۔ جیسا کہ ان کے اس مصرعہ سے واضح ہے:

آرنلڈ آں کہ رفیق است وہم استاذ مرا

لندن میں پیدا ہوئے۔ کیمبرج سے بی.اے. کیا۔ جرمن، سنسکرت، عربی، فارسی اور اردو کئی زبانوں سے واقف تھے۔ ۱۸۸۷ء میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ میں فلسفہ کے استاذ مقرر ہوئے۔ ان کے قلم سے ۱۹ر کتابیں نکلیں۔ پریچنگ آف اسلام (The Preachings of Islam) ان کی سب سے مشہور تصنیف ہے، جو ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی اور جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ یہ اسلام پر ایک الزام ہے۔ اس کی تصنیف میں علامہ شبلی نے ان کی بڑی مدد کی تھی، دیباچہ میں پروفیسر آرنلڈ نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

علی گڑھ کے بعد وہ اورینٹل کالج لاہور سے وابستہ ہوئے۔ یہاں انہوں نے عربی میں ایک کتاب ''**سواء السبیل الی معرفة المغرب والد خیل**'' لکھی۔ اس کے بعد وہ انڈیا آفس لندن کے اسسٹنٹ لائبریرین ہو کر انگلینڈ واپس چلے گئے۔ فلسفہ میں علامہ اقبال ان کے شاگرد تھے۔ علامہ شبلی کے روم و مصر و شام کے سفر میں مسٹر آرنلڈ پورٹ سعید تک ان کا ساتھ رہے۔ وہ جب ہندوستان سے واپس جارہے تھے تو علامہ شبلی نے انہیں وداع کرنے کے لئے حیدر آباد سے بمبئی کا سفر کیا۔

[یادرفتگاں از مولانا سید سلیمان ندوی۔ مطبوعہ دارالمصنّفین اعظم گڑھ ۱۹۹۳ء ص ۱۰۳]

(۳۰) مسٹر ولیم سی ہورسٹ: مدرسۃ العلوم علی گڑھ اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔

(۳۱) خوشی محمد ناظر [۱۸۷۲-۱۹۴۴ء] علامہ شبلی کے شاگرد تھے۔ ہریاوالا گجرات میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ کالج میں تعلیم حاصل کی۔ کشمیر اور لداخ کے گورنر رہے۔ جب یہ علی گڑھ کالج میں بی.اے. کے طالب علم تھے، انگریزی شاعر ٹامسن کی نظم ''سیزنس'' سے متاثر ہو کر ایک نظم کہی جسے علامہ شبلی نے بہت سراہا۔ مسٹر آرنلڈ نے اس نظم پر انہیں انعام سے نوازا۔ [نقوش، لاہور، شخصیات نمبر حصہ دوم ص ۹۲۵]

وہ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ ان کا اردو مجموعہ کلام نغمہ فردوس ۱۹۳۷ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ ان کی ایک نظم ''جوگی'' نے اپنے زمانہ میں بڑی شہرت پائی۔ مولانا حالی اور علامہ شبلی کے وہ بڑے معتقد تھے۔ ان کی شان میں انہوں نے نظمیں بھی کہی ہیں۔ دور طالب علمی میں علامہ شبلی انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔

(۳۲) شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی [۱۸۶۰-۱۹۳۵ء] دیوبند کے رہنے والے سرسید احمد خاں کے خاص رفقاء میں تھے۔

(۳۳) اکمل الاخبار دہلی سے نکلتا تھا۔ مالک حکیم محمود خاں تھے۔ یہ اخبار حکیم شریف خاں کے والد اکمل خاں کے نام پر جاری ہوا تھا۔ مرزا غالب اس میں خاص طور پر شائع ہوتے تھے۔ مضامین کے علاوہ ان کے احوال بھی چھپے۔ قضیہ برہان قاطع کے مضامین بھی اس کے اوراق میں طبع ہوئے۔ وفات غالب کی خبر اس نے سیاہ چوکھٹے میں شائع کی تھی۔ (تاریخ صحافت حصہ دوم ص ۲۱۸-۲۴۴)

مولوی زین العابدین کے خان بہادر ہونے کی خبر بھی اسی اخبار میں شائع ہوئی تھی۔ علامہ شبلی نے خط میں اکمل الاخبار کا ذکر کیا ہے۔

(۳۴) مولانا عبداللہ انصاری ناظم دینیات مدرسۃ العلوم علی گڑھ۔ سہارن پور کے رہنے والے ممتاز عالم دین اور بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتویؒ کے رشتہ دار ہوتے تھے۔ علی گڑھ کالج میں ان کا تقرر سرسید احمد خاں نے کیا تھا۔ ان کی وفات کے برسوں بعد تک اپنا فریضہ انجام دیتے رہے۔

(۳۵) علامہ شبلی ایم اے او کالج علی گڑھ میں کلاس شروع ہونے سے پہلے درس قرآن دیا کرتے تھے۔

جس میں اعلیٰ جماعت کے طلبہ شریک ہوتے تھے۔اس درس قرآن سے بہت لوگوں نے استفادہ کیا۔ان میں مولانا شوکت علی ،مولانا محمد علی جوہر،مولانا ظفر علی خاں مدیر روزنامہ زمیندار لاہور اور سید سجاد حیدر وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

نوٹ: زیرنظر مجموعہ ''مکتوبات شبلی'' میں سرسید کے نام علامہ شبلی کے ۱۳ ؍خطوط شامل ہیں۔جبکہ ''مکاتیب شبلی'' حصہ اول میں تین۔اس طرح سرسید احمد خاں کے نام علامہ شبلی کے خطوط کی مجموعی تعداد ۱۶ ؍ہوگئی ہے۔ابھی ان نو دریافت مکاتیب شبلی کی روشنی میں دونوں کے تعلقات کا جائزہ باقی ہے۔

○○○

[۲]

شیخ حبیب اللہ (۱) کے نام

[۱]

والد صاحب!

میں کسی کا خط کھولنا معیوب سمجھتا ہوں مگر مہدی (۲) کا خط مدت سے نہیں دیکھا تھا۔ علاوہ اس کے آپ کے نام کا خط مخفی راز ہی نہیں ہوتا، اس لئے یہ جرأت ہوئی۔ میں اب تک بیمار ہوں۔ شدت کا بخار ہر روز رہتا ہے۔ جنید (۳) کا بھی یہی حال ہے۔

میں کل اعظم گڑھ آ گیا ہوں۔ ڈاکٹر کا علاج ہوتا ہے۔

شبلی

۱۷/اکتوبر ۱۸۸۶ء

(ماخذ: ماہنامہ ادیب علی گڑھ، جولائی اگست ۱۹۶۳ء ص ۷)

تعلیقات و حواشی

(۱) علامہ شبلی کے والد شیخ حبیب اللہ [م: ۱۲/نومبر ۱۹۰۰ء] اعظم گڑھ کے رئیس، نامور وکیل اور ایک بڑے زمیندار تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد رواج زمانہ کے مطابق فارسی زبان و ادب کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ علامہ شبلی نے ''شعر العجم'' میں ان کے ذوق شعر و ادب کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ

''میری طالب علمی کا زمانہ تھا کہ ایک دن ایک صحبت میں کسی نے کلیم کا یہ شعر پڑھا

سر بہ بستاں چوں دہد جلوہ یغمائی را
اول از سر و کند جامہ رعنائی را

والدمرحوم بھی تشریف رکھتے تھے۔میں نے کہا کپڑا اتارنے کو جامہ کشیدن بھی کہتے ہیں،اس لئے شاعر اگر کند کے بجائے کشد کہتا تو زیادہ فصیح ہوتا۔جامہ کندن گو صحیح ہے لیکن فصیح نہیں۔سب چپ ہوگئے۔والد مرحوم نے ذرا سوچ کر کہا کہ ''نہیں یہی لفظ شعر کی جان ہے۔شعر کا مطلب یہ ہے کہ معشوق باغ میں جب غارت گری کی شان دکھاتا ہے تو پہلے سرو کی رعنائی کا لباس اتار لیتا ہے۔لباس اتارنے کے دو معنی ہیں۔ایک یہ کہ مثلاً کوئی شخص گرمی وغیرہ کی وجہ سے کپڑا اتار کر رکھ دے یا اس کا نوکر اتارے۔دوسرے یہ کہ سزا کے طور پر کسی کے کپڑے اتر والئے جائیں یا نچوالئے جائیں۔فارسی میں اس کے لئے دو مختلف لفظ ہیں۔جامہ کشیدن اور جامہ کندن۔چونکہ یہاں مقصود یہ ہے کہ معشوق ذلت کے طور پر سرو کا کپڑا اتار لیتا ہے اس لئے جامہ کندن کا لفظ جامہ کشیدن سے زیادہ موزوں ہے۔تمام حاضرین نے اس توجیہ کی بے ساختہ داد دی۔''

(شعر العجم ج ۴ ص ۱۴۔۱۹۸۶ء)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شیخ حبیب اللہ فارسی زبان وادب پر کس درجہ گہری نگاہ رکھتے تھے اوران کا مذاق شعر وادب کس قدر پختہ تھا۔

تحصیل علم کے بعد انہوں نے الہ آباد ہائی کورٹ سے وکالت کا امتحان پاس کیا اور اعظم گڑھ میں وکالت کرنے لگے۔ان کی سوجھ بوجھ،فہم وفراست اور سلیقہ مندی کی وجہ سے بہت جلد ان کا شمار ضلع اعظم گڑھ کے نامور وکلا اور قانون کے بڑے واقف کاروں میں ہونے لگا۔وکالت کے ساتھ انہوں نے زمینداری اور نیل کا کاروبار بھی جاری رکھا۔دیوارہ کی بعض زمینداریاں بھی خریدیں۔رفاہی کاموں میں بھی وہ بڑھ کر حصہ لیتے تھے۔اسی شعور و وجاہت کی بنا پر انہیں شہر اعظم گڑھ میونسپلٹی کا آنریری سکریٹری نامزد کیا گیا،جس پر وہ برسوں فائز رہے۔

(۲) محمد مہدی حسن بیرسٹر [م: ۲۹ ؍جون ۱۸۹۷ء] علامہ شبلی کے منجھلے بھائی اور خطہ اعظم گڑھ کے پہلے بیرسٹرایٹ لا تھے۔انہوں نے پہلے عربی و فارسی پڑھی پھر قرآن مجید حفظ کیا۔اس کے بعد انگریزی تعلیم کا آغاز ہوا۔ابتدائی انگریزی تعلیم انہوں نے ویسلی اسکول اعظم گڑھ میں حاصل کی۔۱۸۷۹ء میں وہ علامہ شبلی کے ساتھ وکالت کے امتحان میں شریک ہوکر کامیاب ہوئے۔اس کے بعد وہ ایم،اے،او کالج علی گڑھ میں داخل کئے گئے۔ یہاں سے انہوں نے ۱۸۸۱ء میں انٹرنس اور ۱۸۸۴ء میں ایف،اے پاس کیا۔اپریل ۱۸۸۵ء میں بیرسٹری کے لئے لندن کا رخ کیا۔اور ۸؍اکتوبر ۱۸۸۸ء کو بی،اے آکسن اور بارایٹ لا کی سند لے کر وطن واپس آئے۔ان کی صحت لندن ہی میں خراب ہوگئی تھی جو وطن آ کر بھی بحال نہ ہوسکی۔مجبوراً انہوں نے اپنے مرتبے سے نیچے اتر کر جنوری ۱۸۹۲ء میں الہ آباد ہائی کورٹ میں منصفی کا عہدہ قبول کرلیا۔پانچ برس چھ ماہ اس منصب پر فائز رہے۔علالت دن بہ دن بڑھتی گئی۔ بالآخر اسی بیماری میں ۲۹؍جون ۱۸۹۷ء کو اعظم گڑھ میں وفات پائی۔

(۳) علامہ شبلی کے برادر خرد حاجی محمد جنید نعمانی سب جج کان پور۔شبلی نیشنل اسکول اور علی گڑھ کالج سے تعلیم حاصل کر کے وکالت کا شغل اختیار کیا۔ترقی کر کے سب جج ہوئے۔۱۹۳۳ء میں دہلی میں وفات پائی، جہاں وہ علاج کے لئے گئے تھے۔اور دہلی ہی کی خاک کے سپرد ہوئے۔

ooo

[۳]

مولوی رحمٰن علی (۱) کے نام

[۱]

جناب مکرم مولوی رحمٰن علی خاں صاحب دام مجدہ
ممبر کونسل ریاست ریواں

تسلیم!

جہاں تک مجھ کو معلوم ہے جامہ کا رواج ہندوستان کے سوا اور کہیں نہ تھا۔ دولت عباسیہ اندلس، اتاترک کے لباس کا حال کتابوں میں ملتا ہے، وہ جامہ سے بالکل الگ ہے۔ یہاں اس کا رواج غالباً اکبر کے عہد سے ہوا۔ لیکن کسی خاص حوالہ کا مجھ کو علم نہیں۔ آپ کی کتاب تذکرۃ العلماء کب تک تیار ہوگی۔ (۲)

المامون چھپ رہی ہے۔ والسلام

شبلی

۲۶؍نومبر ۱۸۹۰ء

(ماخذ: علمی نقوش ص ۲۴۴)

تعلیقات و حواشی

(۱) ممتاز عالم و مصنف اور مشہور کتاب ''تذکرہ علمائے ہند'' کے مولف محمد عبدالشکور بن حکیم شیر علی صدیقی معروف بہ مولوی رحمٰن علی [۱۸۲۸-۱۹۰۷ء] ایک ہندو ریاست ریواں مدھیہ پردیش میں ایک

معزز عہدہ پر فائز تھے۔اس ریاست کا ہندو راجہ نہایت شریف اور معزز شخص تھا۔اس نے ان کا نام ان کے بڑے بھائی امان علی کے وزن پر رحمٰن علی تجویز کیا۔اخراجات کے لئے راجہ نے کئی گاؤں مولانا رحمٰن علی کے نذر کئے تھے۔جس کی آمدنی انہوں نے مساجد کے اخراجات کے لئے وقف کردی تھی۔

خان بہادر مولوی رحمٰن علی جس وقت تذکرہ علمائے ہند قلم بند کررہے تھے علامہ شبلی سے جامہ کے رواج کے سلسلہ میں معلومات دریافت کی تھیں۔علامہ شبلی نے اسی کے جواب میں یہ خط لکھا ہے۔اس خط سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ دونوں کے پہلے سے مراسم تھے۔

(۲) صحیح نام تذکرہ علمائے ہند ہے۔اس میں ہندوستان کے نہایت نامور اور ممتاز علماء کا تذکرہ لکھا گیا ہے۔یہ ایک بے حد وقیع کتاب ہے۔اس میں علامہ شبلی کا بھی تذکرہ ہے۔اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔[تذکرہ علمائے ہند مترجمہ محمد ایوب قادری۔پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی،۱۹۶۱ء]

ooo

[۴]

امیر مینائی (۱) کے نام

[۱]

جناب من!　　　تسلیم۔

نامہ مبارک ورود فرما ہوکر میری عزت افزائی کا باعث ہوا۔ میں ابتک ضعف میں مبتلا ہوں۔ اگرچہ ممکن ہے کہ امیر اللغات کے متعلق اپنے خیالات منفرداً عرض کروں۔ لیکن سید صاحب سے کچھ مشورت اور مباحثہ کے بعد کچھ لکھنا زیادہ مناسب نہ ہوگا۔ جو عظیم الشان قومی کام آپ نے شروع کیا ہے، ملک کو عموماً اس کی نسبت ہمدردی ہے، بلکہ سچ یہ ہے کہ عام طور پر لوگوں کو اس ابدی احسان کا اعتراف ہے۔ امیر اللغات کا نمونہ مطبوعہ مجھ کو عنایت ہو کہ اس وقت غور سے دیکھنے کا موقع حاصل ہے۔

اگر آپ معاف فرمائیں تو میں یہ عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ ٹکٹ جو نامہ مبارک پر چسپاں ہوتا ہے اس عقیدت اور نیازمندی میں کمی کا باعث ہوتا ہے جو مجھ کو آپ کے ساتھ ہے۔ امید ہے کہ آیندہ اس عطیہ سے محروم رہوں۔

میں تعطیل کی وجہ سے مکان پر ہوں۔ لیکن مصمم قصد ہے کہ اس تعطیل کے چندروز رامپور میں بسر کروں۔ اس طرح پر شرف قدم بوسی کا موقع بھی حاصل ہوگا۔ غالبًا اکتوبر کے مہینہ میں رامپور پہنچوں۔

شبلی نعمانی

۳۰/اگست ۱۸۹۰ء

(غیر مطبوعہ، عطیہ اسرائیل مینائی مرحوم)

تعلیقات و حواشی

(۱) امیر احمد، امیر مینائی [۱۸۲۹-۱۹۰۰ء] اردو شاعری کے اخیر دور کے ایک تاجدار تھے۔ ان کا تعلق مخدوم شاہ مینا کے خانوادے سے تھا۔ ۲۱ر فروری ۱۸۲۹ء کو لکھنو میں پیدا ہوئے۔ یہیں ان کی تعلیم و تربیت بھی ہوئی۔ شعر و ادب سے دلچسپی بچپن سے تھی اور تاحیات قائم رہی۔ مختلف علوم و فنون، شعر و ادب کے ساتھ طب، علم جفر اور علم نجوم سے بھی واقف تھے۔ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۰۰ء کو شعر و ادب کا یہ نیر تاباں غروب ہوا۔

متعدد دواوین اور نثری تصنیفات و تالیفات ان کی یادگار ہیں، لیکن ان کا ایک بڑا اہم اور قابل ذکر کارنامہ ''امیر اللغات'' کی تدوین و تصنیف ہے۔ جو اگرچہ نامکمل رہی، تاہم اس کی دونوں جلدوں کو دیکھنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ انتہائی بلند معیار پر یہ علمی کام ہو رہا تھا۔ افسوس امیر مینائی اس کی ناتمامی کا داغ اپنے ساتھ لے گئے۔

علامہ شبلی نعمانی [۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] سے ان کے کسی مراسم کی تفصیل کہیں دستیاب نہیں ہوئی۔ ان کا زیر نظر غیر مطبوعہ مکتوب چندروز ہوئے امیر مینائی کے پوتے جناب اسرائیل مینائی مقیم کراچی نے ہمارے کرم فرما اور مصنف جناب محمد راشد شیخ صاحب کو ہدیہ کیا تھا اور انہوں نے از راہ محبت ناچیز کے حوالہ کیا۔ افسوس ۸ر جولائی ۲۰۲۱ء کو اسرائیل مینائی نے رخت سفر باندھا۔ انا للہ۔

○○○

[۵]

مولانا ارشاد حسین رامپوری (۱) کے نام

[۱]

مخدومی ومطاع مادامت افضالہم پس از ادائے مراسم تحیت وتسلیم آنکہ ملازمان عالی کو معلوم ہو کہ بہت جدوجہد سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری لکھ رہا ہوں، جس کے لئے میں نے بہت سے موادتاریخی فراہم کئے۔اس وقت جو جزو زیر تحریر ہے وہ ان کے فتاوے ہیں۔ ''عقود الجمان'' میں ان کے چند فتاوے مذکور ہیں، لیکن دو جگہ مجھ کو شک پیدا ہوا، اس لئے ان کو عرض کرتا ہوں کہ تشفی فرمائی جائے۔اصل عبارت لکھ کر شبہہ لکھتا ہوں:

قال ابوحنيفة ياابا الخطاب ماتقول في رجل غاب عن اهله اعواماونعي اليهافظنت امرأته انه ميت فتزوجت ثم قدم زوجهاالاول وقدولدت ولداًفنفاه الاول وادعاه الثاني اكل واحد منهمااقذفهماام الذي انكر الولد ماالجواب فيها.

مجھے اس میں شبہ یہ ہے کہ دونوں زوجوں میں سے کسی نے اس کو زانیہ نہیں کہا پھر قذف کے کیا معنی، باقی یہ امر کہ ولدیت کے ادعا اور انکار سے ضمناً قذف لازم آتا ہے۔اس پر دو سوال ہیں [۱] کیا ایسی دلالت التزامی سے قذف کا جرم قائم ہوسکتا ہے؟ [۲] وہ عورت درحقیقت زانیہ ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کیا واقعیت کا اظہار قذف میں داخل ہے؟۔ایسا تفصیلی جواب عنایت ہو جو اصل مسئلہ کو حل کردے اور امام صاحب کے اس سوال کی حقیقت کھول دے۔

دوسرا فتویٰ یہ لکھا ہے کہ چند آدمی ایک جگہ بیٹھے تھے۔ایک شخص پر سانپ آ کر گرا۔اس نے دوسرے پر پھینک دیا۔اسی طرح تین چار آدمی تک نوبت پہنچی۔اخیر میں اس نے ایک شخص کو

کاٹ لیا اور وہ مر گیا۔ امام صاحب نے فتویٰ دیا کہ اگر گرنے کے ساتھ سانپ نے کاٹا تو اخیر پھینکنے والے پر دیت لازم آئے گی اور اگر وقفہ ہوا تو کسی پر نہیں۔ اس پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص نے پھینکا یہ اس کا اضطراری فعل تھا، اس اضطراری فعل پر وہ کیوں ماخوذ ہو؟ فقہ میں اس کے متعلق کیا امر قرار دیا ہے۔ جواب جلد تر مرحمت ہو، ورنہ میرا حرج ہوگا۔(۲) فقط

شبلی

(ماخذ: فتاویٰ ارشادیہ، حصہ اول ص ۲۰۱-۲۰۲)

تعلیقات وحواشی

(۱) مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری[۱۸۳۳-۱۸۹۷ء] علامہ شبلی کے استاذ فقہ تھے۔ علامہ نے ۱۸۷۴ء میں رام پور میں ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ شاگرد استاذ کی وسعت نظر، اصابت رائے اور مجتہدانہ ژرف نگاہی کا ہمیشہ مداح رہا۔[حیات شبلی ص ۹۵]

(۲) اس کا جواب مولانا رشاد حسین رامپوری نے یہ دیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ. از محمد ارشاد حسین عفی عنہ، مولوی صاحب محبی ومخلصی مولوی محمد شبلی صاحب **وفقهم الله سبحانه رضائه.** پس از سلام مسنون مطالعہ نمایند رقیمہ بورود مسعود باعث مسرت وکاشف مندرجہ شد حال کم فرصتہائے فقیر آں مخلص را معلوم است، پس بقدر ضرورت جواب رفع اشتباہ کلمہ چند نوشتم وتفصیل آں بروقت ملاقات وحصول فرصت موقوف است۔

یہ شبہ جو کیا کہ صورت مذکورہ میں دونوں زوجوں میں سے کسی نے اس کو زانیہ نہیں کہا پھر قذف کے کیا معنی، اس کا جواب یہ ہے کہ تحقق قذف میں صراحۃً لفظ زانیہ کہنا نہیں لازم ہے بلکہ جو لفظ ایسا ہو کہ اس سے مقذوف پر تہمت زنا وارد ہو، وہ شرعاً قذف مصطلح ہے۔

قال فی تفسیر روح البیان :والقذف بالزنا ان یقول العاقل لمحصنة یازانیة یاابن الزانی یا ابن الزانیة یا ولدالزنااولست لابیک یاابن فلان انتهی.(۲)

وقال فی الدرالمختار :والمسلم الحرالبالغ العاقل العفیف بصریح الزنااوبقوله زنات فی الجبل اولست لابیک اولست یاابن فلان لابیه المعروف به انتهی. (۳)

اور جب یہ امر واضح ہو گیا کہ انکار ولدیت والد معروف سے قذف متحقق ہو جاتا ہے **کما قال لست بابن فلان.** پس یہ کہنا کہ ولدیت کے انکار سے ضمناً قذف ہوتا ہے صحیح نہیں ہوا بلکہ انکار ولدیت صراحۃً منجملہ الفاظ قذف ہے، پس سوال اول مندفع ہوا، اس لئے کہ یہ روایت التزامی نہیں ہے بلکہ موافق وضع شرعی کے دلالت مطابقی ہے اور جرم قذف اس سے ثابت۔

اور وہ جو سوال ثانی میں کہا وہ عورت درحقیقت زانیہ ہوئی یا نہیں، جواب اس کا یہ ہے کہ وہ عورت زانیہ نہیں ہوئی، بلکہ موطوء ہ بالشبہ ہوئی اور موطوء ہ بالشبہ شرعاً زانیہ نہیں ہوتی، **قال فی ردالمختار ان الزنی فی اللغة والشرع بمعنی واحد وھووطء الرجل المرأة فی القبل فی غیرالملک وشبھته.** (۴) انتہی اور تحقق شبہ ملک کا اس محل میں بسبب تحقق نکاح ثانی کے بعد سننے خبر انتقال شوہر اول کے ظاہر ہے۔

وقال فی الھدایه : من تزوج امرأة لایحل له نکاحھافوطئھالایجب علیه الحد عند ابی حنیفةؒ لکنه یوجع عقوبةً اذاکان علم بذلک انتھی. (۵) اور جب وہ عورت زانیہ نہ ہوتی تو محصنہ عفیفہ ہوئی پس نفی ولدیت سے تہمت زنا اس پر قائم ہوئی اور قذف اس کے حق میں متحقق اور نسب اس ولد کا شوہر اول سے ثابت ہے۔

وقال فی العالمگیریة :غاب عن زوجته ونعی الیھازوجھافاعتد وتزوجت بآخرفولدت فالولدعندالامام للاول نفاہ الاول اوادعاہ اوادعاہ الثانی اونفاہ لاقل من ستة اشھر من سنتین وللزوج الثانی ان یدفع الزکٰوة الیھم وتقبل شھادتھم له کذا فی الوجیزللکروری انتھی. (۶) اس سبب سے تو ہم اس کا پیدا ہوا کہ زوج ثانی نے دعوت ولد دے کر کے اس پر تہمت زنا لگائی اس لئے کہ فی الواقع وہ عورت بحکم شرع زوجہ ہے شوہر اول کی اور نسب ولد کا بھی اس سے ثابت ہے، پس دعوت زوج ثانی کا یہ مفاد ہے کہ میں نے اس سے زنا کیا، اب واضح ہوا کہ احتمال

قذف محصنہ کا دونوں شوہروں کی جانب سے ساتھ نفی ولد کے اول سے اور ساتھ دعوت ولد کے ثانی سے قائم ہے، پس امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے واسطے امتحان قتادہ کے دعوی فقاہت میں یہ سوال کیا یعنی قتادہ اگر احدہما کو قاذف قرار دیں گے تو وجہ تحقق قذف کی جانب ثانی سے پیش کی جائے گی اور اگر دونوں کو قاذف ٹھہرائیں گے تو دلیل صوری نفی قذف کی کہ وہ صورت تحقق زنا سے ظاہر کی جائے گی اور اگر کسی کو قاذف نہ کہیں گے تو دلیل تحقق قذف ہر ایک کی گذاری جائے گی، اس صورت میں دعوی فقہ شناسی کا صدق یا کذب واضح ہوجائے گا۔

اور جواب سوال ثانی کا یہ ہے کہ اول تو پھینکنے والا سانپ کا پھینکنے میں اوپر جلیس کے مضطر نہیں ہے ممکن تھا کہ علاحدہ جلیس سے پھینکتا، پس پھینکنا جلیس پر باختیار ہوا اور علی التسلیم لزوم دیت میں فعل اختیاری شرط نہیں ہے، البتہ قصاص میں اختیار اور عمد شرط ہے، اسی واسطے قتل شبہ اور خطائیں مثلاً سوتے میں کسی نے کروٹ لی یا گر گیا اور اس سے کوئی دیگر شخص مر گیا تو دیت دینا لازم آئے گا، یہاں فعل اختیاری کہاں ہے، بالجملہ دیت کہ ضمان بالمال ہے اس میں اختیار شرط نہیں ہے۔ **وهو مما لا يخفى على الماهرين فقط والله سبحانه اعلم وعلمه اتم.(۷)**

العبد المجیب محمد ارشاد حسین احمد عفی عنہ

(۲) روح البیان ج ۲ سورہ نور آیت ۴ ص ۴۶

(۳) الدر المختار، باب حد القذف ص ۳۴۸-۳۴۹

(۴) رد المختار علی الدر المختار ج ۳ کتاب الحدود ص ۱۴۱

(۵) ہدایہ اولین باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ ص ۳۸۱، امطبع العلوی لکھنو ۱۲۸۷ھ

(۶) الفتاوی العالمگیریہ ج ۱، باب النکاح الفاسد واحکامہ ص ۴۷۶، المطبع الطبی ہوگلی، بنگال در سنہ ۱۲۵۸ھ۔

[ماخذ: فتاوی ارشادیہ جلد اول ص ۲۰۱-۲۰۲]

○○○

[۶]

مولوی خلیل الرحمٰن سہارنپوری (۱) کے نام

[۱]

جناب من! السلام علیکم

جلسۂ انتظامیہ [ندوہ] مورخہ ۱۴ر جون ۱۹۱۴ء کا ایجنڈا پہنچا۔ اس زمانہ میں غالباً میں ان اطراف میں نہ رہوں گا۔ میری صحت اب اس کی مقتضی نہیں کہ میں سیرت نبویؐ کے سوا زیادہ تر اور کسی طرف متوجہ ہوسکوں۔ بعض ضروری امور گزارش ہیں:

۱- جلسۂ دہلی کے متعلق میری رائے ہے کہ اس کا منشا ارکان ندوہ کی توہین یا شکست نہ تھی بلکہ صرف یہ تھی کہ چوں کہ تین چار دفعہ خود ندوہ کے مختلف اور متعدد ارکان کی طرف سے اصلاح کی کوشش ہوچکی۔ مولوی عبدالباری صاحب (۲) اور میرزا ظفراللہ خاں صاحب (۳) کے خطوط مطبوعہ اور یادداشت مطبوعہ سب کے پیش نظر ہیں۔ باوجود اس کے کوئی توجہ نہیں دی گئی، اس لیے بعض لوگوں نے یہ مناسب خیال کیا کہ یہ مسئلہ پوری قوم کے سامنے لایا جائے، لیکن بعض لوگوں نے غلط فہمی سے یہ سمجھا کہ [اس کا مقصد] کسی شخص کو معتمد یا ناظم بنانا ہے یا موجودہ کارکن صاحب کو برطرف کرانا ہے، اس لیے نہایت فریق بندانہ جوش پیدا ہوا۔ لیکن جلسہ میں ایک حرف ان امور کے متعلق نہیں کہا گیا۔ صرف چند اصحاب منتخب ہوئے کہ دستور العمل کے اصلی نقائص اور اس کی عدم پابندی کے متعلق اصلاحی اسکیم مرتب کریں۔ یہ اسکیم غالباً خود ارکانِ ندوہ کے سامنے پیش ہوگی۔ اس بنا پر جلسۂ دہلی کی کارروائی کے ساتھ مخالفت کی بہ ظاہر وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ سچ تو یہ ہے کہ ندوہ اب بالکل نئے سرے سے باقاعدہ ہونے کا محتاج ہے۔

۲-مولوی عبداللہ صاحب (۴) کی رپورٹ متعلق اسٹرایک دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ اس میں بعض باتیں تو ایسی ہیں جن کی شہادت صرف خدائے عالم الغیب پر محمول ہے۔ مولانا عبداللہ صاحب نے ایک نہیں متعدد دفعہ مجھ سے صحیح بخاری کے سبق روکنے پر اپنی مجبوری بیان کی اور کہا کہ میں کیا کروں؟ ناظم صاحب سے متعدد دفعہ نماز کے اوقات میں مسجد میں ملاقات ہوتی ہے اور وہ ہر دفعہ مجھ سے کہتے ہیں کہ بخاری پڑھنے والے لڑکوں کو خارج کر دیا یا نہیں؟ لیکن اب تک میں نے نہیں خارج کیا۔ میں نے کہا کہ آپ ان سے حکم لکھوا لیجیے۔ اس پر فرمایا کہ وہ باہر چلے گئے ہیں، آئیں گے تو میں لکھواؤں گا۔ پھر یہ بھی کہا کہ ان کے واپس آنے تک لڑکے اگر بخاری پڑھیں تو مجھے اعتراض نہ ہوگا۔

اب اگر مولانا موصوف ان واقعات سے منکر ہوں تو خدائے عالم الغیب کے سوا اور کون اس کا فیصلہ کرنے والا ہے۔؟

باقی قانونی حیثیت سے تو اس کی یہ کیفیت ہے کہ ندوہ جب سے قائم ہے، لڑکے باہر اساتذہ وغیر اساتذہ سے پڑھتے تھے۔ خود اس زمانہ میں جب یہ واقعہ پیش آیا، بہت سے لڑکے اور اسباق ......مثلاً خلیل صاحب [شیخ محمد عرب صاحب کے فرزند] سے..........۔ بخاری شریف کے سبق کے متعلق چوں کہ مولانا نے براہِ راست مجھ کو مخاطب کیا ہے، اس لیے یہ چند سطریں لکھنی پڑیں۔

۳-اسی رپورٹ میں میرے دارالاقامہ کے تعلق کا بھی ذکر ہے۔ اس کے متعلق کوئی شکایت ہے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں، لیکن دارالاقامہ میری نگرانی میں کبھی براہِ راست نہیں رہا جو مہتمم ہوتا تھا، اسی سے اس کا تعلق رہتا تھا۔ یہ امور ضابطہ کی حیثیت سے لکھے گئے:

خاص طور پر میری یہ گزارش ہے کہ یہ جائے اس کے کہ باہمی مخالفت میں دو قوتیں ہمیشہ ٹکراتی رہیں، اسلامی (مصالح) کا یہ اقتضا ہے کہ دو تین شخصوں کو حکم مان کر تمام معاملات ان کے ہاتھ میں دے دیجیے جو فیصلہ وہ لوگ کریں سب منظور کرلیں۔ پھر وہ جلسۂ انتظامیہ میں باقاعدہ منظور ہو جائے۔ ورنہ تمام ہندوستان میں ہم سب کی سخت تضحیک ہو چکی اور ہوتی رہے گی۔ اس

وقت اس بحث سے بھی قطع نظر کیجیے کہ جھگڑا کہاں سے شروع ہوا؟ کیوں کہ ہر فریق یہی سمجھتا ہے کہ دوسرا فریق برسرِ ناحق ہے۔ ایسے اشخاص خود ندوہ میں موجود ہیں، جن کی دیانت پر فریقین کو اعتماد ہے۔

ممبروں کی خالی شدہ جگہوں کے لیے اشخاصِ ذیل موزوں ہیں:

ڈاکٹر ناظر الدین حسن، بیرسٹر (۵)

مسٹر ممتاز حسین، بیرسٹر (۶)

مولوی آزاد صاحب سبحانی کان پور (۷)

مولوی سید سلیمان پونہ، دکن (۸)

شبلی

۲۵ رمئی ۱۹۱۴ء

(ماخذ: حیات شبلی ص ۵۱۰-۵۱۲)

تعلیقات و حواشی

(۱) مولوی خلیل الرحمٰن سہارن پوری [م: ۴ رفروری ۱۹۳۶ء] مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کے صاحبزادے اور دارالعلوم ندوہ کے نائب ناظم رہے۔ یہ علامہ شبلی کے استاذ بھائی تھے۔ مگر انہوں نے علامہ شبلی کی مخالفت کی گویا قسم کھالی تھی اور ہر معاملہ میں ان سے اختلاف کیا اور جس قدر تکلیفیں پہنچا سکتے تھے اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور علامہ شبلی کے ندوہ کے متعلق تمام کارناموں اور کاوشوں پر خاک پھیر دی۔ چونکہ ان کے ہم نوا بعض وہ علما بھی تھے، جنہیں بعد میں نظامت کا موقع ملا تو انہوں نے ان کے علم وفضل کا عمدہ مرقع پیش کیا اور قصداً علامہ شبلی کے کارناموں کو کم کر کے دکھایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علامہ شبلی کی عظیم الشان خدمات ندوہ سے بعد کی نسلیں صحیح طور پر واقف نہ ہو سکیں۔

(۲) مولوی عبدالباری فرنگی محلی

(۳) میرزا ظفر اللہ خاں: تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

(۴) شمس العلماء مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی [م: ۷؍نومبر ۱۹۳۰ء] ہندوستان کے مشاہیر علماء میں تھے۔ مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کے شاگرد تھے۔ اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر رہے۔ اخیر میں ندوہ کے مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے تھے۔ ندوہ اور علامہ شبلی سے متعلق ان کے کئی مراسلے روزنامہ پیسہ اخبار میں راقم کی نظر سے گذرے ہیں۔

(۵) نواب ناظر یار جنگ ڈاکٹر ناظر الدین حسن بیرسٹر۔ جج حیدرآباد ہائی کورٹ۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کے ہم زلف تھے۔ نیوتنی ضلع اناؤ کے رہنے والے تھے۔ علی گڑھ کے ابتدائی دور کے فیض یافتہ تھے۔ لندن سے بیرسٹری کی سند لی۔ دارالمصنّفین کی مجلس انتظامیہ کے رکن تھے۔ ۶؍جولائی ۱۹۶۶ء کو انتقال کیا۔

(۶) مسٹر ممتاز حسین بیرسٹر ایٹ لا: ندوہ کے اہم اور سرگرم لوگوں میں تھے۔

(۷) مولوی آزاد سبحانی کان پور [۱۸۸۲-۱۹۵۷ء] تحریک آزادی کے ایک مقتدر رہنما تھے۔

(۸) جانشین شبلی مولانا سید سلیمان ندوی جو اس وقت دکن کالج پونہ میں استاذ تھے۔

○○○

[۷]

نواب محسن الملک (۱) کے نام

[۱]

عالی خدمت جناب محسن الملک بہادر سکریٹری مدرسۃ العلوم علی گڑھ بجواب والا نامہ مورخہ ۳۱/مارچ ۱۹۰۰ء

میں فخر کے ساتھ دینیات کے صیغہ کی ممبری منظور کرتا ہوں، لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آج ۲/اپریل کو خط پہنچا ہے، تیسری تک کس ذریعہ سے علی گڑھ پہنچ سکتا ہوں۔ والسلام

شبلی نعمانی

۲/اپریل ۱۹۰۰ء

(ماخذ: سرسید جدید ذہن کے معمار ص ۱۵۹)

---

[۲]

مکرمی! تسلیم

جواباً عرض ہے کہ دفتر (۲) حیدرآباد میں ہے۔ میں نے مدت ہوئی لکھا اور جواب آیا کہ روانہ کیا جاتا ہے، اب تک نہ آیا۔ اب بہ تاکید مزید لکھا ہے۔

رجسٹر میرے پاس ہیں، وہ آج سکریٹری صاحب کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔

شبلی

لکھنؤ۔ ۲۰/فروری ۱۹۰۱ء (۳)

[ماخذ: ایجوکیشنل کانفرنس کے سو سال ص ۲۱۸]

---

[۳]

کون یہ گمان کرسکتا تھا کہ ایک شخص جس نے ۱۶ برس تک کالج کی وفادارانہ ملازمت کی ہو۔ جس نے اپنی مشہور تصنیفات کالج کو دیا ہو۔ جس نے اپنے مقدور کے موافق وقتاً فوقتاً کالج کی مالی اعانت کی ہو۔ جو اکثر کانفرنس کے جلسوں میں اب تک شریک ہوتا رہا ہے اور جو اب بھی یہ خواب دیکھتا رہتا ہے کہ اگر اس کو موجودہ تعلقات سے آزادی مل سکے تو پھر کالج کے احاطہ میں رہ کر سال کا بڑا حصہ کالج کی خدمت میں بلا کسی مالی معاوضہ کے صرف کرے۔ اس کی نسبت جب ایک گمنام چھٹی چھپے اور اس میں اس کی نسبت باغیانہ خیالات منسوب کئے جائیں تو نواب محسن الملک بلا اس دریافت کے کہ نویسندہ کون شخص ہے؟ اور اس کا کیا پایہ ہے؟ اور یہ کہ نویسندہ نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ کسی پبلک موقع کا واقعہ ہے یا پرائیویٹ استراق سمع ہے، اس خط کو چھاپ دیں اور پھر تمام قوم میں ایک غلغلہ برپا ہو جائے اور لوگ اس کی بنیاد پر مضامین کا تار باندھ دیں، اِنَّ ھٰذالَشَیٌ عُجَابٌ، ہمارے بزرگ مولانا حالی نے بالکل سچ کہا ہے:

اگر سن لیں کسی قومی جماعت میں شکر رنجی
ہزاروں ہوں گی یہ بدفال سن کر شادیاں ہم میں

مولوی بشیر الدین (۲) نے اس بات پر تو نواب محسن الملک کو ٹوکا کہ ایسا خط نہیں چھاپنا چاہئے تھا، لیکن خود بھی خط کو چھاپ دیا ''خوب شد کہ درنماز دم تر دم'' حالانکہ خط کا محض حوالہ دینا کافی تھا۔

بہرحال ہوا جو ہوا اور سمجھا جو کچھ لوگوں نے سمجھا۔ انگریزی میں ایک مثل ہے کہ ''الزام سے بچنا، اپنے آپ کو الزام میں ڈالنا ہے۔'' میں نے اس پر عمل کیا تھا اور اب اسی پر عمل کرنا چاہتا ہوں، ہمارے دوستوں کو اس قدر کان کا کچا اور ڈھل مل یقین نہ بننا چاہئے۔

والسلام

شبلی

حیدرآباد۔۱۹/اپریل۱۹۰۳ء

[ماخذ:علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ،مورخہ۲۵/اپریل۱۹۰۳ء،باقیات شبلی ص۱۹۰-۱۹۱]

تعلیقات و حواشی

(۱) مولوی مہدی علی خاں نواب محسن الملک [۱۸۳۷-۱۹۰۷ء] علی گڑھ تحریک کے کاروان اول کے رکن اور علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی رہے۔ علامہ شبلی سے بڑے گہرے اور بے تکلفانہ مراسم تھے۔ مدۃ العمر ان کی خواہش رہی کی علامہ شبلی علی گڑھ واپس آجائیں۔ اس کے لئے انہوں نے حکومت سے بھی گفتگو کر کے راہ ہموار کی مگر علامہ شبلی نے ندوہ کے آگے اپنے احباب کی بھی تمام خواہشیں رد کر دیں۔ ایک مرتبہ علامہ شبلی سخت علیل ہوئے تو نواب صاحب ان کی عیادت کے لئے اعظم گڑھ تشریف لائے اور شبلی منزل میں تین دن قیام کیا۔ ۱۹۰۷ء میں جب انہوں نے وفات پائی تو علامہ شبلی نے ''ہائے محسن الملک'' کے عنوان سے ماہنامہ الندوہ[اکتوبر۱۹۰۷ء] میں ان کا بڑا غم انگیز ماتم لکھا۔ (نقوش شبلی ص۶۸-۱۰۰)

(۲) خان بہادر مولوی بشیر الدین صاحب[۱۸۵۷-۱۹۵۶ء] ایڈیٹر البشیر اٹاوہ

(۳) خط کا سنہ درست نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ علامہ شبلی نے دسمبر۱۹۰۵ء میں انجمن ترقی اردو سے استعفیٰ دیا۔ اس کے بعد انجمن ترقی اردو کے کاغذات ان سے مانگے گئے اور انہوں نے یہ خط اس کے جواب میں نواب محسن الملک آنریری سکریٹری ایجوکیشنل کانفرنس کو لکھا ہے۔ اس کا سنہ ۱۹۰۱ء کے بجائے ۱۹۰۵ء ہونا چاہئے۔

نوٹ: نواب محسن الملک کے نام مکاتیب شبلی حصہ اول میں بھی دو ہی خطوط شامل ہیں۔ اس طرح ان کے نام کل چار خطوط دستیاب ہیں۔ حالانکہ دونوں کے درمیان بڑے گہرے اور دیرینہ مراسم تھے۔

ooo

[۸]

نواب اقبال یار جنگ (۱) کے نام

[۱]

عالی جناب!

فرمان عالی مورخہ یکم صفر ۱۳۱۲ھ علی گڑھ سے واپس ہو کر اعظم گڑھ میں جہاں میں آج کل مقیم ہوں ورود فرما ہوا۔

مجھ کو اس مجلس (۲) کی شرکت نہایت فخر و ابتہاج کے ساتھ منظور ہے۔ میں اس مجلس کے ساتھ مدت سے غائبانہ عقیدت رکھتا تھا۔ میرا سفر نامہ ترکی جولائی سنہ حال میں شائع ہوا ہے، میں نے اس میں ایک مناسب موقع پر اس مجلس کا ذکر کیا ہے اور اس کی علمی فیاضیوں کا اعتراف کر کے لکھا ہے کہ جو کچھ اب تک ہوا ہے ہم اس سے زیادہ فیاضیوں کے امیدوار ہیں۔ مجلس کے دستور العمل اور دیگر کاغذات اب تک نہیں پہنچے۔ ان کے آنے پر میں اپنی تجویزوں کو ایک مفصل یادداشت کی صورت میں پیش کروں گا۔

فقط

شبلی نعمانی

از مقام اعظم گڑھ

۱۵/اگست ۱۸۹۴ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، مئی ۱۹۳۰ء ص ۳۶۸۔ باقیات شبلی ص ۱۴۶-۱۴۷]

[۲]

عالی جناب!

نامۂ والا معہ قانون دائرۃ المعارف ورود فرما ہوا۔ میں اس وقت وطن میں ہوں اور سامان علمی میرے پاس جو کچھ ہے علی گڑھ میں ہے۔ ۲۵/اکتوبر۱۸۹۴ء کو کالج کھلے گا اس وقت ایک مفصل یادداشت مجلس مذکور کے متعلق تیار کر کے ارسال خدمت عالی کروں گا۔ اس میں ضروری مطالب یہ ہوں گے۔

۱۔ تصریح وتعیین کتب ائمہ فن قابل طبع۔

۲۔ ان کتابوں کی مختصر کیفیت جن سے اس کی خوبی اور ندرت کا اندازہ ہو۔

۳۔ تعیین مقامات جہاں سے وہ کتابیں دستیاب ہوسکتی ہیں۔

۴۔ طریقہ اشاعت کتب مطبوعہ جو مجلس کے سرمایہ کی ترقی کا سبب ہو۔

سفرنامہ بذریعہ ویلیو پیبل ارسال خدمت عالی ہوا۔ فقط

شبلی نعمانی

از مقام اعظم گڑھ

۱۲/ستمبر۱۸۹۴ء

(ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، مئی ۱۹۳۰ء ص ۳۶۸-۳۶۹۔ باقیات شبلی ص ۱۴۷-۱۴۸)

---

[۳]

یادداشت برائے دائرۃ المعارف النظامیہ

دفعہ:۱- میں نے جو یادداشت مجلس دائرۃ المعارف کے لئے تیار کی ہے، اس کا پہلا حصہ یہ ہے۔ اگرچہ یہ حصہ صرف قرآن مجید کے متعلق تصنیفات سے متعلق ہے، لیکن وہ اصول جو اس یادداشت کے ہر حصہ سے یکساں تعلق رکھتا ہے۔ اس موقع پر ظاہر کردینا ضروری ہے۔

دفعہ:۲۔ میرے نزدیک مجلس کا جو مقصد سب سے زیادہ مہتم بالشان ہونا چاہئے وہ یہ ہے

کہ قدماء کی تصنیفات زندہ کی جائیں، کیونکہ یہ امر عین الیقین کے درجہ تک پہونچ گیا ہے کہ فن کے اصلی مسائل انہی کی تصنیفات میں ملتے ہیں اور متاخرین کی طبع آزمائیاں زیادہ تر ان امور پر مقصود ہوتی ہیں جو محض خارجی ہیں اور جن سے اصل فن پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اس کے علاوہ قدماء کی تمام تصنیفات کا عام انداز مجتہدانہ ہوتا ہے اور اس وجہ سے ان کی تصنیفات سے مطالعہ کرنے والوں میں اجتہادی مذاق پیدا ہوسکتا ہے۔ بخلاف اس کے متاخرین کی تصنیفات تقلید کے محدود دائرہ سے کبھی باہر نکلنے نہیں دیتیں۔ اس امر کے بیان کرنے کے بعد میں اصل مقصود کی طرف رجوع کرتا ہوں یعنی جو اس حصہ یادداشت کا خاص مقصد ہے۔

یہ امر نہایت افسوس کے قابل ہے کہ آج کل جب کہ عربی علوم وفنون کی خدمت بڑی سرگرمی سے کی جارہی ہے اور جب کہ سیکڑوں عزیز الوجود تصنیفات چھپ کر شائع ہورہی ہیں۔ قرآن مجید کے ساتھ نہایت کم اعتنا کیا گیا ہے۔ نہ قرآن مجید کی نادر تفسیر چھاپی گئی اور نہ وہ کتابیں جو صرف قرآن مجید کی بلاغت وفصاحت یا مسائل کلامیہ یا احکام فقہیہ پر لکھی گئی ہیں، ان میں سے کوئی کتاب شائع کی گئی ہے۔ بے شبہ اس قسم کی کتابیں فی نفسہا کم ہیں، تاہم ہیں اور ان کے شائع ہونے سے قرآن مجید کے متعلق بہت سے نئے معلومات کا ذخیرہ مہیا ہوجائے گا۔ ان میں سے جو خود میری نگاہ سے گزری ہیں، ان کو میں ذیل میں لکھتا ہوں۔

بصائر ذوی التمیز فی لطائف القرآن العزیز ۔ یہ کتاب صاحب قاموس کی تصنیف ہے۔ وہ ہر سورہ کے متعلق وجوہ ذیل سے بحث کرتا ہے:

ا۔ سورہ کے اساس کن مضامین پر ہیں اور کیا مضامین اس میں ضمناً آگئے ہیں۔ اس کے ثبوت میں وہ خاص خاص آیتوں کو پیش کرتا ہے۔

۲۔ اس سورہ میں جن مضامین کو بیان کیا گیا ہے وہی مضامین جو دوسری سورتوں میں مختلف عبارتوں میں بیان کئے گئے ہیں، ان کے اختلاف الفاظ کی وجہ، اور یہ خاص پیرایہ کے ساتھ کیا وجوہ بلاغت مخصوص ہیں۔

۳۔ احکام فقہیہ وغیرہ۔

اس کتاب کے دوسرے حصے میں صرف ان الفاظ سے بحث کی ہے، جوقرآن مجید میں مختلف معنوں میں مستعمل ہوئے ہیں۔اس کتاب کی ضخامت پانچ چھ سوصفحوں کی ہےاور کتب خانہ عاشر آفندی قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ میں نے اس کتاب کو بغور پڑھا ہے، بے مثل کتاب ہے۔

اسرارالتنزیل: امام رازی کی تصنیف ہے۔صرف ان آیتوں سے بحث کی ہے جومسائل کلامی یا حقیقت و معارف سے متعلق ہیں، نہایت عمدہ کتاب ہے۔کتب خانہ خدیو میں ہے۔ ضخامت تقریباً چارسوصفحہ

اعجاز القرآن باقلانی: اعجازقرآن کے متعلق جس قدر کتابیں لکھی گئیں ہیں سب میں عمدہ ہے۔ابوبکرعربی نے اس کی نسبت میں کہا ہے **لم یُصَنَّفُ مِثْلُه**، ضخامت تقریباً تین سو پچاس صفحہ۔کتب خانہ خدیو میں ہے۔

روضة البلاغة: قرآن مجید میں جومضامین ہیں اوراس قسم کے مضامین جوشعرائے جاہلیت یامخضرین کے ہاں بندھے ہیں، ان کا موازنہ اورقرآن مجید کی ترجیح وجوہ بلاغت کے لحاظ سے، اس کا مصنف چھٹی صدی عیسوی کے آغاز میں تھا، کتب خانہ خدیو میں ہے۔ضخامت قریباً تین سوصفحہ۔

اعجاز القرآن ، لابن ابی اصبع: مولوی خدابخش خاں پٹنوی (۳) کے کتب خانہ (۴) میں ہے۔ان کے سوااگرنظم القرآن عبدالقادر جرجانی۔نظم القرآن جاحظ، اعجاز القرآن امام رازی، میسرآسکیں توان مذکورہ بالا کتابوں پربھی ترجیح ہے۔

دلائل الاعجاز عبدالقادر جرجانی میں بھی اکثرقرآن مجید کے حوالے ہیں اور یہ کتاب کتب خانہ اسعدآفندی واقع قسطنطنیہ میں موجود ہے۔

نقل وکتابت کا انتظام مصر سے بہ آسانی ممکن ہےاورآپ غالباً قسطنطنیہ سے بوجہ احسن انتظام کرسکیں۔اگر میری اس مختصر یادداشت پرکچھ لحاظ کیا گیا تو مجھ کوزیادہ ہمت ہوگی اورفن ادب و حدیث وتاریخ کے متعلق مفصل یادداشتیں پیش کروں گا۔

شبلی نعمانی

از علی گڑھ

۲۳رنومبر۱۸۹۴ء

[[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، مئی ۱۹۳۰ء ص ۳۶۹-۳۷۱]

---

[۴]

بعالی خدمت جناب نواب اقبال یار جنگ بہادر

معتمد مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ

مراسلہ مورخہ ۱۱ر رجب ۱۳۱۲ھ موصول ہوکر باعث شرف وافتخار ہوا۔ مجھ کوخوشی ہے کہ میری یادداشت مورخہ ۲۳رستمبر [نومبر] ۱۸۹۴ء معرض قبول میں آئی اور قابل لحاظ خیال کی گئی۔ متعاقب وقتاً فوقتاً اور علوم وفنون کے متعلق اس قسم کی یادداشتیں اور معروضات ارسال ہوتی رہیں گی۔ چونکہ مراسلہ سامی میں کتب کی اشاعت وفروخت کے متعلق استفسار ہوا ہے اس لئے اس عریضہ میں اس کے متعلق کچھ گذارش کرتا ہوں۔

اخبارات کے ذریعہ کتابوں کا جو اشتہار دیا گیا اگر چہ وہ خود ایک ناکافی تدبیر تھی، تاہم اس میں بھی کچھ کامیابی ہوسکتی تھی، بشرطیکہ اس تدبیر کو اچھی طرح برتا جاتا۔ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے، بہت کم اخباروں میں اشتہارات دیئے گئے اور دیئے بھی گئے تو صرف ایک ایک، دو دو دفعہ۔ اودھ اخبار، زمانہ، آزاد، نجم الاخبار، الوقت، اخبار عام، اردو گائڈ یعنی دارالسلطنت وغیرہ وغیرہ اخباروں (۵) میں بکرّات ومرّات اشتہارات دینا چاہیئے تھا۔ اشاعت کی اصلی تدبیر یہ ہے کہ ہندوستان کے وہ تاجر جو عربی کتابیں بیچتے ہیں اور جن کی آڑھتیں دور دور قائم ہیں، ان کے پاس ان کتابوں کے بہت سے نسخے رکھوا دیئے جائیں اور ان کو فی صدی ۲۵ کمیشن دیا جائے۔ وہ اپنی سالانہ فہرستوں اور آڑھتوں کے ذریعہ سے بہت آسانی سے کتابیں فروخت کردیں گے۔ البتہ اعتماد اور اطمینان کے لئے ان سے کسی قسم کی ضمانت حاصل کرنی چاہیئے۔ یہ تاجر ہمیشہ عربی کی بڑی بڑی کتابیں چھاپتے رہتے ہیں اور نکلتی جاتی ہیں۔ دارقطنی، تلخیص۔ الجبرا، فتح الباری۔ کس قدر ضخیم

کتابیں ہیں اور برابر فروخت ہوتی جاتی ہیں۔اس قسم کے سوداگروں میں مولوی عبدالاحد مالک مجتبائی دہلی(٦) کا کارخانہ آج کل بڑھا ہوا ہے۔اس کے ساتھ مصر و شام کے سوداگروں سے معاملہ کرنا چاہئے۔ان میں سے دو شخص جن کے نام و پتہ ذیل میں درج ہے،ان سے خط کتابت کرنا مناسب ہوگا:

۱۔سید عبدالواحد طوبی،قریب الجامعۃ الازہر قاہرہ،مصر(۷)

۲۔شیخ عبدالباسط الانسی (۸) المکتبۃ الانسیہ، بیروت،سوریا یعنی شام۔ یہ لوگ جواب میں تصریح سے لکھیں گے کہ ان کو کس طرح پر معاملہ کرنا منظور ہے ان کے اعتبار اور راست معاملگی کی میں قطعی شہادت دیتا ہوں۔کارکنان مطبع میں سے ایک شخص خاص اس قسم کے کاموں کے لئے مامور ہونا چاہئے۔

شبلی نعمانی

۲۰/جنوری ۱۸۹۵ء

[ماخذ:ماہنامہ معارف اعظم گڑھ،مئی ۱۹۳۰ءص ۳۷۱-۳۷۲۔باقیات شبلی ص ۱۵۱-۱۵۳]

تعلیقات و حواشی

(۱) مولوی سید معین الدین حسنی معروف بہ نواب اقبال یار جنگ[م:۱۳/اپریل ۱۹۰۳ء] بڑے ذی علم اور شعر و ادب کے دلداہ تھے۔ذوق ادب پختہ تھا۔خود بھی دادِ سخن دیتے تھے۔تخلص اقبال تھا۔حکمران حیدرآباد کے قریبی لوگوں میں تھے۔اور دربار سے انہیں اقبال یار جنگ کا خطاب ملا تھا۔

عماد الملک سید حسین بلگرامی اور ملا عبدالقیوم کی کوششوں سے مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ کا قیام عمل میں آیا۔اور وہی اس کے روح رواں بھی رہے۔چنانچہ اس نے بڑی خدمات انجام دیں۔نواب اقبال یار جنگ کئی برس تک مجلس دائرۃ المعارف کے اعزازی میر مجلس رہے۔ان کے اور علامہ شبلی کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی تھی اسے مولوی ہاشم ندوی صاحب نے ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں شائع کرادیا تھا۔

(۲) دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد کامشہور اور مایہ ناز اشاعتی مرکز تھا۔ یہاں سے بے شمار قدیم عربی مصادر ومراجع اوران کے تراجم شائع ہوئے۔ دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۸۸۰ء میں نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی، ملا عبدالقیوم اور مولانا انوار اللہ خاں کی تحریک اورکوششوں سے قائم ہوا۔ اوراس کی بڑی خدمات ہیں۔

(۳) مولوی خدابخش خاں [۱۸۴۲-۱۹۰۸ء] خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ کے بانی۔ سیوان بہار میں پیدا ہوئے۔ قانون کی تعلیم حاصل کی۔ وکالت کا شغل اختیار کیا حیدرآباد میں جج کے عہدہ پر فائز رہے۔ کتب خانہ کے قیام اوراس کی حفاظت اور ترقی کی کوششوں نے انہیں بڑی عزت بخشی۔

(۴) موجودہ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

(۵) اس عہد کے متعدد اخبارات کا علامہ شبلی نے ذکر کیا ہے۔ ان میں [۱] ہفتہ وار اودھ اخبار لکھنؤ۔ مدیر: منشی نول کشور، مالک مطبع نولکشور لکھنو، ۱۸۵۹ء میں جاری ہوا۔ [۲] ماہنامہ زمانہ کان پور۔ مدیر: منشی دیا نرائن نگم [۳] اخبار آزاد لکھنؤ۔ مدیر: حافظ احمد علی شوق قدوائی [۴] روزنامہ نجم الاخبار، میرٹھ۔ مدیر: محمد حیات۔ ۱۸۶۳ میں جاری ہوا۔ [۵] ہفتہ وار الوقت، گورکھپور، مدیراور مالک مولوی محمد سعید زآر تھے۔ ۱۸۹۲ء میں جاری ہواتھا۔ [۶] ہفت روزہ اخبار عام، لاہور، مدیر: گوپی ناتھ [۷] ہفتہ وار، دارالسلطنت کولوٹولہ کلکتہ سے نکلتا تھا۔ ۴؍مئی ۱۸۸۱ء کو شیخ احسان اللہ سوداگر دہلوی نے جاری کیا تھا۔ مدیر اور مہتمم مہتر اپرشاد تھے۔ (ملاحظہ تاریخ صحافت ج سوم]

(۶) مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی سے علامہ شبلی کے مراسم کتابوں کی خرید وفروخت کے سلسلہ سے قائم ہوئے۔ ندوہ کے ایک اجلاس میں شرکت کے لئے علامہ شبلی اور مولانا ابوالکلام آزاد تشریف لے گئے تو انہوں نے بڑی ضیافت کی۔ مکاتیب شبلی میں اور مقام پر بھی ان کا نام آیا ہے۔

(۷) یہ مصر میں عربی کتابوں کے ایک تاجر تھے۔

(۸) شیخ عبدالباسط الانسی: یہ بیروت میں کتابوں کے تاجر تھے۔

ooo

[۹]

مولانا مسیح الزماں خاں (۱) کے نام

[۱]

مکرمی مولانا! السلام علیکم

والا نامہ پہنچا۔ الحمد للہ کہ یہ بحث باسلوب احسن طے ہوئی۔ مسودۂ اشتہار میں نے پہلے سے تیار کر کے مولوی عبدالحی صاحب (۲) اور شروانی صاحب (۳) کے پاس بھیج دیا ہے۔ اب آپ مولوی عبدالحی صاحب کو تاکیداً لکھئے کہ سرکار میں درخواست دے دیں۔ ورنہ اس وقت تک اشتہار بھی شائع نہیں ہو سکتا۔ مضامین بقدر دو رسالہ کے میرے پاس تیار ہیں۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کو لکھا ہے کہ وہ بھی کچھ مضمون دیدیں۔ ایک ہی شخص کے مضمون نہ ہونے چاہئے۔ ایک دو پرچہ نکلنے کے بعد اور علماء اور اہل علم بھی مضمون نگاری کی طرف انشاء اللہ متوجہ ہوں گے۔

والسلام
شبلی

۲۴ رشعبان ۱۳۲۱ھ

[ماخذ: حیات مسیح ص ۱۲۸، اورینٹل کالج میگزین لاہور، ج ۵۶: ۱، شمارہ ۲۲۴ ص ۳۵]

تعلیقات و حواشی

(۱) مولانا مسیح الزماں خاں صاحب [۱۸۴۰-۱۹۱۰ء] شاہ جہاں پور کے رہنے والے، بڑے پایہ کے عالم اور نظام حیدر آباد کے استاذ تھے۔ ندوۃ العلما کے پرنسپل بھی رہے۔

۱۸۴۰ء میں شاہ جہاں پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد حیدرآباد آئے۔ اپنے بھائی مولوی محمد زماں خاں کی شہادت کے بعد نظام حیدرآباد کی اتالیقی پر مامور ہوئے۔ ان کا شمار حیدرآباد کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ دربار حیدرآباد میں ان کا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ آخر میں اپنے وطن شاہ جہاں پور مراجعت کی اور وہیں وفات پائی۔ ''حیات مسیح'' از محمد مظفر حسین سلیمانی ان کی سوانح عمری مطبع نول کشور، لکھنؤ سے ۱۹۱۱ء میں شائع ہو چکی ہے۔

(۲) مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی [م: ۲رفروری ۱۹۲۳ء] سابق ناظم ندوۃ العلماء۔

(۳) مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی [۱۸۶۷-۱۹۵۰ء] رئیس حبیب گنج علی گڑھ، سابق سکریٹری انجمن ترقی اردو

○○○

[۱۰]

نواب وقارالملک(۱) کے نام

[۱]

مطاعی!

والا نامہ پہنچا۔مسودہ پر آپ کی اصلاح نہایت مناسب اور موزوں ہے۔اگر چہ بعض جزئیات سے مجھ کو اختلاف ہے۔میرا قیام کالج ابھی یقینی نہیں۔خصوصاً اس وجہ سے کہ شاید یہاں کا تعلق حیدرآباد میں ناپسند ہو۔ایک صاحب نے میرے لیے یہ تحریک پیش کی تھی کہ مجھ کو صرف چھ مہینے کام کرنا پڑے،باقی زمانہ ۳؍مہینہ تعطیل رہتی ہے اور ۳؍مہینہ تک صرف دو کلاسیں پڑھتی ہیں۔کیونکہ یونیورسٹی کلاسوں ...... نکل نہیں سکتا،اس کے لیے اسکول کے کسی عربی مدرس کے دو گھنٹے لیے جا سکتے ہیں اور چونکہ میری تنخواہ میں سے (۶۰۰؍روپیہ) سال کی بچت ہو گی،اس لیے اگر مدرس کو کچھ معاوضہ بھی دینا پڑے تب بھی کالج کا نقصان نہ ہو گا۔یہ تجویز بظاہر مناسب ہے۔آپ کی کیا رائے ہے۔الفاروق نہایت اہتمام کے ساتھ چھپ رہی ہے۔والتسلیم۔

شبلی نعمانی

۲۹؍اکتوبر ۱۸۹۷ء(۲)

[ماخذ:خطوط وقارالملک ص۱۳۳،اورینٹل کالج میگزین لاہور،ج۵۶:۱،شمارہ۲۲۴ص۳۳]

---

[۲]

جنابِ مکرم و معظم سلام مسنون

آپ کو معلوم ہوگا کہ ندوہ کی حالت بہت زیادہ افسوسناک ہوگئی اور اس کا یہاں تک اثر ہوا کہ گورنمنٹ نے اس پر نوٹس لیا اور بھوپال سے (؟) روپیہ ماہانہ جو مقرر تھا وہ اس شرط پر روک لیا گیا کہ حالت موجودہ کی اصلاح کی جائے۔ اس بنا پر بعض معزز بزرگوں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ دہلی میں ایک عام جلسہ مسلمانوں کا کیا جائے، جس میں قوم کے پیش رو اصحاب جمع ہوں اور معاملات کے سلجھانے کی تدبیر نکالیں۔ جناب حکیم اجمل خاں صاحب اور دیگر معززین دہلی اور باہر کے معزز حضرات نے اس جلسہ کے لئے دعوت کے خطوط اور اعلان بھیجے ہیں۔ چونکہ ایک نہایت اہم اور قومی معاملہ ہے اس لئے آپ سے استدعا ہے کہ صرف چند سطریں اس مضمون کی تحریر فرمادیں کہ مسلمانوں کو دہلی کے مجوزہ جلسہ میں شرکت اس وقت ضروری ہے تا کہ ندوہ کے معاملہ کے روبراہ ہونے کی کوئی ایسی شکل پیدا ہو جس پر فریقین اور عام مسلمان اتفاق کرسکیں۔ یا یہ کہ قوم غلبہ آرا سے کوئی مناسب تدبیر اختیار کرسکے۔ آپ کے ہات کی صرف دو تین سطریں کافی ہوں گی اور یہ ایک بڑی قومی خدمت ہوگی۔ (۳)

شبلی نعمانی

۱۸/اپریل ۱۸۹۸ء (۴)

(ماخذ: خطوط وقارالملک ص ۱۳۳-۱۳۴)

---

[۳]

جنابِ من! تسلیم

اس وقت زیرِ رخصت ہوں اور ندوہ میں کام کرتا ہوں۔ میں نے تمام پہلوؤں پر غور کر کے یہ ضروری سمجھا ہے کہ آپ ندوہ کے ارکان انتظامی میں شامل ہوں۔ مولوی محمد علی صاحب (۵) اور ارکان کی بھی یہی رائے ہے۔ اس لئے آپ اس کے جواب میں اپنی منظوری ظاہر کر کے ہم لوگوں کی دلجمعی فرمائیں۔ والتسلیم

شبلی نعمانی

ندوۃ العلماء

۱۸/اگست ۱۸۹۸ء(۶)

(ماخذ: خطوط وقار الملک ص۱۳۴)

---

[۴]:

بخدمت جناب نواب انتصارِ جنگ دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

معمولی اطلاع دفتر سے جا چکی ہوگی، لیکن مزید احتیاط کے لئے گزارش ہے کہ اس جلسۂ ندوہ میں جو یکم۔ دوم مارچ کو ہوگا، آپ کا تشریف لانا ضروری ہے۔ نواب محسن الملک بہادر ضرور تشریف لائیں گے، لیکن اگر کالج کا جھگڑا نہ طے ہوا تو البتہ شاید نہ آسکیں۔

راجہ نوشاد علی خاں (۷) نے مجھ کو خط لکھا ہے کہ وہ ضرور شریک جلسہ ہوں گے۔ والتسلیم

شبلی

دفتر ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۹۰۷ء

[ماخذ: نقوش لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۹۔ باقیات شبلی ص ۲۰۴]

---

[۵]

مکرم و معظم!

السلام علیکم

صاحبزادہ (۸) کے یہاں آنے سے مجھ کو یہاں گوناگوں خوشی ہوئی۔ اولاً تو مدت کی نیازمندی کے ثبوت دینے کا موقع ملے گا۔ دوسرے ندوہ کی تعلیم وتربیت کی نسبت آپ کا ذاتی تجربہ ہو جائے گا۔ جو ندوہ کے لئے مفید ہوگا۔ نگرانی تعلیم میں خود کروں گا اور بالکل اپنا عزیز سمجھوں

گا، لیکن سخت مشکل یہ ہے کہ بورڈنگ میں مطلق جگہ نہیں۔ ذرا سا مکان ہے اور اس وقت ۹۲ بورڈر اس میں ہیں۔ ذرا ذرا سے حجروں میں ۵-۵ لڑکے رہتے ہیں۔ آس پاس مکان نہیں ملتے۔ میں نے ۴ لڑکے اپنے مکان میں رکھے ہیں۔ مولوی نذرالحسن منصف شہر (۹) کے گھر پر رہتے ہیں۔ (گو کھانا بورڈنگ میں کھاتے ہیں)۔ چار لڑکے ہیڈ ماسٹر کے ساتھ رہتے ہیں، اس لئے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ رہنے کا کیا بندوبست کیا جائے۔ فرض کیجئے مدرسہ کے قریب کوئی مکان مل سکے تو کیا آپ اس میں رہنا پسند فرمائیں گے۔ یہ مسئلہ حل ہو جائے تو اور سب باتیں حسب دل خواہ ہو جائیں گی۔ میں کل دلی جاتا ہوں، وہاں سے علی گڑھ آؤں گا اور آپ کی زیارت ہوگی۔ والسلام

شبلی نعمانی

ندوہ۔ ۱۰ر فروری ۱۹۱۰ء

[پس نوشت] کیا آپ اس کو پسند فرمائیں گے کہ صاحبزادہ منشی احتشام علی صاحب کی کوٹھی پر رہے، جہاں کہ منشی واحد علی صاحب کی نگرانی اور خبر گیری حاصل ہوگی۔

(ماخذ: خطوط وقارالملک ص ۱۳۴-۱۳۵)

تعلیقات و حواشی

(۱) نواب وقارالملک [۱۸۴۱-۱۹۱۷ء] کا نام مشتاق حسین تھا۔ اصلاً سراواں ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے مگر بچپن میں والد کے انتقال کے سبب ان کی والدہ امروہہ چلی آئیں اور پھر یہی ان کا وطن ٹھہرا۔ یہیں انہوں نے تعلیم حاصل کی اور یہیں ایک اسکول میں مدرس ہوئے، پھر محرر ہو کر مرادآباد آئے۔ قحط کے زمانہ میں سرسید احمد کا خاں کا تبادلہ مرادآباد ہوا تو انہوں نے نواب وقارالملک کو راحت کاری کے کاموں کا ذمہ دار بنایا، جسے انہوں نے بخوبی نبھایا۔ یہیں ایک دوسرے سے گہرے مراسم قائم ہوئے جو ہمیشہ باقی رہے۔ نواب وقارالملک نے مختلف عہدوں پر کام کیا۔ ریاست حیدرآباد سے بھی وابستہ رہے۔ پھر وہ علی گڑھ آئے اور سرسید کے کاموں میں ہاتھ بٹایا۔ مسلم لیگ کے قیام میں ان کی آراء کو بھی دخل تھا۔

وہ علی گڑھ میں بورڈ آف ٹرسٹی کے آنریری سکریٹری نامزد ہوئے۔ انہیں کے زمانہ میں مسلم یونیورسٹی کی تحریک برپا ہوئی اور انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں لگا کر اتنا چندہ جمع کیا کہ یونیورسٹی کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔ ۲۷ر جنوری ۱۹۱۷ء کو امروہہ میں وفات پائی۔

علامہ شبلی سے گہرے مراسم اور خط کتابت رہی۔ مکاتیب شبلی جلد اول میں ان کے نام ایک خط شامل ہے۔ اس مجموعہ میں درج پانچوں خطوط اس کے علاوہ ہیں۔ ان خطوط سے بھی گہرے ربط وتعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۲) خط کی تاریخ درست نہیں معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ الفاروق ۱۸۹۸ء میں پایہ تکمیل کو پہنچی اور ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی۔

(۳) اس خط پر علامہ شبلی کے دستخط کے بعد حکیم اجمل خاں کی یہ تحریر ہے کہ

مخدوم ومکرم

میں بھی اس درخواست میں شریک ہوں۔

اجمل

۱۸/اپریل ۱۸۹۸ء

[خطوط وقار الملک ص ۱۳۴]

(۴) خط کی یہ تاریخ بھی صحیح نہیں ہے۔ ندوہ کا جلسہ دہلی میں ۱۹۱۴ء میں حکیم اجمل خاں کی سربراہی میں ہوا تھا۔

(۵) مولانا محمد علی مونگیریؒ [تذکرہ آیندہ صفحات میں آرہا ہے۔]

(۶) راجہ نوشاد علی خاں [۱۸۷۰-۱۹۱۲ء] تعلقہ دار میلارائے گنج ضلع بارہ بنکی بڑے خوش اخلاق اور خوش باش شخص تھے۔ نیکی اور شرافت ورثہ میں ملی تھی۔ ملت کے بہی خواہ تھے۔ علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی اور مسلم لیگ کے نمایاں لوگوں میں تھے۔

اتالیق سے ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کیننگ کالج لکھنو میں پائی تھی۔ تاہم شاعر اور سخن فہم تھے۔ دیوان نوشاد مرتبہ راجہ تصدق اعجاز رسول کے دو ایڈیشن علی الترتیب ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۷ء میں شائع

ہوئے۔ سر انٹنی میکڈونالڈ کے ہندی اردو تنازعہ میں انہوں نے اردو کا ساتھ دیا اور گورنر کی مخالفت کی پروا نہیں کی۔

(۷) اس خط کی بھی تاریخ صحیح نہیں ہے۔ یہ جس وقت لکھا گیا علامہ شبلی علی گڑھ سے مستعفی ہو کر اپنے وطن اعظم گڑھ میں مقیم تھے، نہ کہ ندوہ میں۔

(۸) صاحبزادہ: یہ غالباً نواب صاحب کے صاحبزادے تھے۔ لیکن تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

(۹) مولوی نذر الحسن منصف شہر لکھنو: تفصیلات دستیاب نہ ہو سکیں۔

○○○

[۱۱]

مولانا اشرف علی ایم اے (۱) کے نام

[۱]

مولانا!

آپ کے فضل و کمال کا مجھ سے زیادہ کون معترف ہوگا؟ باوجود اس کے میں نے انجمن اردو میں آپ کو تکلیف نہیں دی۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں نے اس طرف آپ کے میلان کا کوئی ذکر نہیں سنا تھا۔ آج ایک صاحب کے خط سے کچھ امید بندھی تو یہ عریضہ لکھتا ہوں۔ روداد انجمن اردو ارسال خدمت ہے۔ سب سے بڑا کام لغات علمیہ (۲) کا ترجمہ ہے۔ ناگری پرچار سبھا نے سات جلدوں میں سائنٹفک لغت تیار کر لیا، لیکن ہمارے یہاں کون کرے گا۔ انگریزی داں عربی سے کورے ہیں و بالعکس۔ مصطلحات کمسٹری الگ چھپوالئے ہیں (۳)، وہ بھیجتا ہوں۔ کیا آپ اس کا کوئی حصہ ترجمہ فرما دیں گے۔؟ ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ ارسطو کی منطق کا جو انگریزی میں ترجمہ ہوگئی ہے، ترجمہ کیا جائے تا کہ موازنہ ہو سکے کہ مسلمانوں نے اس پر کیا اضافہ کیا (۴)۔ دوسرا کام میں کر دوں گا۔ لیکن کیا آپ پہلا کام کر دیں گے۔ غرض آپ اس مد میں جو کچھ کر سکیں اس سے مطلع فرمائیں۔

شبلی

حیدرآباد۔ ۴ رمئی ۱۹۰۴ء

[ماہنامہ معاصر پٹنہ، ستمبر ۱۹۴۲ء، ص ۳۲-۳۳]

تعلیقات و حواشی

(۱) علمائے صادق پور میں مولانا محمد اشرف علی [۱۸۴۳-۱۹۰۸ء] ایم اے عربی بڑے لائق فائق اور عالم فاضل شخص تھے۔علوم دینیہ کے ساتھ علوم جدیدہ انگریزی، ریاضی اور طب وغیرہ میں بھی انہیں کمال حاصل تھا۔کچھ دنوں تک اودھ اخبار لکھنو کے ایڈیٹر اور بنارس میں ریاضی کے اسسٹنٹ پروفیسر رہے۔فارسی کے بلند رتبہ شاعر تھے۔علامہ شبلی کے ان سے گہرے روابط رہے۔

(۲) ۱۹۰۳ء میں جب انجمن ترقی اردو قائم ہوئی اور علامہ شبلی اس کے سکریٹری منتخب ہوئے تو انہوں نے انگریزی اور عربی و فارسی کی اہم کتابوں کا اردو میں ترجمہ کا ایک بڑا منصوبہ بنایا۔لیکن ان تراجم سے پہلے متعلقہ علوم کے مصطلحات سے مترجمین کی واقفیت ضروری تھی، اسی کے لئے اس کی طرف توجہ دی گئی۔اس خط میں اسی کا ذکر ہے۔بعد میں انجمن ترقی اردو نے اس موضوع پر متعدد کتابیں شائع کیں۔

(۳) علامہ شبلی نے مترجمین کی سہولت کے لئے مصطلحات کمسٹری کا ترجمہ شائع کیا تھا،مگر ابتک اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوا ہے۔

(۴) علامہ شبلی کے انجمن کے دور نظامت میں یہ کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا۔بعد میں بھی شاید کسی نے توجہ نہیں دی۔البتہ علامہ شبلی نے ماہنامہ الندوہ میں یونانی منطق کی غلطیاں جو مضمون لکھا تھا، دراصل یہ اسی خیال کا تکملہ تھا۔

○○○

[۱۲]

مولانا محمد علی مونگیریؒ (۱) کے نام

[۱]

رخصت ملنے کی توقع نہیں اس لئے شاید کلکتہ نہ پہنچ سکوں۔ لیکن اب کی مرتبہ ندوہ میں اعلان کر دیجئے کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ سب چھوڑ چھاڑ کر ندوے کے آستانے پر آ بیٹھوں اور اپنی تمام عمر اس کی خدمت میں صرف کروں۔

شبلی

ناظم سر رشتہ علوم وفنون حیدر آباد دکن

[روداد ندوۃ العلماء ۱۹۰۱ء، ص ۱۰]

---

[۲]

مولانا!

خط پہونچا۔ مجھ کو افسوس ہے کہ آپ ایک مسلمان کی بات کا اعتبار نہیں کرتے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے بلا خیال میگزین میں مضمون دے دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ پارسال کی دیری کی وجہ سے تو نے ایسا کیا۔ بخدائے لایزال مجھ کو پارسال کا تصور تک نہ آیا تھا۔ میگزین میں لکچر کا چھپنا مقاصد کے لئے مفید ہے نہ مضر۔ میگزین سے نقل ہو کر تمام اخباروں میں چھپے گا اور ندوہ کا ذکر ساتھ ساتھ ہوگا۔ یہاں کانفرنس (۲) کے عمدہ مضامین اور نظمیں ہمیشہ روداد سے پہلے چھپ جاتی ہیں۔ مطبع پر سخت تاکید کی ہے۔ کل پرسوں تک ضرور روانہ کروں گا۔ دار العلوم کا قائم ہونا کانپور میں

کسی طرح نہیں ہوسکتا(۳)۔فیض عام(۴) کے نام کے ساتھ دارالعلوم کا مستقل خیال ہرگز لوگوں کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ نہ کوئی نیا جوش طبائع میں پیدا ہوگا۔جس کی وجہ سے چندہ کی زرکثیر کی توقع کی جائے۔حافظ صاحب(۵) میرے بھی دوست ہیں،لیکن ان کی خاطر سے تمام مسلمانوں کے فائدہ کی بات کھوئی نہیں جاسکتی۔فیض عام کا نام لیا جائے تو فوراً بدگمانی پھیل جائے گی کہ ندوہ صرف فیض عام کے فائدہ کی غرض سے قائم ہوا تھا۔

کلکتہ میں ندوہ کا جانا بالکل بے فائدہ ہے۔ادھر کے علماء تو وہاں تک پہنچ نہیں سکتے۔ادھر کے علماء جب تک جاگیں یہاں کے جاگے ہوئے سوجائیں گے۔اس کے علاوہ وہاں کے مسلمان چنداں مالدار نہیں۔کلکتہ سے تو پٹنہ بہتر ہے۔لیکن میں تو حیدرآباد کے سوا اور کسی جگہ کا نام نہیں لے سکتا۔دارالعلوم کی تجویز وہیں سے پوری ہوسکتی ہے۔

افتاء کو ابھی نہ اٹھایئے۔ایک ساتھ ایسے دو بڑے کام چھیڑنے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں رہ جائیں۔لوگ اس کو تمنائے باطل سمجھیں گے اور دونوں میں سے ایک طرف بھی متوجہ نہ ہوں گے۔

دارالعلوم کی یادداشت لمبی ہوگی۔فرصت پاکر لکھوں گا۔اور دونوں امر کا خیال رکھوں گا۔

آج کل اتفاق سے تین تصنیفیں چھڑ گئیں۔الفاروق،حقوق الذمیین،الجزیہ کا ترجمہ عربی زبان میں۔جون میں مکان پر جاؤں گا،اس وقت فرصت ہوگی۔

شیعہ وسنی کے اتفاق کے لئے صحیح بخاری کے رواۃ پر نظر ڈالئے۔صحیح مسلم کی نسبت علماء کا قول ہے ملانِ من الشیعہ ۔ تدریب الراوی میں دونوں کتابوں کے رواۃ مبتدعین کی فہرست دی ہے، جن میں قدری، جبری(٦) سب ہی ہیں ۔ جب امام بخاری(۷) ان سے حدیث روایت کرتے تھے تو ہم لوگوں کو کیا تامل ہونا چاہئے۔والتسلیم۔

شبلی

۱۴رمئی ۱۸۹۵ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۱۸ء ص ۳۳۱-۳۳۲، باقیات شبلی ص ۱۵۵-۱۵۶]

[۳]

مولانا!

خط پہنچا،حتی المقدوراس طالب العلم کومدد دینے میں دریغ نہ ہوگا۔

کلکتہ ہی چلئے ،مجھ کو ہر جگہ چلنا منظور ہے۔البتہ ادھر کے علماءشریک نہ ہوں گےاور جو کچھ گرمی پیدا ہوتی ہے وہ بالکل ٹھنڈی ہوکر رہ جائے گی ۔مسودہ اور خط کا انتظار ہے۔اس کا چھپنا دو چارروز میں ممکن تھا،اس قدر عرصہ کیوں ہورہا ہے۔

نجم الاخبار کا آرٹکل آپ نے پڑھا ہوگا۔ناحق بیٹھے بٹھائے یہ جھگڑا خریدا گیا۔ندوہ کا وہی حال ہے''تو کارزمیں رانکوساختی''عوام کوقابو میں لانے کے لئے دیکھئے ندوہ کہاں کہاں پہنچتا ہے۔دوامر قطعی ہیں۔

۱۔حجاج کی بحث چونکہ سرکاری قانون کی نسبت نکتہ چینی ہے،اس لئے پولٹیکل ہے۔منشی اطہرعلی(۸)وغیرہ اس بحث کے رازداں نہیں ہیں۔

۲۔جس وقت یہ عام طور پر معلوم ہوجائے گا کہ ندوہ میں پولیٹکل بحثیں پیش ہوتی ہیں، قطعی سمجھ لیجئے کہ کل علماءمتفق ہوکر بھی ندوہ کونہیں چلاسکتے۔آپ کے اراکین انتظامیہ میں سے تمام عہدہ داران سرکاری وممبران میونسپل وغیرہ مستعفی ہوجائیں گےاور جلسوں میں کسی کومجال شرکت نہ ہوگی۔

بہرحال میرے نزدیک ندوہ کے لئے نازک زمانہ آتا جاتا ہے۔جن کوتاہ نظروں نے اس بحث کوچھیڑا ہے،ان کا کیا بگڑے گا،لیکن ندوہ کی حالت سنبھلنی مشکل ہوگی۔

والتسلیم

شبلی نعمانی

۲۰رمئی ۱۸۹۵ء

[ماخذ:ماہنامہ معارف اعظم گڑھ دسمبر۱۹۱۸ءص۳۳۳،باقیات شبلی ص۱۵۶-۱۵۷]

تعلیقات و حواشی

(۱) تحریک ندوۃ العلماء کے بانی اور پہلے ناظم مولانا محمد علی مونگیریؒ [۱۸۴۶-۱۹۲۷ء] بڑے عالم دین، ملی اور مذہبی حمیت وغیرت کا نمونہ تھے۔ عیسائیت اور قادیانیت کے خلاف ان کی متعدد تحریریں شائع ہوئی ہیں۔ مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کے تلمیذ اور مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کے مجاز بیعت تھے۔ علامہ شبلی سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ آخر تک دونوں تحریک ندوہ میں ساتھ ساتھ رہے۔ مذکورہ خط کے مباحث سے بھی ایک دوسرے سے مشورہ اور رائے لینے کا علم ہوتا ہے۔

(۲) آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس جس کے سالانہ اجلاس ملک کے مختلف شہروں میں منعقد ہوتے تھے اور اس کی سالانہ رپورٹ پابندی سے شائع ہوتی تھی۔ ۲۷/برس تک علامہ شبلی اس کے ایک سرگرم رکن رہے۔

(۳) مولانا محمد علی مونگیریؒ کی خواہش تھی کہ دارالعلوم ندوہ کان پور میں یا کلکتہ میں قائم کیا جائے۔ علامہ شبلی اسے مفید نہیں خیال کرتے تھے۔ مگر ایک موقع پر مجبوراً راضی بھی ہو گئے تھے۔

(۴) مدرسہ فیض عام کان پور جہاں تحریک ندوۃ العلماء کا پہلا اجلاس منعقد ہوا تھا۔

(۵) حافظ صاحب: یہ کون صاحب تھے، باوجود تلاش بسیار کے تحقیق نہ ہوسکی۔

(۶) فرق اسلامی

(۷) امام بخاری [۸۱۰-۸۷۰ء] کے برابر درجہ کا محدث آج تک پیدا نہیں ہوا۔ انہوں نے تحصیل حدیث کے لئے عالم اسلام کے ممتاز مقامات، بلخ، مرو، نیشاپور، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، مدینہ، دمشق، عسقلان، حمص، قاہرہ وغیرہ کا سفر کیا اور وہاں کے محدثین سے اکتساب حدیث کیا۔ ان کی مؤلفات کی تعداد ۲۵/ بتائی جاتی ہیں، لیکن ان کا طرہ امتیاز الجامع الصحیح [بخاری] ہے۔ یہ عدیم النظیر کتاب ۱۶/سال میں مرتب ہوئی۔ امام بخاری نے چھ لاکھ احادیث میں سے چھ ہزار دوسو [۶۲۰۰] احادیث کا انتخاب کیا۔ صحیح بخاری ۱۸۶۸ء میں ہالینڈ اور ۱۸۷۹ء میں مصر سے شائع ہوئی۔

(۸) خان بہادر منشی اطہر علی کاکوروی [م: ۱۹۰۶ء]، وکیل، رئیس کاکوری ومشیر قانونی انجمن تعلقہ داران اودھ، آنریری مجسٹریٹ لکھنؤ۔ ندوہ کے ابتدائی سرگرم ہمدردوں میں سے تھے۔ انہوں نے علامہ شبلی

کی ہر موقع پر مخالفت کی۔ یہاں تک کہ ندوہ کے ایک اجلاس میں ان کی تقریروں پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا۔لیکن خود ان کی مخالفت ان کے ایک حریف [سندیلہ کے چودھری] نے حکومت سے شکایت کر کے کی، جس کے نتیجہ میں انہیں برطانوی ہند کو خیر باد کہنا پڑا اور وہ حیدر آباد چلے گئے اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔١٩٠٦ء میں وہیں وفات پائی۔

ooo

[۱۳]

احمد علی شوق (۱) کے نام

[۱]

تسلیم!

والا نامہ میری غیبت میں آیا، میں ایک ضروری کام سے وطن گیا ہوا تھا، آج واپس آیا ہوں۔ آپ نے جس عنایت اور لطف سے ایک نیاز مند کو یاد کیا ہے، اس کا شکر یہ کس زبان سے ادا ہوسکتا ہے۔

گلدستوں (۲) کا میں بھی بہت مخالف ہوں۔ نہ صرف اس لئے کہ مجھ کو ایشیائی شاعری سے اجتناب ہے بلکہ اسی لئے یہ چیز اجیرن ہوگئی۔ گلدستہ میں اگر بالالتزام شاعری کی حقیقت، عرب، فارس اور ہندوستان کی شاعری کی تاریخ، ان کا باہم موازنہ اور اس قسم کے امور پر محققانہ آرٹیکل ہوا کریں تو اشعار کا حصہ بھی پرمزہ، ورنہ چٹنی کو مستقل غذا بنانا ایک بے فائدہ کوشش ہے۔ نئے مذاق کی شاعری زیادہ نہیں چل سکتی۔ مولوی حالی صاحب کا میدان ہو چکا اور ان کی چال پر جو لوگ چلتے ہیں بالکل نقالی معلوم ہوتی ہے۔ تحقیقات شاعری کا عنوان لے کر ہر پرچہ میں کچھ نہ کچھ لکھا جائے تو البتہ ایک کام کی چیز ہوگی۔ لیکن اس کے ساتھ چھپائی اور کاغذ کی عمدگی بھی جب تک اول درجہ کی نہ ہو لوگ اس کی طرف توجہ نہ کریں گے۔

میں بہت کم شعر کہتا ہوں۔ دو تین سال میں ایک آدھ نظم ہو جاتی ہے اور وہ اسی وقت کسی اخبار وغیرہ میں شائع ہو جاتی ہے، اس لئے غیر مطبوعہ کلام پیش نہیں کرسکتا۔ الفاروق جواب چھپ رہی ہے، اس کے دیباچہ کے لئے کچھ اشعار موزوں کئے تھے، اب اس کے درج کرنے کا ارادہ

نہیں ہے۔ وہ البتہ غیر مطبوع ہے، اس لئے نذر خدمت ہے۔ لیکن گلدستہ میں اس کی کھپت کس تقریب سے ہوسکتی ہے۔؟ بہرحال تعمیل فرمایش کرتا ہوں:

زردہ ابھی ڈاک خانہ میں ہے، کل ملے گا۔ اس وقت رسید لکھ دوں گا۔

من کہ یک چند زدم مہر خموشی بر لب — کس چہ داند کہ درین پردہ چہ سودا کردم
محفل از بادۂ دو شینہ نیا سودہ ہنوز — بادۂ تندتر از دوش بہ مینا کردم
پیکرے تازہ کہ خواہم بہ حریفان بنمود — لختے از ذوقِ خودش نیز تماشا کردم
می تو انم کہ دمم درتن اندیشہ روان — منکہ دریوزۂ فیض ازدمِ عیسیٰ کردم
شاہد راز کہ کس پردہ زرویش نگرفت — گرہ از بند قبایش بہ فسوں وا کردم
سخن از پایۂ سقراط و فلاطون بگذشت — نامہ از نسخۂ روح القدس املا کردم
بسکہ ہر بار گہر پاش گذشتم زین راہ — دشت معنی ہمہ پرُ لولو ئے لالا کردم
لب زخمیازہ نمی بست قدح نوشان را — پارۂ از جگر افشردہ بہ صہبا کردم(۳)

والتسلیم
شبلی
علی گڑھ

۱۲رجنوری ۱۸۹۸ء

(ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۴۲ء ص ۴۶۷-۴۶۸)

تعلیقات و حواشی

(۱) حافظ احمد علی خاں شوق رام پوری [۱۸۵۲-۱۹۲۵ء] رام پور کے ایک اہم ادیب اور مصنف تھے۔ وہ کئی برس رام پور رضا لائبریری کے ناظم رہے۔ شعر کہتے تھے۔ مثنوی نگاری میں ممتاز تھے۔ عالم خیال، گنجینہ اور ترانہ شوق ان کی مثنویاں ہیں۔ دیوان فیضان شوق کے نام سے شائع ہوا ہے۔ مظفر علی اسیر سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ مطبع احمدی انہیں نے قائم کیا تھا۔ رام پور سے ایک ماہانہ گلدستہ بھی نکالتے

تھے۔ ان کی ایک عمدہ کاوش ''تذکرہ کاملان رام پور'' ہے۔ ایک اوراہم کتاب ''تاریخ کتاب خانہ رام پور'' بھی انہوں نے لکھی ہے۔ان کا بڑااور قابل ذکر کارنامہ اخبارآزادلکھنو کی ادارت ہے۔ یہ اخبار ۱۸۸۲ء سے ۱۸۹۰ء کے درمیان لکھنو سے شائع ہوتا رہا،اوراپنے عہد کے ادباءوشعرا کی توجہ کا خاص مرکز رہا۔ علامہ شبلی کے کئی مراسلے آزاداخبار میں شائع ہوئے۔ملاحظہ ہوراقم کی کتاب ''مراسلات شبلی'' مطبوعہ دارالمصنّفین اعظم گڑھ [ص۳۵-۴۳]۔

احمدعلی شوق قدوائی نے ۲۷راپریل ۱۹۲۵ء کو گونڈہ میں انتقال کیا۔

(۲) گلدستہ: اردو میں ایک زمانہ میں بڑے اہتمام سے گلدستے نکلتے تھے۔مگر پھران سے دلچسپی آہستہ آہستہ ختم ہوگئی۔اردو میں گلدستوں کی تاریخ اورروایت پر کئی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔

(۳) الفاروق کا یہ منظوم دیباچہ ''کلیات شبلی'' فارسی میں شامل ہے۔

○○○

[۱۴]

ملا عبدالقیوم (۱) کے نام

[۱]

مولانا!

سب سے پہلے یہ گزارش ہے کہ آپ اس عریضہ کو بتمامہا ملاحظہ فرمالیں۔ اس خیال سے نظر انداز نہ کریں کہ یہ ایک معمولی آدمی کی تحریر ہے۔ آپ سے مجھ کو سابقاً محض رسمی تعلق تھا، لیکن اب ندوہ کے رابطہ سے خاص تعلق ہو گیا ہے، جو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ جو خیال خیر خواہانہ دل میں آئے وہ ظاہر کروں۔

یہ امر بدیہی ہے کہ ایک کام کے حاصل کرنے کے اگر دو طریقے ہوں اور ایک ان میں بالکل صاف اور بے خطر ہو تو ایسے طریقہ کو اختیار کرنا چاہیے۔ آپ کا کیا مقصود ہے۔ قوم کو صنعت و حرفت کی تعلیم۔ اس مقصد کو آپ بغیر اس کے حاصل کر سکتے ہیں کہ گورنمنٹ کی طرز تعلیم پر اعتراض کیا جائے۔ موجودہ طرز تعلیم کو خود بنگالی جو سب سے بڑی پیداوار تعلیم حال کے ہیں، برا کہتے ہیں، لیکن برا کہنے کے طرز مختلف ہیں۔

ہم کو اس قدر کہنا کافی ہے کہ موجودہ طرز تعلیم سب ضرورتوں کے لیے کافی نہیں، اس لیے ہم کو ایسی تعلیم کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہیے جو علاوہ نوکری کے اور ذرائع معاش پیدا کر سکے۔

آپ کی حیثیت محض شخصی حیثیت نہیں ہے۔ آپ ندوہ کے رکن انتظامی ہیں اور اس لیے آپ کا ہر لفظ ندوہ پر خاص اثر رکھتا ہے۔

گورنمنٹ پر اس طریقہ سے اعتراض کرنا ندوہ کے مقصد کے خلاف ہے اور ندوہ پر برا اثر

پیدا کرے گا۔

میں نہایت لجاجت اور تضرع سے درخواست کرتا ہوں کہ نکتہ چینی کا یہ طریقہ استعمال نہ فرمائیں۔ ہم کو اپنا کام کرنا چاہیئے کسی پر اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں۔ صنعت و حرفت کی ضرورت خود ملک تسلیم کرتا ہے، اس بات کی ضرورت نہیں کہ تعلیم موجودہ کو علی الاعلان برا کہہ کے اس کی خوبی ثابت کی جائے۔

زمانہ کی حالت کا آپ سے بڑھ کر کون اندازہ داں ہوگا۔ اس لیے اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

شبلی

۱۴ر ستمبر ۱۹۰۳ء

(ماخذ: مجلّہ نظامیہ، حیدرآباد، ۱۹۴۰ء ص ۱۸۲-۱۸۳، بحوالہ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، ج ۵۶:۱ شمارہ ۲۲۴، ص ۳۴-۳۵)

تعلیقات و حواشی

(۱) ملا عبدالقیوم [۱۸۵۳-۱۹۰۶ء] حیدرآباد کے بڑے اور ممتاز علماء میں سے تھے۔ وہ مدراس میں پیدا ہوئے۔ خاندان کے بزگوں سے تحصیل علم کے بعد ریاست حیدرآباد میں ملازمت اختیار کی اور ترقی کر کے تعلقہ داری کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ملی اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ دارالعلوم حیدرآباد، کتب خانہ آصفیہ اور مرحوم مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد کے قیام کے محرکین میں ان کا نام بھی شامل ہے۔ کانگریس کے بڑے حامی تھے۔

ملا صاحب اچھے اہل قلم بھی تھے۔ دو کتابیں انڈین نیشنل کانگریس [۱۹۰۵ء] اور استدعا تعلیم جبری [۱۸۹۸ء] ان کے قلم سے نکلیں۔ ہندو مسلم اتحاد اور جبری تعلیم کے حامی تھے۔ وہ ندوہ کے بھی رکن تھے اور اسی تعلق سے علامہ شبلی نے انہیں مذکورہ بالا خط لکھا ہے۔ مکاتیب شبلی حصہ اول میں بھی ان کے نام کا ایک خط شامل ہے۔

[۱۵]

مولوی احسن اللہ خاں ثاقب (۱) کے نام

[۱]

تسلیم!

۳۰؍تک تو کانفرنس (۲) ہے۔ راہ میں شاید ایک آدھ دن مظفر پور میں قیام کرنا ہو۔ پھر لکھنؤ آؤں گا۔

یہاں کی آب و ہوا بہت ہی خراب اور مضعف ہے۔ مجھ کو بڑی تکلیف ہے۔ کیا کروں اب تو آ گیا اور کانفرنس تک ٹھہرنا پڑا۔ خانخاناں عبدالرحیم (۳) کی نہایت مفصل لائف ہے، جس میں دور اکبری کے شعراء کا مفصل تذکرہ ہے، ساتھ لاؤں گا۔ والتسلیم

شبلی

امرتلا لین، نمبر ۵، کلکتہ۔ ۲؍دسمبر ۱۹۰۶ء

[ماخذ: گوہرین نامہ ص ۲۰۶]

---

[۲]

مکرمی!

تسلیم۔ لکھنؤ جاؤں تو ارشاد کی تعمیل کر سکوں۔ ابھی وہاں سخت طاعون ہے۔ موازنہ (۴) میں دو تین ہفتہ کی دیر ہے۔ ایک غزل خیال میں آئی۔

نشد ہرگز کہ آں بدعہد حرف راستی گوید　　　بہ افسوں سازی و نیرنگ آزا دست پنداری

اردوئے معلیٰ (۵) کی نذر ہے۔ان کا بقایا مدت سے چلا آتا ہے۔ والتسلیم

شبلی

۱۲/اپریل ۱۹۰۷ء

[ماخذ: گوہرین نامہ ص۲۰۶]

---

[۳]

تسلیم!

الہ آباد سے میں اعظم گڑھ آیا اور ابھی مہینہ بھر تک رہوں گا۔ موازنہ چھپ گیا، لیکن ابھی مطبع میں ہے۔ شعرالعجم (۶)، ہنوز دہلی دور است۔ پروفیسر آزاد (۷) کی سخندان فارس کا دوسرا حصہ نکلا۔ دیکھنے کے قابل ہے۔

شبلی

اعظم گڑھ۔۱۳/مئی ۱۹۰۷ء

[ماخذ: گوہرین نامہ ص۲۰۶-۲۰۷]

---

[۴]

محبوب!

حبیب مرا حال کیوں پوچھتے ہیں۔ اس حادثہ (۸) میں انہوں نے جو سرد مہری ظاہر کی کسی نے نہیں کی۔ بیگم صاحبہ بھوپال اور نواب ڈھاکہ تک نے جوابی تار بھیجے۔ لندن سے محمڈن ایسوسی ایشن نے ہمدردی کا رزولیوشن پاس کر کے بھیجا، لیکن ہمارے محبوب نے کارڈ پر ٹالا، تاہم مجھ کو شکایت نہیں۔ میں ان کو چاہتا ہوں، وہ مجھے چاہیں یا نہ چاہیں۔ میں اچھا ہوتا جاتا ہوں، لیکن کس کام کا۔

شبلی

۲۰؍جولائی ۱۹۰۷ء

[ماخذ: گوہرین نامہ ص ۲۰۷]

---

[۵]

جناب من! تسلیم

یہ تو آپ نے ایسی خبر سنائی کہ بجائے اس کے کہ آپ کو مبارک باد دوں جی چاہتا ہے کہ مجھ کو مبارک باد دیں۔ مجھ کو بخار آ گیا تھا۔ اب بھی کچھ اثر ہے۔ جس دن سفر کے قابل ہوا اسی دن بھوپال پہنچ کر رودررو مبارک باد دوں گا۔ والسلام

شبلی

دارالعلوم ندوہ، لکھنؤ۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۰۷ء

[پ ن] بندہ حمید فراہی حاضرست و اظہار کمال مسرت می نماید وسلام شوق می گذارد۔

[ماخذ: گوہرین نامہ ص ۲۰۷]

---

[۶]

تسلیم!

گوالیار مبارک۔ ہمارے کہاں نصیب کہ وہاں پہنچ سکیں۔ ہاں کبھی بمبئی آیئے تو زیارت ہو۔ حیدر آباد اسلامی ریاست تھی، اس کو آپ نے کیوں خیر باد کہا۔

شبلی

بمبئی

۲۲؍جولائی ۱۹۱۳ء

(ماخذ: گوہرین نامہ ص ۲۰۷)

تعلیقات و حواشی

(۱) مولوی احسن اللہ خاں ثاقب [۱۸۵۳ء-۱۹۳۵ء] بدایوں کے رہنے والے تھے۔ برطانوی حکومت میں کئی عہدوں پر مامور رہے۔ آخر میں وکٹوریہ کالج گوالیار میں عربی و فارسی کے پروفیسر ہوئے۔ تیرہ برس کی عمر میں شعر گوئی کا آغاز ہوا۔ اردو و فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ شرح حسن و عشق، عالی شیرازی، گوہرین نامہ، آتش بے دوداور ''مکاتیب امیر مینائی'' ان کی ادبی وشعری یادگاریں ہیں۔ ایک عرصہ تک مجلّہ ''قند پارسی'' کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ فارسی زبان پر انہیں بے پناہ قدرت حاصل تھی۔

انہیں علامہ شبلی سے خاص انس تھااور دونوں ایک دوسرے کے بڑے قدرداں تھے۔ ثاقب نے بعض اردو و فارسی اشعار میں شبلی کے فکر وفن اور علوئے مقام و مرتبت کو خراج پیش کیا ہے۔ [ملاحظہ ہو شبلی سخنوروں کی نظر میں۔ ص ۷۱] دونوں میں خط و کتابت بھی تھی۔ ثاقب کے نام علامہ شبلی کے ۶ رخطوط گوہرین نامہ میں درج ہیں جو اس مجموعہ میں بھی شامل کئے گئے ہیں۔ ان سے دونوں کے باہمی ربط و تعلق اور مزاج وافکار میں اشتراک کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

(۲) آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ڈھاکہ ۱۹۰۶ء

(۳) بیرم خاں کا بیٹا مرزا عبدالرحیم خان خاناں [م: ۱۶۲۶ء] شہزادہ سلیم کا اتالیق اور گجرات کا گورنر تھا۔ لاہور میں پیدا ہوا۔ اکبری امراء میں سب سے ممتاز تھا۔ دہلی میں وفات پائی۔ اس کی سوانح مآثر رحیمی ہے جس کا ذکر علامہ شبلی نے اپنے خط میں کیا ہے۔ اس پر انہوں نے ایک طویل تبصرہ بھی کیا ہے، جو مقالات شبلی جلد چہارم میں شامل ہے۔

(۴) علامہ شبلی کی مشہور تصنیف موازنہ انیس و دبیر جو ۱۹۰۷ء میں پہلی بار لکھنو شائع ہوئی۔

(۵) مولانا فضل الحسن حسرت موہانی [۱۸۷۵-۱۹۵۱ء] کا رسالہ ماہنامہ اردوئے معلیٰ جو علی گڑھ سے شائع ہوتا تھا۔ اور مولانا حسرت موہانی علامہ شبلی کی تخلیقات بتقاضہ شائع کرتے تھے۔

(۶) علامہ شبلی کے قلم سے شعرائے فارسی کا لاجواب تذکرہ شعرالعجم، جو پانچ حصوں پر مشتمل ہے اور جس کا فارسی ترجمہ ایران و افغانستان سے شائع ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر سعید الحفناوی نے عربی میں بھی ترجمہ

کر کے شائع کرایا ہے۔ تفصیل ''تصانیف شبلی کے تراجم''، میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۷) مولوی محمد حسین آزاد [۱۸۳۰-۱۹۱۰ء] اردو کے عناصر خمسہ میں شامل ہیں۔ اردو کی تاریخ میں ان کے کارنامے سنہرے حرفوں سے لکھے جاتے ہیں۔ آب حیات، سخندان پارس، دربار اکبری، نیرنگ خیال ان کے بڑے عظیم الشان کارنامے ہیں۔ وہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ دہلی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ داغ دہلوی سے اصلاح لی۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ان کے والد مولوی محمد باقر کو شہید کیا اور ایک وحشت قائم کی تو محمد حسین آزاد بے سروسامانی کے عالم میں لاہور پہنچے۔ محکمہ تعلیم میں ملازمت کی۔ بچوں کے لئے کتابیں لکھیں۔ آخر میں گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی و فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ حکومت نے انہیں شمس العلماء کا خطاب دیا۔ انجمن پنجاب میں مشاعروں کی طرح انہیں نے ڈالی۔ دوبار ایران کی سیر کی۔ آخر میں دماغی توازن بگڑ گیا تھا۔ ۲۲رجنوری ۱۹۱۰ء کو لاہور میں انتقال کیا۔ علامہ شبلی ان کی عظمت کے بڑے معترف تھے۔ خاص طور پر ان کے اسلوب نگارش پر تو بالکل فریفتہ تھے۔ ایک خط میں لکھا ہے کہ ''وہ گپیں بھی ہانک دیتا ہے تو وحی معلوم ہوتی ہے۔''

ان کے انتقال پر علامہ شبلی نے ندوہ میں ایک دن کے لئے تعلیم موقوف کر دی تھی۔

(۸) علامہ شبلی کا اپنے حادثۂ گزندپا کی طرف اشارہ ہے، جو ۷رمئی ۱۹۰۷ء کو شبلی منزل اعظم گڑھ میں پیش آیا اور جس کے سبب ان کا پاؤں کاٹ دیا گیا۔ ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۴ء تک انہوں نے جتنے سفر کئے وہ سب مصنوعی پاؤں سے کئے اور کبھی کسی سے عذر لنگ نہیں کیا۔

ooo

[۱۶]

مولوی بشیرالدین (۱) کے نام

[۱]

مکرمی!

سررشتہ علوم وفنون جس سے میرا تعلق ہے، اس کے متعلق اگر آپ کی کانفرنس میں اظہار پسندیدگی کا ریزولیوشن پاس ہوتو سررشتہ کے استحکام کا باعث ہوگا۔ ریاست کے لئے اس قسم کا محکمہ عزت کا باعث ہے۔ یہاں ناقدردان لوگ اس کو فضول سمجھتے ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس میں حصہ لیں۔

شبلی

حیدرآباد۔ ۱۵؍نومبر ۱۹۰۱ء

(ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۲، باقیات شبلی ص ۱۷۰)

---

[۲]

جس قدر مجھ کو بدوعدہ، کاذب، ہرزہ گو بتایئے تعجب نہیں۔ میں نے دو مہینے ہوئے سرکار میں سفارش بھیج دی کہ فلاں فلاں اشخاص کو کتابیں ہدیۃً بھیجی جائیں۔ اس کی منظوری اب تک نہیں آئی۔ بار بار لکھ چکا ہوں۔ نواب محسن الملک کا بڑا تقاضا تھا، مجبور ہوکر میں نے کتاب بہ قیمت خریدی اور بھیجی۔ کتابیں تمام دفتر میں ہیں اور میں اعظم گڑھ آ گیا ہوں۔ اگر زیادہ دیر ہوئی تو کالج سے خرید کر کے بھیجوں گا۔

شبلی

۲۲/ستمبر ۱۹۰۲ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۳، باقیات شبلی ص ۱۷۱]

---

[۳]

یہ نوٹ چھاپ دیجئے۔

الغزالی [مصنفہ شبلی نعمانی] کے ملنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ڈیوٹی شاپ علی گڑھ کالج سے منگوائی جائے۔

شبلی

۳۱/اکتوبر ۱۹۰۲ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۳، باقیات شبلی ص ۱۷۱]

---

[۴]

علی گڑھ (انسٹی ٹیوٹ) گزٹ میں کتب مترجمہ انجمن ترقی اردو کی فہرست چھپے گی۔ (۲) صیغہ منقولات میں اس کو لے لیجئے گا۔ میرے پاس محرر نہیں خود کام کرنا پڑتا ہے، اس لئے متعدد نقلیں بھیجی نہیں جاسکتی تھیں۔

شبلی

حیدرآباد۔ ۱۷/مئی ۱۹۰۳ء

(ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۳، باقیات شبلی ص ۱۷۱-۱۷۲)

---

[۵]

مخدومی!

انجمن ترقی اردو کی رپورٹ بابت ماہ جون ۱۹۰۳ء علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نمبر ۶۴ جلد ۳ مورخہ ۲۵؍ جولائی ۱۹۰۳ء میں چھپی ہے، براہ کرم آپ بھی اپنے اخبار میں جلدی طبع فرمادیں۔ اتفاق سے اس رپورٹ کو شائع ہونے میں بہت دیر لگی۔ جولائی کی رپورٹ بھی تیار ہے۔

شبلی

سکریٹری انجمن ترقی اردو

۴؍ اگست ۱۹۰۳ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۳، باقیات شبلی ص ۱۷۲]

---

[۶]

جناب من!

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ میرا آپ کا تعلق کسی دنیاوی ضرورت پر مبنی نہ تھا کہ خواہ مخواہ اس کو آپ صرف ظاہری صورت میں قائم رکھنا چاہتے ہوں۔ ایک قومی واسطہ تھا اس لئے اگر آپ کو کسی وجہ سے میری طرف سے بدگمانی ہوچکی ہے تو صاف اظہار کردینا چاہئے تاکہ دوستانہ تعلقات کی بنا پر ایک کو دوسرے سے جو امیدیں ہوں وہ منقطع کردی جائیں۔ جس دن سے آپ کے تیور بدلے ہیں وہ مجھ کو یاد ہے۔ بہتر ہوتا آپ شکایت کی وجوہ صاف اگل دیتے۔ شاید آپ کو اپنے خیال کی غلطی ثابت ہوتی، لیکن اگر آپ کی بارگاہ اس قدر بلند ہوگئی ہے کہ اب آپ ہم غریبوں کی صداؤں کا جواب دینا بھی نہیں چاہتے تو اس کی بھی ضرورت نہیں۔ ایک امت آپ کی پیدا ہوچکی ہے۔ وہ ہر طرح پر آپ کی پیغمبری کی قائل ہے۔ اگر ہم جیسے چند مرتد رہے تو آپ کا کیا حرج۔ والسلام

شبلی

۱۹؍ فروری ۱۹۰۴ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۶، باقیات شبلی ص ۱۷۲-۱۷۳]

---

[۷]

مکرمی!

اصل یہ ہے کہ میں اخبار ہندوستانی (۳) میں اکثر ہندوؤں کے ایثار نفس کے واقعات پڑھا کرتا تھا اور ہر دفعہ مجھ کو نیا جوش پیدا ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ ہندوستانی کا پرچہ دیکھ کر اس قدر اثر ہوا کہ اسی وقت میں نے ظفر علی خاں (۴) کو بھیجا کہ عماد جنگ سے کہو کہ میرا منصب جو رک گیا تھا، جاری کرادیں تو میں فوراً استعفا دے کر چلا جاؤں۔ لیکن عماد جنگ کچھ نہ کر سکے۔ بالآخر میں نے دلیری کر کے استعفا دے دیا اور چلا آیا۔ منصب پھر جاری ہو گیا۔ ارادہ بھی یہی تھا اور ہے کہ علی گڑھ اور لکھنؤ دونوں جگہ بحصہ مساوی قیام کروں۔ لیکن لکھنؤ آکر دیکھا تو موجودہ ناظم کی کجروی نے ندوہ کو جاں بلب کر دیا ہے۔ دیکھا نہ گیا، کوشش کر کے ان کو نظامت سے ہٹایا اور دارالعلوم کو ہاتھ میں لیا۔ چونکہ تمام امور درہم برہم ہیں، دو تین مہینے مستقل قیام کرنا پڑے گا تا کہ انتظام کے پرزے کام دینے لگیں۔ امید ہے کہ جب ایک ڈھچر قائم ہو جائے تو علی گڑھ جانے اور رہنے کا موقع ملے۔ یہاں کے طلباء میں جو روشن خیالی اور قابلیت علمی ہے۔ بخدا مدارس عربیہ میں اس کا پرتو تک نہیں۔ کسی قومی کام پر اپنے آپ کو وقف کرنا بڑا کام ہے۔ میرا منہ نہیں کہ میں یہ دعویٰ کروں، اس لئے میں نے اپنے منہ سے یہ حرف نہیں نکالا۔ البتہ طریق عمل سے لوگوں نے قیاس کیا اور شہرت دی۔ ہاں انجمن کا کام جاری رہے۔ بابو صاحب (۵) کو کہئے کہ کتابیں بھیج دیں۔ ندوہ کی ہمدردی پر بعض حامیان کالج مجھ کو رقیبانہ نگاہ سے دیکھتے ہیں، لیکن میں اس کو کیا کروں، میرے نزدیک ندوہ کے مقاصد کالج کو قوت دینے والے ہیں۔

شبلی

(ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۱۹ء ص ۴۷۴، باقیات شبلی ص ۱۷۳-۱۷۴)

---

[۸]

مکرمی!

آپ کے ہاں کے لڑکے آئے تھے اور آپ کا خط لائے تھے۔ میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ آج دفتر بند ہے، کل کسی وقت آیئے گا، میں کتابیں دے دوں گا۔ معلوم نہیں پھر وہ کیوں نہیں آئے۔

میں ایک مدت سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا برتاؤ میرے ساتھ نہ دوستانہ ہے نہ صاف دشمنانہ۔ لیکن یہ حالت تو کچھ اچھی نہیں یکسو ہوتا تو بہتر ہوتا۔ میں نے بہت غور کیا کہ آپ کے اس تغیر مزاج کی کیا وجہ ہے، کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ ابتدا اس کی انجمن اردو کے قیام کے زمانہ سے ہوئی، جس کی مطلق کوئی وجہ نہ تھی۔ خیر اب تو میں اس کا سکریٹری بھی نہیں رہا۔ میرے تعلق سے آپ ندوہ سے بھی بیزار ہیں۔ یہاں تک کہ ندوہ کی رپورٹ بھیجی گئی تو رسید تک نہیں دی۔ میں خود مضامین بھیجتا ہوں تو آپ چھاپتے تک نہیں۔ مثلاً حال کا مضمون راجپوتوں پر ممکن ہے کہ آپ کے خلاف تھا تو ریمارک کر دیتے۔ بہر حال میرے نزدیک صاف دلی سے ملنا بہت اچھا ہے، گو مخالفت ہی ہو، ایسے کج دار و مریز تعلق سے کیا فائدہ۔

شبلی

ندوہ، لکھنؤ

۳؍جون ۱۹۰۸ء

(ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۱۹ء ص ۴۷۵، باقیات شبلی ص ۱۷۴-۱۷۵)

تعلیقات و حواشی

(۱) خان بہادر مولوی بشیر الدین صاحب [۱۸۵۷-۱۹۵۶ء] ایڈیٹر البشیر اٹاوہ، ممتاز اہل قلم اور بڑے پایہ کے شخص تھے۔ ابتداءً علامہ شبلی سے گہرے مراسم تھے۔ پھر اس میں دراڑ پڑ گئی چونکہ وہ سرسید احمد خاں اور علی گڑھ کالج کے بڑے حامی تھے، اس طنطنے میں وہ اکثر علامہ شبلی اور دارالعلوم ندوہ پر تنقید کیا کرتے تھے۔

(۲) ۱۹۰۳ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس دہلی میں انجمن ترقی اردو قائم ہوئی۔ اس کے

صدر پروفیسر آرنلڈ اور سکریٹری علامہ شبلی نامزد ہوئے۔ چنانچہ بحیثیت سکریٹری علامہ شبلی نے انجمن ترقی اردو کی ترقی کے لئے بڑی کوششیں کیں۔اس سلسلے کا ان کا ایک بڑا کام عربی، فارسی اور انگریزی کتابوں کے تراجم کی کوشش تھی۔انہوں نے ترجمہ کے لئے درج ذیل ۱۴ رکتابوں کا انتخاب کیا:

[۱] ترجمہ ایجوکیشن۔ ہربرٹ اسپنسر [۲] ترجمہ کان فلکٹ بٹوین ریلجن اینڈ سائنس، از ڈریپر [۳] ترجمہ میکس مولر۔لکچرز [۴] ترجمہ ہیروز اینڈ ہیرورشپ۔از کارلائل [۵] کتاب الالٰہیات [۶] نامہ دانشوراں [۷] معارف۔ابن قتیبہ [۸] رہنمایان ہند [۹] القمر [۱۰] تاریخ تمدن یعنی بکلز ہسٹری آف سویلزیشن [۱۱] سوانح عمری امیر خسرو دہلوی [۱۲] قدیم فارسی [۱۳] سوانح عمری میرانیس [۱۴] طریقہ حکومت انگریزی۔(حیات شبلی ص ۴۰۵)

مذکورہ خط میں اسی فہرست کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) ہفتہ وار اخبار ''ہندوستانی''۔لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا۔اس کے مدیر آنجہانی گنگا پرشاد ورما تھے۔

(۴) مولانا ظفر علی خاں [۱۸۷۰-۱۹۵۶ء] کو علی گڑھ میں علامہ شبلی سے شرف تلمذ حاصل ہوا تھا۔

(۵) بابو صاحب: سے مراد نظام الدین حسن آنریری مجسٹریٹ امرتسر ہیں۔جو انجمن معین الندوہ کے جوائنٹ سکریٹری تھے۔۹ رمارچ ۱۹۲۲ء کو انتقال ہوا۔

ooo

[۱۷]

مولوی مرزا محمد سلیم (۱) کے نام

[۱]

برادرم مولوی مرزا صاحب دام لطفہ

آج بدقسمتی سے آٹھویں کلاس کے لڑکوں نے اسٹرائک کر دی اور اسکول (۲) میں نہیں آئے۔ کل انسپکٹر صاحب معائنہ کے لئے آئیں گے۔ تمام منصوبہ غلط ہوا چاہتا ہے۔ آپ کے سوا یہ معاملہ کسی طرح رو براہ ہوتا نظر نہیں آتا۔

اسٹرائک کا بانی شوکت (۳) ایک لڑکا ہے، جس طرح بنے اس کو آمادہ کیجئے کہ مع اور لڑکوں کے کل اسکول میں آجائے۔ انسپکٹر صاحب کے جانے کے بعد اصل معاملہ پر ہم سب توجہ کریں گے۔ اور شوکت کو یقین دلایئے کہ اگر وہ حق پر ہیں تو ہرگز ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔

مشکل معاملہ ہے توجہ کیجئے گا۔

شبلی

از مدرسہ اصلاح المسلمین سرائمیر

۲۷/اگست ۱۹۱۰ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۵۶ء ص ۲۷-۳۷، باقیات شبلی ص ۲۱۰]

---

[۲]

جناب من! تسلیم

سرائے میر (۴) کے مدرسہ میں کچھ اختلافات پیدا ہو گئے ہیں، اس لئے بموجب

سر چشمہ شاید گرفتن بہ میل

فوراً تلافی کرنی چاہیئے۔کل اتوار ہے۔ میں بھی موجود ہوں۔ دس بجے کی گاڑی میں آجایئے تو مشورہ ہو کر سب باتیں طے کر دی جائیں۔

شبلی نعمانی

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۵۶ء ص ۷۳، باقیات شبلی ص ۲۱۱]

---

[۳]

برادر مکرم تسلیم!

آپ خواہ مخواہ بدگمانی فرما کر بد دل ہوتے ہیں۔ میں اس کے سوا کیا کر سکتا تھا۔ مولوی مشتاق حسین صاحب (۵) کو خط لکھا۔ یہ بھی لکھا کہ وہ میرا عزیز ہے اور آپ اس کو کالج (۶) میں داخل کر لیجئے۔ اس سے زیادہ میں ان پر اور کیا زور ڈال سکتا ہوں۔ آپ اور کوئی تدبیر فرمایئے تو کروں۔ یہ بھی تعجب ہے کہ آپ کو اس قدر شدت کیوں ہے۔ ایک سال بعد پاس ہوا تو کیا ایسا نقصان ہو جائے گا۔

شبلی

۱۸/جنوری ۱۹۱۲ء

(ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۵۶ء ص ۷۳، باقیات شبلی ص ۲۱۱)

---

[۴]

برادر مکرم!

چند طلبا ندوہ کے وہاں جاتے ہیں کہ سالانہ جلسہ کے لئے لوگوں کو ممبر بنائیں۔ وہاں آپ کے سوا کون ہے جو ان کاموں میں سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو جائے۔ ایک مذہبی اور قومی کام ہے، جو کچھ

ہو سکے کیجئے گا۔

شبلی

۲۷رفروری ۱۹۱۲ء

(ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۵٦ء ص ۳ ۷-۴ ۷، باقیات شبلی ص ۲۱۲)

---

[۵]

برادرم!

میں نے ڈھونڈھا، مجھے تو عزیزی سلطان احمد (۷) نہیں ملے۔ آپ ان کو لکھئے کہ خود مجھ سے آ کر ملیں۔ علی گڑھ کو خط لکھ دوں گا۔

شبلی

لکھنؤ۔ ۲۷رفروری ۱۹۱۲ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۵٦ء ص ۴ ۷، باقیات شبلی ص ۲۱۲]

---

[٦]

جناب من!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ اس سال ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ جو چھٹی اپریل سے تین دن تک منعقد ہوگا، اس میں نہایت اہم مذہبی اور قومی مطالب پیش ہوں گے اور ان کے متعلق طریقۂ کارروائی کا آغاز کیا جائے گا۔

یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ محض اس جلسہ کی شرکت کے لئے سید رشید رضا (۸) جو مصر و شام کے سب سے بڑے عالم ہیں، مصر سے روانہ ہو چکے ہیں اور ۲۲ر مارچ کو بمبئی آ جائیں گے۔ سید صاحب موصوف اس رتبہ کے شخص ہیں کہ جب کبھی ترکی سلطنت میں جاتے ہیں تو گورنمنٹ

کی طرف سے ان کا سرکاری استقبال کیا جاتا ہے۔ اس بناء پر ضرور ہے کہ تمام بہی خواہان قوم اس موقع پر تشریف لائیں اور جو مشکلات اس وقت قوم کو درپیش ہیں ان کو حل فرمائیں۔ اس بناء پر میں آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ آپ ضرور اپنی تشریف آوری سے مجھ کو مطلع فرمائیں تاکہ آپ کے قیام وغیرہ کا انتظام کیا جائے۔

شبلی نعمانی

ندوہ، لکھنؤ

۲۵/ مارچ ۱۹۱۲ء

(ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۵۶ء ص ۴۷، باقیات شبلی ص ۲۱۲-۲۱۳)

تعلیقات و حواشی

(۱) مولوی مرزا محمد سلیم [فاضل دیوبند] موضع مسلم پٹی ضلع اعظم گڑھ کے ایک زمیندار اور بڑے با اثر شخص تھے۔ دیوبند سے فراغت کے بعد الہ آباد سے وکالت کا امتحان پاس کیا اور وکالت کا شغل اختیار کیا۔ علامہ شبلی کے والد ہی کی طرح ان کا شمار بھی اعظم گڑھ کے کامیاب وکلاء میں ہوتا تھا۔

(۲) شبلی نیشنل اسکول اعظم گڑھ جسے علامہ شبلی نے ۱۸۸۳ء میں اعظم گڑھ میں قائم کیا تھا اور جو آج شبلی نیشنل پی. جی کالج اعظم گڑھ کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔

(۳) شوکت: غالباً موضع مسلم پٹی کے رہنے والے تھے۔ جناب شوکت سلطان صاحب [۱۹۱۳-۱۹۸۶ء] سابق پرنسپل شبلی نیشنل پی. جی کالج کے علاوہ یہ کوئی اور شخص تھے۔ کیونکہ شوکت صاحب مرحوم کے والد مرزا سلطان احمد صاحب اس وقت نیشنل اسکول کے طالب علم تھے۔ بہر حال ان کے بارے میں معلومات دستیاب نہ ہو سکیں کہ وہ کون شخص تھے۔

(۴) ممتاز دینی درس گاہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر جسے ۱۹۰۸ء میں مولوی محمد شفیع نے قائم کیا تھا اور جس کی ترقی کے لئے علامہ شبلی برابر فکر مند رہے۔ اسے ان کے ماموں زاد بھائی اور مفسر قرآن مولانا حمید الدین فراہی نے بڑی شہرت و ترقی دی اور جو آج ملک کا ایک بڑا تعلیمی ادارہ بالخصوص مطالعہ قرآن کا ایک

اہم مرکز ہے۔مولانا امین احسن اصلاحی ،مولانا صدر الدین اصلاحی،مولانا بدر الدین اصلاحی،مولانا اختر احسن اصلاحی،مولانا عنایت اللہ اصلاحی، پروفیسر اشتیاق احمد ظلی ،ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی ،مولانا سلطان احمد اصلاحی، ڈاکٹر اجمل ایوب اصلاحی اور پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی صاحب اسی درس گاہ کے ممتاز فرزند اور عالم وادیب اور محقق ومصنف ہیں۔

(۵) نواب وقار الملک کا نام مولوی مشتاق حسین تھا۔

(۶) محمڈن اینگلو اورینٹل کالج ،علی گڑھ کے سکریٹری اس وقت نواب وقار الملک تھے۔

(۷) سلطان احمد [ایم اے ایل ایل بی۔] آئی سی ایس: مرزا محمد سلیم صاحب موضع مسلم پٹی کے صاحبزادے تھے۔وہ جوڈیشیل ممبر بورڈ آف ریونو کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔اعظم گڑھ کے جن فرزندوں نے جدید تعلیم میں نمایاں مقام حاصل کیا ان میں ایک ممتاز فرد یہ بھی تھے۔اعظم گڑھ کی مشہور شخصیت اور شبلی نیشنل پی جی کالج کے سابق پرنسپل شوکت سلطان صاحب انہیں کے صاحبزادے تھے۔ دارالمصنّفین کی موجودہ مجلس انتظامیہ کے معزز اور فعال رکن جناب ڈاکٹر سلمان سلطان صاحب ان کے لائق پوتے ہیں۔ڈاکٹر سلمان سلطان صاحب علامہ شبلی کے اکلوتے فرزند حامد حسن نعمانی کے نواسے ہیں۔ان کی والدہ تحسین جہاں بیگم [اللہ ان کی مغفرت فرمائے]علامہ شبلی کی تیسری پوتی اور کرامت حسین کالج لکھنو کی تعلیم یافتہ تھیں۔

(۸) شیخ رشید رضا: مصر کے ممتاز عالم ودانشور

○○○

[۱۸]

سید ابن مرتضیٰ بلگرامی (۱) کے نام

[۱]

جناب من!

میں دو مہینے سے بیمار ہوں، اس لئے مفصل جواب نہیں لکھ سکتا۔ الندوہ (۲) کے لئے لکھنؤ لکھ دیا ہے۔ میں تبدیل آب و ہوا کے لئے آیا ہوں۔

شبلی نعمانی

۳۱ر دسمبر ۱۹۰۵ء

(ماخذ: درس، شبلی نمبر، بحوالہ باقیات شبلی ص ۱۹۶)

تعلیقات و حواشی:

(۱) سید ابن مرتضیٰ بلگرامی [م: ۱۹۰۹ء] سید محمد مرتضیٰ بلگرامی کے صاحبزادے تھے۔ لکھنؤ میں قیام تھا، لیکن ان کا اصل وطن کوآتھ ضلع آرہ بہار تھا۔ لکھنؤ میں انتقال کیا۔ البتہ نعش کوآتھ لے جائی گئی۔

(باقیات شبلی ص ۱۹۶)

(۲) ماہنامہ الندوہ لکھنؤ جو علامہ شبلی اور مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی مشترک ادارت میں شائع ہوا تھا۔

ooo

[۱۹]

مولوی سید ممتاز علی (۱) کے نام

[۱]

الاخ المعظم!

چونکہ مجھ کو آپ کو مات دینی ہے، اس لیے عبارت کے ساتھ کاغذ بھی مختصر اختیار کیا ہے، جس کی امید آپ کو یقیناً پہلے سے نہ ہوگی۔

ندیۃ العلما اگر تین چار برس صرف چلی جائے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ کیا چیز بن جاتی ہے۔ سننا شرط ہے۔ سن کر اثر نہ ہو، یہ ممکن ہے؟

یہ بھی کچھ بات ہے، ہم سا نہ ہوا اور ہم میں رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اور آپ مل کر کوئی تصنیف کریں تو بہت کام کی ہو۔ مگر افسوس ہے کہ آپ کو ملنا منظور نہیں۔

مولوی سید مہدی علی صاحب (۲) سخت بیمار ہیں۔ خدا شفا دے۔ وہ قومی دلچسپی کے ایک بڑے رکن ہیں۔ کیوں؟ اب تو مختصر نویسی کی شکایت نہ کیجئے گا؟

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم
چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

والسلام
نعمانی
۱۱ر مئی ۱۸۹۲ء

[ماخذ: نقوش لاہور، خطوط نمبر حصہ اول، اپریل-مئی ۱۹۶۸ء ص ۱۹۵]

[۲]

کارڈ پہنچا۔بہتر جو ارشاد

مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے

۱۵؍جلدیں الفاروق حسب ارشاد روانہ کی جاتی ہیں، لیکن روانگی کا محصول آپ کے ذمہ۔ بلٹی بیرنگ جائے گی۔

شبلی

اعظم گڑھ۔۲۰؍اگست

[ماخذ: نقوش لاہور، خطوط نمبر حصہ اول، اپریل-مئی ۱۹۶۸ء ص ۱۹۵]

---

[۳]

جناب من!

خط پہونچا۔اگرچہ میں اس وقت ایسے اشغال میں مصروف ہوں کہ جمعیت خاطر مفقود ہے، تاہم تعمیل ارشاد سے چارہ نہ تھا۔

اشعار جو ڈھونڈھ کر نکالے ہیں، نظامی کے ہیں۔شاید بعض الفاظ قابل تبدیلی ہوں، لیکن مجموعی طور سے نہایت عمدہ ہیں۔ان میں جتنے اشعار پسند ہوں رکھ لیں۔

کتابہ کی عبارت کا خاص عنوان میرے خیال میں نہیں ہے اور قبروں کے کتابے دیکھنے چاہئیں۔البتہ عبارت فارسی میں لکھ دیتا ہوں۔بسم اللہ شاید لکھنے کا دستور ہے۔

میں یہاں ۱۰؍اکتوبر تک رہوں گا۔

سفرنامہ (۳) پر اگر آپ مختصر سا ریویو لکھ دیں تو لکھ کر تہذیب الاخلاق میں بھیج دیجئے۔ زیادہ مقصد اس کا اشتہار ہو جانا ہے [جو] اس طریقہ سے اچھی طرح سے ہوگا۔

بیاد آور اے تازہ کبک دری — کہ چوں بر سر خاک من بگذری

گیا بینی از خاکم انگیختہ — میان سودہ بالیں فرو ریختہ

تہی دست بر شوشۂ خاک من | بیاد آوری گوہر پاک من
فشانی تو بر من سرشکی ز دور | فشانم من از آسماں بر تو نور
درودم رسانی ، رسانم درود | بیائی ، بنائیم زگنبد ، فرود
مرا زندہ پندار چوں خویشتن | من آیم بہ جاں گر تو آئی بہ تن
مداں خالی از ہم نشینی مرا | کہ بینم ترا ، گر نہ بینی مرا
لب از خفتۂ چند خامش مکن | فرو خفتگان را فرامش کن

عبارت لوح

سنگ تربت سید............ کہ بتاریخ شانزدہم از ۱۳۱۱ھ ہنگام دمیدن آفتاب درعمر چہارو بست سال۔ در عارضۂ ضیق النفس۔ سر بخاک نہاد۔ و چوں از باغِ جوانی ہنوز برنخوردہ بود۔ و در مرحلۂ زندگانی ہمیں قدرے چند بر پردہ بود۔ پدر و مادر و برادرانش رابداں تیرہ روز ماتم نشاند کہ کار باندازۂ شکیب وتوانائی نماند خدائش بیامرزاد۔ و در پہلوئے رحمت خویش جادہ او۔ والسلام

شبلی

اعظم گڑھ۔ ۱۱ر ستمبر ۱۸۹۲ء

[ماخذ: نقوش لاہور، خطوط نمبر حصہ اول، اپریل-مئی ۱۹۶۸ء ص ۱۹۵-۱۹۶]

---

[۴]

جناب من! تسلیم!

میں کل یہاں پہنچا۔ آپ کا نامۂ والا مجھ کو مصر میں اس شام کو ملا جس کی صبح کو میں مصر سے ہندوستان روانہ ہوا۔ عربی لغت کے متعلق تو کچھ نہ کر سکا۔ البتہ مختار الصحاح کا ایک نسخہ لیتا آیا۔

عورتوں کے متعلق آپ کے سوالات امتحان میں مجھ کو امید ہے کہ سو میں سو نمبر حاصل کر سکوں۔ آپ جب چاہیں کاغذات امتحان بھیج دیں۔

اورینٹل کانفرنس میں جو اس سے پہلے اسٹاک ہالم بمقام یورپ منعقد ہوئی تھی۔ اس میں

مصر سے جو سفارت گئی تھی، اس کے ایک معزز ممبر نے عورتوں کے متعلق ایک رسالہ کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ اگر چہ مضامین کے لحاظ سے چنداں قابل قدر نہیں، لیکن عبارت وز ورتحریر بالکل قدما کا سا ہے۔ بہرنوع اس کا بھی ایک نسخہ حضور والا کے لیے لایا ہوں۔ دونوں کتابیں دو تین روز میں ارسال خدمت کروں گا۔

ترکی میں تعلق شاید اس کی اب آپ کو ضرورت نہیں اور بے شک ضرورت نہیں، تاہم اگر آپ اس کے متعلق گفتگو کرنی چاہیں تو پوری طرح کرسکتا ہوں۔ لیکن نتیجہ یہ ہے کہ یہ خیال بے فائدہ ہے۔

خیر یہ سب تو میں نے آپ کی نسبت لکھا۔ اب میری اغراض بھی سنیے۔ آپ نوکر ہوئے۔ بخدا بے انتہا خوشی ہوئی۔ میں دل سے دعا کرتا تھا، لیکن یہ فرمایئے کہ آپ ہمارے کام کے رہے یا نہیں؟ یعنی سرکاری کام سے کچھ فرصت بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی اور آپ صرف اوروں کی طرح سرکاری کارخانوں کے ایک پرزہ بن گئے ہیں تو چنداں خوشی نہیں۔

میں ایک سلسلہ تالیف مشترکہ چھیڑنا چاہتا ہوں۔ جس میں آپ کو ایک مقصد یہ پارٹ لینا تھا لیکن معلوم نہیں آپ کی حالت سے یہ توقع ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جواب لکھئے اور جلد لکھئے۔

والسلام سیاح المصر والروم

[ماخذ: نقوش لاہور، خطوط نمبر حصہ اول، اپریل-مئی ۱۹۶۸ء ص ۱۹۵-۱۹۶]

---

[۵]

۲۱/ اکتوبر ۱۸۹۲ء ....نامعلوم

ہم لوگوں میں بدگمانی اور غلط خبروں کے مشہور کرنے کی عادت نہایت افسوس کے قابل ہے۔ میں نے کانفرنس کے لیے نہ کوئی رسالہ لکھا تھا، نہ پیش کرنے کا ذکر تھا، نہ کسی نے ناپسند کیا۔ مختصر سی تقریر میں میں نے قرآن مجید کے اعجاز کے متعلق جو ضمنی ذکر کر دیا تھا، جلسہ کے بعد متعدد علماء مصر تھے کہ میں اس کو قلم بند کر کے روئداد کے ساتھ شامل کروں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ

نہایت مفصل مضمون ہے اور ایسے مختصر طور پر اس کا شائع ہونا اس کے لطف کو مٹا دینا ہے۔

الغزالی کے لکھنے کا ارادہ بہت مذبذب ہے۔ تین خیالی تصنیفیں سامنے ہیں۔ قرآن مجید کا اعجاز۔ فارسی یا عربی شاعری کی ہسٹری۔ الغزالی۔ ان میں اب تک فیصلہ نہیں ہوتا۔ جس دن فیصلہ ہو جائے گا لکھنا شروع کر دوں گا۔ اگر آپ اپنے قوی دلائل یا کسی اور طریقہ سے کسی کو مرجح ثابت کر دیں تو بہت بڑا احسان ہوگا۔

[ماخذ: نقوش لاہور، خطوط نمبر حصہ اول، اپریل-مئی ۱۹۶۸ء ص ۱۹۵-۱۹۶]

---

[۶]

جناب من!

کل اخبار میں پڑھ کر معلوم ہوا کہ مشکوئے معلّی میں فرزند با اقبال تولد ہوا۔ چونکہ میں اپنے تئیں زمرۂ نیاز مندان میں سمجھتا ہوں [گو آپ کچھ ہی سمجھیں اور کیسی ہی بے اعتنائی کریں] اس لیے درحقیقت مجھ کو نہایت خوشی ہوئی۔ اور غایت صمیم قلب سے مبارک باد دیتا ہوں۔ والسلام

شبلی نعمانی

۲۷ رمضان المبارک

[ماخذ: نقوش لاہور، خطوط نمبر حصہ اول، اپریل-مئی ۱۹۶۸ء ص ۱۹۸]

---

[۷]:

مکرمی!

مسٹر ظفر (۴) کی وجہ سے بڑا دھوکا ہوا۔ انہوں نے کتاب کے اسی قدر اجزا ترجمہ کیے تھے کہ اور کاموں میں مصروف ہو گئے۔ وہ نہایت متلون الطبع آدمی ہیں۔ مجھ کو سخت افسوس ہے کہ رپورٹ میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ لوگ مجھ کو کیا کہیں گے۔ انہوں نے اپنا ذاتی مطبع بھی کر لیا ہے۔ ایک دن کہتے تھے کہ میں اپنے ہی مطبع میں چھپواؤں گا۔ لیکن یہ بھی ایک بات ہے۔ کتاب

تیار ہی نہیں اور نہ ایک مدت تک امید ہے۔ مقاصد الامین کی نسبت ایک مدت ہوئی میں نے آپ کو اطلاع دی [تھی] کہ مجھ کو ملی ہی نہیں بلکہ مولوی سید حسین صاحب بلگرامی (۵) نے ڈاک رساں سے دستخط کر کے لے لی۔ میں نے ان [سے] پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کتاب میرے ہی نام آئی تھی۔ میں نے پھر کہا، لیکن انہوں نے نہ مانا۔ ان ہی کو لکھئے لیکن وہ دو تین روز میں رخصت لے کر پہاڑ پر جاتے ہیں۔ والسلام

شبلی

۳۰/مارچ ۱۹۰۸ء

[ماخذ: نقوش لاہور، خطوط نمبر حصہ اول، اپریل-مئی ۱۹۶۸ء ص ۱۹۸]

تعلیقات و حواشی

(۱) شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی [۱۸۶۰-۱۹۳۵ء] دیوبند کے رہنے والے سر سید احمد خاں کے خاص رفقاء میں تھے۔ لاہور سے رسالہ تہذیب نسواں جاری کیا اور اس کے برسوں مدیر رہے۔ مشہور ڈرامہ انار کلی کے خالق سید امتیاز علی تاج انہی کے صاحبزادے تھے۔ علامہ شبلی کے ہم عمر اور علی گڑھ میں ان کے خاص احباب میں تھے۔ ان سے علامہ شبلی کی مراسلت بھی تھی۔ سر سید احمد خاں کے نام شبلی کے بعض خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں بڑی بے تکلفی تھی۔ مولوی صاحب کے نام علامہ شبلی کے ۷/خطوط نقوش لاہور، خطوط نمبر حصہ اول [ص ۱۹۵-۱۹۹] میں شائع ہوئے ہیں جو اس کتاب میں بھی شامل ہیں۔

ان کے یہ خطوط نقوش لاہور کے خطوط نمبر حصہ اول سے لئے گئے ہیں، جس میں مکتوب الیہ کی صراحت نہیں بلکہ مکتوب الیہ میں مولوی سید ممتاز علی کے ساتھ نواب وقار الملک کا نام بھی درج ہے اور خطوط کی تعداد ۱۵/لکھی گئی ہے مگر کل ۱۰/خطوط ہی شامل اشاعت کئے گئے۔ ان ۱۰/خطوط میں ۷/خطوط کو راقم نے بعض مشمولات اور اسلوب نگارش کے لحاظ سے مولوی سید ممتاز علی کے نام کا قرار دیا ہے اور ۱۰/خطوط میں ۳/خطوط نواب وقار الملک کے نام ہیں۔ بہرحال راقم کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے کہ یہ تمام خطوط مولوی سید ممتاز علی ہی کے نام ہیں، تاہم قیاس سے انہیں کے نام کے معلوم ہوئے اور انہیں کے

نام سے یہاں درج کئے گئے ہیں۔

(۲) نواب محسن الملک

(۳) علامہ شبلی کا ''سفرنامہ روم ومصروشام'' جو پہلی بار ۱۸۹۲ء میں قومی پریس دہلی سے شائع ہوا۔

(۴) مولانا ظفرعلی خاں ایڈیٹر زمیندار لاہور

(۵) مولوی سید حسین بلگرامی [۱۸۴۴-۱۹۳۶ء] قصبہ بلگرام کے ممتاز اہل علم، متعدد زبانوں انگریزی، فرانسیسی، بنگالی، عربی وفارسی کے ماہر تھے۔ اردو مضامین کا ایک مجموعہ ''رسائل عماد الملک'' کے نام سے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ انتخاب دیوان میر بھی ان کی ایک کاوش ہے۔ ریاست حیدرآباد میں عرصہ تک تعلیمات کے ڈائرکٹر رہے۔ علامہ شبلی سے گہرے مراسم تھے۔ علامہ ہی کی تحریک پر انہوں نے انگریزی ترجمہ قرآن مجید کا کام شروع کیا تھا جو ۱۶/ پاروں تک پہنچ کر علامہ شبلی کی وفات کے سبب ہمیشہ کے لئے رک گیا۔

○○○

[۲۰]

نواب سر مزمل اللہ خاں (۱) کے نام

[۱]

نمبر ۳۶۸ دفتر انجمن اردو۔ حیدر آباد

مکرمی!

کیا اب تک انجمن اردو (۲) اس قابل نہیں ہوا ہے کہ آپ اس کی طرف توجہ فرمائیں۔

والتسلیم

شبلی

[۴؍جولائی ۱۹۰۳ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ نواب رحمت اللہ خاں شروانی مرحوم]

---

[۲]

۹۵۰

۲۰ ستمبر ۱۹۰۳ء دفتر انجمن اردو

مکرمی!

چونکہ اب حساب بنگال کے بنک سے جاری ہو گیا ہے، اور چونکہ اب مصنّفین کے انعام و صلہ کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے درخواست ہے کہ بقیہ رقم موعودہ عنایت ہو۔

شبلی

حیدرآباد

[غیر مطبوعہ: عطیہ نواب رحمت اللہ خاں شروانی مرحوم]

---

[۳]

مکرمی!

والا نامہ مجھ کو عین ریل میں ملا۔ جب کہ میں گھر آنے کے لیے اسٹیشن پر تھا۔

جو صدمہ آپ کو پہنچا، اس سے نہایت افسوس ہوا۔ واقعی ایک ایسی رفیق مونس کا جدا ہونا سخت جانگداز ہے۔ یہ کہنا کہ خدا نعم البدل عطا کرے اگر چہ رسماً جائز بلکہ معمول ہے لیکن میں اس کو مرحومہ کی روح کی دل شکنی خیال کرتا ہوں۔ خدا آپ کو صبر جمیل عطا کرے۔ (۳)

شبلی

۲۱ / جنوری ۱۹۰۵ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ نواب رحمت اللہ خاں شروانی مرحوم]

---

[۴]

جناب من! تسلیم

آپ کا ہر خط ایسا ہوتا ہے کہ برسوں کی محنت اور جانفشانی کی داد مل جاتی ہے۔

مجھ کو معلوم ہے کہ نکتہ چین آپ پر اعتراض کرتے ہیں، لیکن ان بے دردوں سے کوئی نہیں کہتا کہ آپ سے بہتر آدمی کیوں نہیں ڈھونڈھ لاتے۔ میں بالکل آپ کی سی حالت میں مبتلا ہوں۔ جس حلقہ میں ہوں، اس کے نزدیک ندوہ کو سرتاپا مجھ سے نقصان پہنچ رہا ہے۔ خیر ان باتوں کا کیا علاج۔

افسوس ہے سیرت نبویؐ کے شروع کرنے کا اس وقت موقع آیا جب آنکھوں میں پانی آچلا ہے اور لکھنے پڑھنے سے معذوری ہوتی جاتی ہے، ورنہ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ سیرت نبویؐ لکھنے کا حق ادا ہوتا، لیکن یہ ضرور ہے کہ میں اپنی تمام محنت اور قوت قربان کر دیتا۔ لیکن قوم کی خوش مذاقی

سنیے! ایک بڑے حضرت فرماتے ہیں کہ تواریخ حبیب الٰہ (۴) کے بعد کوئی شخص سیرت پر کیا قلم اٹھا سکتا ہے۔ سیرت نبویؐ کے متعلق بہت سے موقعے آئیں گے، لیکن ابھی آپ کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ رسید واپس ہے۔

شبلی نعمانی

[غیر مطبوعہ: عطیہ نواب رحمت اللہ خاں شروانی مرحوم]

---

[۵].

فکر تازہ

غزل

من کہ در سینہ ولے دارم و شیدا چہ کنم
میل با لالہ رخان گر نکنم تا چہ کنم
من نہ آنم کہ بہ ہر شیوۂ دل ازدست دہم
لیک با آن نگہِ حوصلہ فرسا چہ کنم
ساغر بادۂ و طرفِ چمن و لالہ رخے
چون بہ ایں ہا فتدم کار بفرما چہ کنم
ہست چہل سال کہ بیہودہ نگہ داشتمش
گرنہ برسنگ زنم شیشۂ تقوی چہ کنم
دل متاعے است گراں مایۂ بہ کس نتواں داد
رایگان گر برد آں ترک بہ یغما چہ کنم
مایۂ تقوی سی سالہ فراہم شدہ است
ارمغانش بہ نگارے بدہم یا چہ کنم
شاہد و بادۂ و طرف چمن و جوش بھار

شبلیا خود تو بفرما کہ بہ ایں ہا چہ کنم

۵/اپریل ۱۹۰۷ء(۵)

[غیر مطبوعہ: عطیہ نواب رحمت اللہ خاں شروانی مرحوم]

تعلیقات و حواشی

(۱) خان بہادر نواب سر مزمل اللہ خاں [۱۸۶۱-۱۹۳۸ء] رئیس بھیکم پور، شروانی خاندان کے ایک بڑے باوقار اور سخی و فیاض شخص تھے۔ فارسی کے شاعر تھے۔ سر سید احمد خاں کی گود میں کھیلے تھے۔ انہیں قومی و ملی کاموں سے بڑا لگاؤ تھا۔ سخاوت فیاضی اور دریا دلی ان کے جوہر تھے۔ چنانچہ علی گڑھ کالج، ایجوکیشنل کانفرنس اسلامیہ اسکول اٹاوہ، بنارس ہندو یونیورسٹی، الہ آباد یونیورسٹی، دارالعلوم ندوہ، دارالعلوم دیوبند وغیرہ متعدد ادارے ان کے چشمہ شیریں سے فیضیاب ہوئے۔ مشہور شاعرہ ز.خ.ش. [زاہدہ خاتون شروانیہ] ان کی صاحبزادی تھیں۔ علامہ شبلی سے گہرے مراسم تھے۔ خط و کتابت بھی تھی، جس سے بے تکلفانہ تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔ علامہ شبلی سے بے حد مخلصانہ مراسم تھے۔ ان کی اکثر مواقع پر مدد کرتے۔ علامہ کی وفات کے بعد ان کے اداروں دارالمصنّفین وغیرہ سے بھی تعلق رکھا۔ دارالمصنّفین کی موتی مسجد انہی کے صرفہ سے تعمیر ہوئی ہے۔

(۲) انجمن ترقی اردو

(۳) نواب سر مزمل اللہ خاں کی اہلیہ کی وفات۔

(۴) سیرت پر ایک قدیم رسالہ جو اس زمانہ میں عام طور پر رائج تھا۔

(۵) یہ غزل کلیات شبلی فارسی میں شامل ہے۔

ooo

[۲۱]

جرجی زیدان (۱) کے نام

[ا]

عربی متن

"استلمت کتاب تاریخ التمدن الاسلامی بغایة الشوق، لان موضوع الکتاب یھمنی بنوع خاص. ولم اعرضه علی احدالااعجب به غایة الاعجاب . وظنی ان تالیفکم ھذا یترجم الی لساننا الاردو (الھندستانی). ولاشک انه یقع موقع القبول فی البلاد الاسلامیة کلھا. ولکننی انتقد علیکم امراً لایسعنی کتمانه، وھو ان دابکم غیرالتزام الاستشھادفی کل محل وموضوع ، وفیه مفاسد کثیرة:

منھا: اننا رایناکثیرین من مستشرقی اوربا یذکرون اموراً مھمة من المسائل العلمیه او الاختراعات وینسبونھا الی العرب، فنغتر بذلک، ویذھب بناالفخر کل مذھب، ثم اذاراجعناالاصل وحققناالامر یظھر انھم استنوقوا الجمیل، وماکان ھناک شیء یذکر ولا مائرةتنقل. لانقول: انھم یتعمدون الکذب،ولکنھم یغلطون فی الاستنباط. فلوکانوا یذکرون مصادرالروایة ومآخذھالکان یسھل لنا المراجعة اذامست الحاجة.

ومنھا: ان کتب التواریخ لھا مدارج ومراتب. فمالکم تذکر اسماء الکتب بالخصوص لایتمیز جید الروایة من ردیئھا، ولا اقواھامن اضعفھا" ا.ه.

[ماخذ: *تاریخ التمدن الاسلامی ج۲ص ۷-۸، طبع سوم*]

ترجمہ:

میں نے تاریخ تمدن اسلامی نامی کتاب کو بڑے شوق سے ہاتھ لگایا کیونکہ مجھے اس کتاب کے موضوع سے ایک خاص دلچسپی ہے۔ میں نے جسے بھی یہ کتاب پیش کی اس نے اسے کافی پسند کیا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی اس کتاب کا ترجمہ اردو زبان میں ہونا چاہئے۔ بلاشبہ تمام اسلامی ملکوں میں قبول عام حاصل ہوگا۔ لیکن اس کتاب کے بارے میں مجھے ایک شکایت ہے، جسے زبان پر نہ لانا میرے لئے ممکن نہیں۔ وہ شکایت یہ ہے کہ اس کتاب میں آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ آپ نے کتاب کے شروع میں کتاب کے ماخذ کا اجمالی طور پر تذکرہ کر دیا ہے۔ موقع ومحل پر ان ماخذ کا حوالہ دینا ضروری نہیں سمجھا ہے۔ اس طرح حوالوں کو درج کرنے میں کافی خرابیاں ہیں۔

ان میں سے ایک نقص یہ بھی ہے کہ بیشتر مغربی مستشرقین بہت سے علمی مسائل اور ایجادات کا تذکرہ کرتے ہیں اور انہیں عربوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ ہم اس سے دھوکہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ہمیں بے پناہ فخر وغرور کا احساس ہوتا ہے، لیکن جب ہم اصل ماخذ پر نظر ڈالتے ہیں اور اس بات کی تحقیق کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ کوئی قابل ذکر کارنامہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ ہمارا یہ کہنا نہیں ہے کہ انہوں نے دانستہ طور پر جھوٹ کا طومار باندھا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے نتائج اخذ کرنے میں غلطی کی ہے۔ اگر وہ ہر موقع پر روایت کے مصادر و مآخذ کو نقل کرتے تو ضرورت محسوس ہونے پر ان کی طرف رجوع کرنے میں آسانی ہوگی۔ ایک اشکال یہ بھی ہے کہ (صحت وعدم صحت کے اعتبار سے) تاریخ کی کتابوں کے مختلف مدارج ہوتے ہیں تو جب تک کتابوں کا نام خصوصیت کے ساتھ مذکور نہیں ہوگا تو صحیح اور غلط اور قوی روایات کے درمیان امتیاز کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

[شبلی نعمانی]

تعلیقات وحواشی

(۱) جرجی زیدان[۱۸۶۱ـ۱۹۱۴ء] مشہور مصری اہل قلم، ناول نگار، مورخ اور ایڈیٹر مجلّہ الہلال مصر،

جس نے تاریخ التمدن الاسلامی کے نام سے چار جلدوں میں کتاب لکھی اور جس میں اس نے اگر چہ تمدن اسلامی لکھنے کا دعوی کیا ہے، لیکن دراصل اس نے اسلامی تہذیب وتمدن کی صورت بگاڑ کر پیش کی ہے۔ علامہ شبلی کے اگر چہ اس سے تعلقات تھے۔خط وکتابت کا سلسلہ بھی تھا، مگر اس کی کذب بیانی کے خلاف برہم ہوئے۔اور اس کے رد میں کتاب لکھی، جس کا نام الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی ہے۔

(ملاحظہ ہو آثار شبلی ص ۲۸۱-۳۰۸)

جرجی زیدان کی کتاب کے تمام حصوں کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔اس طرح اس زہر کو خود مسلمانوں نے مسلمانوں کو پیش کیا۔اس کی ایک جلد کا ترجمہ مولانا محمد اسلم جیراج پور[۱۸۸۲-۱۹۵۵ء] نے بھی کیا ہے۔

○○○

[۲۲]

مولوی محمد سمیع (۱) کے نام

[۱]

اپنے ارادہ سے جلد مطلع کرو۔ میں انشاء اللہ اسی مہینہ کے آخر میں روانہ ہو جاؤں گا۔......
کشمیر میں جانے سے ممکن ہے کہ تمہارے ظاہری رنگ میں فرق آئے، یعنی نتواں شستن از زنگی سیاہی غلط ہو جائے۔

شبلی

۱۰/اپریل ۱۸۹۲ء

[ماخذ: حیات شبلی ص ۱۷۱]

---

[۲]

میں غالباً ۲۳ یا ۲۴/دسمبر کو یہاں سے روانہ ہوتا ہوں، اگر تمہارا قصد اعظم گڑھ کا ہو تو انتظار کرو کہ میرا ساتھ ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو لکھ بھیجو۔ میں نے سر دست سال بھر کی رخصت لی ہے۔ والسلام

شبلی

علی گڑھ۔ ۵/دسمبر ۱۸۹۶ء

[ماخذ: حیات شبلی ص ۲۳۶ حاشیہ]

تعلیقات و حواشی

(۱) مولوی محمد سمیع علامہ شبلی کے ابتدائی دور کے احباب میں تھے۔ موضع کنورہ گہنی ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ رواج زمانہ کے مطابق عربی وفارسی پڑھی۔ اور جون پور ججی میں محافظ دفتر مقرر ہوئے۔ الہ آباد میں وفات پائی۔ ان کی اولادیں الہ آباد میں آباد ہیں۔ ان کے پاس علامہ شبلی کا ابتدائی دور کا کلام اور خطوط وغیرہ محفوظ تھے۔ ان کی تدوین کے وقت یہ سرمایہ انہوں نے مدون مولانا سید سلیمان ندوی کے حوالہ کیا تھا۔

علامہ شبلی کا دوسرا نکاح مولوی محمد سمیع کی ماموں زاد بہن سے ہوا تھا جو اعظم گڑھ کے ایک موضع خاص ڈیہہ کی رہنے والی تھیں۔ انہی کے انتقال کے موقع پر مولانا ابوالکلام آزاد [۱۸۸۸-۱۹۵۸ء] اچانک بندول پہنچے تھے۔ اور جنازہ میں شرکت کی تھی۔

مولوی محمد سمیع علامہ شبلی کے قائم کردہ نیشنل اسکول اعظم گڑھ اور مجلس موازنہ ترقی قومی کے ایک اہم ذمہ دار تھے۔ ان کے بیٹے مختار احمد تھے جو الہ آباد ہائی کورٹ میں وکالت کرتے تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش اور وفات معلوم نہ ہوسکی۔ مکاتیب شبلی کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی محمد سمیع شعروادب کے بڑے اداشناس تھے اور خاص طور پر علامہ شبلی کی شاعری کے بڑے مداحوں اور قدردانوں میں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے علامہ شبلی کے کلام اور خطوط وغیرہ کو محفوظ رکھا۔

ان کے نام علامہ شبلی کے ۵۷/خطوط مکاتیب شبلی میں شامل ہیں۔ ان دونوں خطوط کی شمولیت سے ان کی تعداد ۵۹/ ہو جاتی ہے۔

○○○

[۲۳]

محمد اسحاق وکیل (۱) کے نام

[۱]

ہاں ڈاکٹر کی دوا سے کچھ فائدہ ہے۔ چانول تم سے بھیجتے نہ بنا۔ اپنا کام ہوتا تو پھر جگہ سے بندوبست کر لیتے۔ میرے لئے پانچ چھ روپئے کا بندوبست نہ ہو سکا۔ میرے نزدیک تو بہت ضرور ہے کہ تم تعطیل میں کھنڈا (۲) جا کر رہو، کیوں کہ میاں شبلی (۳) کے انتقال سے وہ گھر بالکل ویران ہو گیا۔ ایسے وقت میں لوگ دشمن کی دلدہی کرتے ہیں اور تمہاری تو بہر حال سسرال ہے۔ آگے تمہاری رائے۔ وہاں سے سمیع کے پاس آتے جاتے رہنا۔

شبلی نعمانی

اعظم گڑھ۔ ۲۰؍اپریل [۱۹۰۰ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۲]

طاعون کی کیا حالت ہے۔

کیا کتابوں کا ملنا ممکن نہیں۔

گرمی کی شدت سے مجھ کو وہاں آنے کی ہمت نہیں ہوتی ہے۔

حامد (۴) کہاں ہیں۔ کیا یہاں آ نہیں سکتے۔

شبلی

۷/اپریل ۱۹۰۶ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۳]

میں مختار نامہ لکھ تو دوں، لیکن کارروائی (۵) مجھ کو نہیں آتی۔ ایک دن کے لئے ہی تم آ جاتے تو بہتر تھا۔ کیا تم وہاں سیٹل ہو؟ تو کبھی میں وہاں آؤں۔ کیا کانفرنس (۶) میں نہ آؤ گے۔ اب کہ تو بڑی چہل پہل ہے۔ آغا خان بھی آتے ہیں۔

شبلی

۲۴/دسمبر ۱۹۱۲ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

تعلیقات و حواشی

(۱) مولوی محمد اسحاق وکیل علامہ شبلی کے منجھلے بھائی تھے۔ موضع بندول ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد علی گڑھ گئے۔ وہاں سے بی۔اے اور ایل ایل بی کیا۔ واپس آ کر الٰہ آباد ہائی کورٹ میں وکالت کا آغاز کیا، جس میں بڑی شہرت و ناموری حاصل کی۔ جوانی میں ۱۲/اگست ۱۹۱۴ء کو یکا یک انتقال کیا۔ یہ علامہ شبلی کے دست و بازو تھے۔ علامہ شبلی انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔ تمام گھریلو اور زمیندارانہ ذمہ داریاں انہیں کے سپرد تھیں۔ یہ علامہ شبلی کے بڑے معین و مددگار تھے۔ نیشنل اسکول کے ذمہ دار بھی یہی تھے۔ اسے وہ بہت ترقی دینے کا عزم رکھتے تھے۔ یہی نہیں وہ اعظم گڑھ کے تمام بڑے قصبات میں نیشنل اسکول قائم کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس کے لئے انہوں نے ایک رقم [پانچ سو روپئے] بھی مختص کر لی تھی۔ افسوس ان کی بے وقت موت سے ان کے ارمان ادھورے رہ گئے۔ علامہ شبلی کو ان کی موت سے سخت صدمہ پہنچا اور ان کا بڑا دلدوز مرثیہ لکھا، جو اردو کلیات میں شامل ہے۔ ان کے پوتے احمد اسحاق نعمانی کے بقول بڑے دادا یعنی علامہ شبلی نعمانی انہی کے صدمے میں چل بسے۔

علامہ شبلی سے ان کی مسلسل خط و کتابت رہی۔ مکاتیب شبلی میں ان کے نام ۲۶ رخطوط شامل ہیں۔ درج ذیل تین خطوط نو دریافت ہیں:

(۲) کھنڈا ضلع الہ آباد میں غالباً محمد اسحاق وکیل ہائی کورٹ کی سسرال تھی، اسحاق صاحب کی تین شادیاں ہوئی تھیں۔ پہلی بندول میں۔ دوسری غالباً اسی کھنڈا میں اور تیسری غازی پور میں۔ اول الذکر بیویوں نے کم مدت حیات پائی۔

(۳) غالباً محمد اسحاق وکیل کے سسر کا نام ہے۔

(۴) حامد حسن نعمانی خلف شبلی نعمانی

(۵) خط میں ''کاررواہی''ہی لکھا ہوا ہے۔ ہندی میں کارروائی کو ''کاریہ واہی'' لکھتے ہیں۔

(۶) آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ

○○○

[۲۴]

میر ولایت حسین (۱) کے نام

[۱]

حامد (۲) کو غالبًا آپ نے روپئے دے دیئے ہوں گے۔ وہ اب کہاں ہیں، اگر وہیں ہوں تو یہ کارڈ ان کو دکھا دیجئے گا۔ (یہاں سے مخاطب حامد حسن نعمانی ہیں)

روپئے تم کو میر ولایت حسین صاحب نے دے دیئے ہوں گے، مطلع کرو کہ تعطیل کب ہوگی اور تم کہاں جاؤ گے۔ لکھنو سے تم نے اپنے مصارف میں (پانچ روپئے) بوٹ کے لئے اور دس روپئے کپڑے کے لئے حساب میں لیا تھا۔ کیا اتنے دنوں میں بوٹ اور کپڑے پھٹ گئے۔

شبلی نعمانی

۱۳؍ جون [۱۹۰۰ء] اعظم گڑھ

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان مرحوم)

تعلیقات و حواشی:

(۱) میر ولایت حسین [۱۸۶۲-۱۹۴۹ء] علامہ شبلی کے علی گڑھ کے دوستوں میں تھے، ریواڑی کے رہنے والے تھے۔ وہیں ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۸۱ء میں دہلی سے انٹرنس پاس کر کے علی گڑھ آئے اور فرسٹ ایر میں داخل ہوئے۔ بی اے پاس کر کے یہیں ملازمت اختیار کر لی۔ سکنڈ ماسٹر اور ہیڈ ماسٹر رہے۔ انسٹی ٹیوٹ گزٹ اور ڈیوٹی شاپ کے بھی ذمہ دار رہے۔ انسٹی ٹیوٹ گزٹ اور علی گڑھ کے بعض دوسرے رسائل میں مضامین بھی لکھے۔ ۱۹۲۰ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ قیام علی گڑھ میں رہا۔

۸؍جولائی ۱۹۴۹ء کو یہیں وفات پائی۔ انہوں نے آپ بیتی بھی لکھی ہے۔

علی گڑھ سے وحیدالدین سلیم [۱۸۶۹-۱۹۲۸ء] نے جو ماہنامہ معارف جاری کیا تھا اس کے جاری کرنے کا اولاً منصوبہ علامہ شبلی اور میر ولایت حسین نے بنایا تھا مگر بوجوہ نہ نکال سکے۔ مئی ۱۸۹۸ء میں علامہ شبلی ایم اے او کالج علی گڑھ سے مستعفی ہوئے۔ اس سے پہلے ان کے اکلوتے فرزند حامد حسن نعمانی کالج میں داخل ہو چکے تھے۔ حامد حسن نعمانی کے نام علامہ شبلی نے جو خطوط اعظم گڑھ اور بعض دوسرے شہروں سے لکھے ہیں، بیشتر انہیں میر ولایت حسین کی معرفت بھیجے ہیں۔

ooo

[۲۵]

مولوی محبوب عالم (۱) کے نام

[۱]

مکرمی

تسلیم! کارخانہ کی آتش زدگی (۲) کی خبر سن کر نہایت افسوس ہوا۔ امید ہے کہ خدا بہت جلد تلافی کردے گا۔ سفر (۳) سے واپسی پر مبارک باد قبول فرمایئے۔

شبلی

لکھنؤ

۴رفروری ۱۹۱۴ء

(ماہنامہ ماہ نو کراچی، اکتوبر ۱۹۶۷ء)

---

[۲]

جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار دام لطفہ!

میرے متعلق جو تہمت آمیز خبریں (مثلاً رام پور وغیرہ میں ماہواریں بند کرانے کے لئے جانا) آپ کے اخبار میں شائع ہوتی ہیں اور پھر مجھ کو آپ مخاطب کرتے ہیں، ان کی نسبت کم از کم یہ دیکھ لیا کیجئے کہ وہ لوگ اپنا نام کیوں ظاہر نہیں کرتے اور اگر ہر گمنام تحریر کی بنا پر مجھ پر سوالات جاری کردئے جائیں تو میں کہاں تک ان کے جواب کے لئے اپنا وقت صرف کرسکتا ہوں۔

آپ کو معلوم ہے کہ قریباً نو مہینے سے ندوہ کی بے ضابطگیوں کے واقعات بعض معزز

اخباروں میں مسلسل شائع ہوتے رہے۔اسی زمانے میں ندوہ کے ایک ذمہ دار رکن جن کوندوہ کے جلسۂ انتظامیہ نے حسابات کے جانچنے پر مقرر کیا تھا،ان کی رپورٹ شائع ہوئی،جس سے حسابات کے متعلق کچھ اچھی رائے نہیں قائم ہوتی۔یہ بھی ان کی طرف سے شائع ہوا کہ تعمیرات کا حساب مطلق ان کو دکھلایا نہیں گیا۔اس تقاضے پر بھی تعمیرات کا حساب اب تک شائع نہیں ہوا۔

چار مہینے سے زائد ہوئے سرکاری انسپکٹر مدارس نے ندوہ میں آکر دارالعلوم کا معائنہ کیا اور نہایت مفصل رپورٹ لکھی۔یہ رپورٹ پرنسپل صاحب اور مدرسین انگریزی نے دیکھی اور اس کے چرچے پھیلے۔خود دفتر نظامت سے تمام ارکان کے نام،جن کی تعداد اکاون ۵۱/ہے،اس کا اقتباس بھیجا گیا،جس میں یہ فقرہ تھا کہ''اگر یہ ردی حالت قائم رہی تو سرکاری اعانت دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔''ان واقعات اور عام خبروں سے اگرچہ ارکان نظامت متاثر نہیں ہوئے،لیکن عام اثر کیوں کر رک سکتا تھا۔

میں حیدرآباد سے آتے ہوئے بھوپال ٹھہرا اور دو دفعہ حضور سرکار عالیہ کی خدمت میں حاضر ہوا،لیکن ندوہ کے متعلق میں نے ایک حرف بھی نہیں کہا۔حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ ندوہ کی ماہوار میری ہی درخواست اور میرے اعتماد پر مقرر ہوئی تھی۔آپ اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ میری نسبت غلط خبریں شائع کرنے سے اصل معاملے پر کیا اثر پڑتا ہے۔میں ہر طرح مجرم سہی لیکن اس سے ندوہ کی خوش انتظامی کیوں کر ثابت ہوسکتی ہے۔

آپ ایڈیٹر کی حیثیت سے قوم اور ملک کی زبان ہیں۔آپ کو تھوڑا سا وقت اس کام کے لئے نکالنا چاہئے کہ آپ دفتر سے ندوہ کا دستور العمل منگوالیں جو صرف چند صفحات ہیں۔انقلاب جدید میں جو انتظام کیا گیا،وہ دستورالعمل کی رو سے کسی طرح جائز ہوسکتا ہے یا نہیں۔اگر نہیں ہے اور کارروائیاں بے ضابطہ ہو رہی ہیں تو شخصی بحثوں سے قطع نظر کر کے اصل معاملے پر توجہ فرمایئے۔میں آپ سے اور تمام خیرخواہان قوم سے استدعا کرتا ہوں کہ ندوہ کے مسئلے میں شخصیت، حیثیت اور پارٹی فیلنگ سے متاثر نہ ہوں۔

شبلی نعمانی

۱۷/اپریل ۱۹۱۴ء

[ماخذ: روزنامہ پیسہ اخبار لاہور ۲۳/اپریل ۱۹۱۴ء]

تعلیقات و حواشی:

(۱) مولوی محبوب عالم [۱۸۶۲-۱۹۳۷ء] مدیر پیسہ اخبار لاہور کا شمار اردو کے بڑے صحافیوں میں ہوتا ہے۔ اور بلاشبہ انہوں نے ۱۸۸۸ء میں پیسہ اخبار جاری کر کے صحافت کو نئی بلندیوں پر پہنچایا۔ وہ ایک پختہ مشق اہل قلم اور ادیب وانشا پرداز تھے۔ ان کے قلم سے متعدد کتابیں نکل کر مقبول ہوئیں۔ ان کا سفرنامہ یورپ خاصہ مقبول ہوا۔ بعض دوسرے موضوعات پر بھی ان کی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

جیسا کہ خطوط ومراسلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ شبلی سے ان کے مراسم اور خط وکتابت کا سلسلہ قائم تھا۔ ان کے اخبار پیسہ میں علامہ شبلی کی متعدد تحریریں شائع ہوئی ہیں۔

(۲) ۲۴/۲۵ جنوری ۱۹۱۴ء کی درمیانی شب میں کارخانہ پیسہ اخبار لاہور میں آتش زدگی کا واقعہ پیش آیا، جس سے مطبع اور کتب خانہ کو نقصان پہنچا۔

(۳) سفر یورپ: جس کا انہوں نے سفرنامہ بھی لکھا ہے۔ اور وہ متعدد بار شائع ہوا۔

ooo

[۲۶]

مولانا حمید الدین فراہی (۱) کے نام

[۱]

برادرم!

فیض آباد کے ضلع میں معزز راجپوتوں کا ایک خاندان ہے جو اودرتیج سنگھ (۲) کے قرابتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو ''اوتار'' ٹھاکر کہتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کے واجب العرض کی نقل کلکٹری سے باضابطہ حاصل کی ہے۔ اس میں صاف یہی لفظ ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ راجپوت کی تفصیل سب سے زیادہ ٹاڈ صاحب (۳) نے تقسیم راجستھان میں کی ہے۔ اس کا اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ دو نسخے الہ آباد کے کتب خانہ میں موجود ہیں ان کو دیکھ کر پتہ لگاؤ۔ فہرست کے ذریعہ سے بہ آسانی مل جائے گا۔ اس قدر پتہ لگ جائے تو انشاء اللہ اعظم گڑھ کی تاریخ بدل جائے گی (۴)، اور سب سامان موجود ہیں اور اس کی کامیاب تدبیر پیش نظر ہے۔

شبلی

لکھنو۔ ۴؍دسمبر ۱۹۰۹ء

[ماخذ: درس شبلی نمبر، بحوالہ باقیات شبلی ص ۲۰۵-۲۰۶]

---

[۲]

برادرم!

واقع میں بہت معمولی کاغذ ہے۔ گھوڑا ۳۰ر مئی کو روانہ ہوا۔ دوا دو روز سے استعمال میں ہے۔ ابھی تک کوئی نیا فائدہ نہیں معلوم ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب مجھ کو بالکل اچھا بتاتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ 'خود بوید نہ کہ عطار گوید'۔

[۱۵۰؍روپئے] کا چیک بھیجتا ہوں رسید سے مطلع کرنا۔ ہاں جولائی سے اسکول (۵) کھلے گا اور فوراً ہیڈ ماسٹر اور سکنڈ ماسٹر کا انتظام کرنا ہوگا۔ تمام ذمہ داری تمہارے اوپر ہے۔

شبلی

اعظم گڑھ۔ ۸؍جون

[ماخذ: درس شبلی نمبر، بحوالہ باقیات شبلی ص ۲۰۶]

---

[۳]

پرائیویٹ

عزیزی!

دو تین دن پہلے ایک خط لکھ چکا ہوں۔ آج تمہارا درد آمیز خط پہنچا۔ تم نے میری بھول جانے کی شکایت لکھی ہے۔ لیکن پہلا خط تمہاری اس شکایت کا گویا پیشگی جواب ہے۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اس دفعہ وطن جا کر میری طبیعت پر ایک خاص اثر ہوا۔ جو کبھی نہیں ہوا تھا۔ قطعی یقین ہو گیا کہ ہمارے عزیزوں کا مذاق کبھی بدل نہیں سکتا۔ آپس کا نفاق و بدخواہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے اور ان کے نزدیک وہ ضرورتاً مبتلا ہیں۔ بہر حال وہ اس سے چھوٹ نہیں سکتے۔ اس لئے مجھ کو ان کی صحبت میں کچھ مزہ نہیں آتا اور جی گھبرانے لگتا ہے۔ منجھلے چچا صاحب (۶) میری اس قدر خاطر اور عزت کرتے ہیں کہ شاید کسی کی کرتے ہوں لیکن باوجود اس کے میری عمر بھر کی تمنا اور خواہش کو خاک میں ملا دیتے ہیں، یعنی مکان کو اس حالت میں رہنے نہیں دیتے کہ ہم لوگ شگفتگی سے دو دن وہاں رہ سکیں۔ چاہتے ہیں کہ تمام مکان اور اس کے منظر کو اپنا مویشی گاہ بنا دیں، ایسی حالت میں وطن کونسی دلچسپی کی چیز ہے۔ اب رہا تمہارا معاملہ اس کی یہ کیفیت ہے کہ [اس کے بعد

حصہ ضائع ہو گیا۔]

[ماخذ: درس شبلی نمبر، بحوالہ باقیات شبلی ص۲۰۶-۲۰۷]

تعلیقات و حواشی

(۱) صاحب تفسیر نظام القرآن علامہ حمید الدین فراہی [۱۸۶۳-۱۹۳۰ء] علامہ شبلی کے ماموں زاد بھائی اور عزیز شاگرد تھے۔ عربی زبان وادب پر بے پناہ دسترس حاصل تھی۔ متعدد عربی تصنیفات ان کی یادگار ہیں۔ عربی تصنیفات میں اپنا نام المعلم عبدالحمید لکھتے تھے۔ تفصیلی حالات کے لئے ''ذکر فراہی'' مصنف ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، مطبوعہ انجمن طلبہ قدیم، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر ۲۰۰۱ء دیکھی جاسکتی ہے۔

(۲) ادریج سنگھ: فیض آباد کا ایک معزز راج پوت

(۳) انگریز مورخ مسٹر ٹاڈ، جس نے: تاریخ راجستھان کئی جلدوں میں لکھی ہے۔

(۴) تفصیل کے لئے دیکھیں ''مشرقی اتر پردیش کے مسلم روتار راجپوتوں کی ابتدائی تاریخ'' مصنفہ رضی احمد چودھری بندولی۔ (سنہ اشاعت درج نہیں)

(۵) علامہ شبلی کا قائم کردہ نیشنل اسکول اعظم گڑھ

(۶) علامہ شبلی کے منجھلے چچا شیخ عجیب اللہ جو علامہ شبلی سے بہت مانوس تھے۔ وہ فارسی زبان وادب سے واقف تھے۔ علامہ کے علمی معاملات میں بھی شامل ہوجاتے۔ رسالہ ظل الغمام کی طباعت کے اخراجات انہی نے اٹھائے تھے۔

○○○

[۲۷]

مفتی شیر علی (۱) کے نام

[۱]

جناب من!

استفتاء و نامہ سامی پہنچا۔ میرے نزدیک آپ کا جواب قرین صحت ہے، مگر چونکہ میں نے افتاء کا کام مدت سے چھوڑ دیا ہے اور اب اپنے تئیں اس منصب بزرگ کے قابل نہیں سمجھتا (۲)، اس لئے دستخط کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے اور بزرگان دین کے ہوتے میری کیا حاجت ہے۔ والسلام

شبلی

علی گڑھ، اکتوبر ۱۸۹۸ء

[ماخذ: نقوش لاہور مکاتیب نمبر ص ۱۸۲، باقیات شبلی ص ۱۵۸، مجلّہ الموسی ج اش ۱-۲، ص ۵۷]

---

[۲]

جناب مولوی صاحب زید عنایۃ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

اس سال کتب ذیل کا امتحان آپ لے لیجئے اور پرچے تیار کر کے یکم اپریل تک سر بمہر میرے پاس بھیج دیجئے۔ یہ قومی کام ہے۔ اس تکلیف کو ضرور گوارا کیجئے۔

شرح حکمۃ الاشراق، از حکومۃ فی نزاع بین اتباع المشائین تا مثل افلاطونیہ

شرح حکمۃ العین مقالہ اول

سلم العلوم کامل

ہدایہ جلد رابع نصف کتاب الکرامۃ باب خطرہ واباحۃ۔(۳)

۱۔فی کتاب سات سوال سے کم اور دس سوال سے زائد نہ ہوں۔

۲۔وقت امتحان کی تعین کر دی جائے۔

۳۔نمبر مفروضہ سو رکھے جائیں۔

۴۔ہر سوال کے محاذی اس کے نمبر لکھ دئے جائیں۔

شبلی

دارالعلوم ندوۃ العلماء

۷رصفر ۱۳۲۷ھ/۲۸رفروری ۱۹۰۹ء

[ماخذ:نقوش،لاہور،مکاتیب نمبر ص ۱۸۹،باقیات شبلی ص ۱۵۸-۱۵۹]

---

[۳]

مولانا! تسلیم

آپ کی تکلیف فرمائی کا بدل مشکور ہوں۔آپ نے جو شکایت کی ہے یہ تو میرے ہی دل کا زخم ہے،لیکن کیا کروں،سو سو طرح مدرسوں کو ابھارا،خود جا کر درس میں بیٹھا،پڑھا کر بتایا۔اعتراضات کئے،جواب مانگے،لیکن وہ جگہ سے نہیں ملتے۔سخت کوفت ہوتی ہے،لیکن کیا کیا جائے۔آشنائے فن تمام ملک میں ناپید ہیں اور ذوق علمی کا پتا نہیں۔مجبوراً میں نے ادب کو مطمح نظر بنایا ہے۔جدید مدرسین میں ایک عرب ادیب (۴) مقرر کیا ہے۔

مجھ کو فرصت ہوتی تو خود کچھ کرتا لیکن ''یک سر و ہزار سودا'' موجودہ تصنیف جب تک ختم نہ ہولے کوئی کام نہیں چھیڑ سکتا۔یورپ نے عمر خیام (۵) کا جبر و مقابلہ (۶) چھاپا ہے۔اس نے بہت سے مسائل قدماء پر اضافے کئے تھے۔فرنچ زبان میں ترجمہ اور ریویو بھی کیا ہے۔والسلام

شبلی

لکھنؤ۔۳؍جولائی ۱۹۰۹ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر، ص۱۸۹-۱۹۰، باقیات شبلی ص۱۵۹، مجلّہ الموسی، ج ا ش ا-۲، ص۵۷]

---

[۴]

مکرمی! السّلام علیکم

کیا آپ دارالعلوم ندوہ کی پرنسپلی بمشاہرہ سو روپیہ، بہ شرط ترقی قبول فرما سکتے ہیں۔؟ مشاہرہ تو ابھی کم ہے، لیکن وسیع قومی کام ہے اور ہر طرح کی اصلاح کا موقع ہے۔ مشاہرہ بھی ضرور بڑھے گا آمدنی کے ساتھ۔

شبلی

ندوہ۔لکھنؤ

۱۳؍اگست ۱۹۰۹ء

[ماخذ: نقوش لاہور مکاتیب نمبر ص۱۹۰، باقیات شبلی ص۱۶۰، مجلّہ الموسی ج ا ش ا-۲، ص۵۷-۵۸]

---

[۵]

یہ فقط رسید ہے، جواب ایک ہفتہ میں عرض کروں گا۔

شبلی، لکھنو

۳؍ستمبر ۱۹۰۹ء

مجلّہ الموسی، حیدرآباد۔ ج ا ش ا-۲، ص۵۷-۵۸]

---

[۶]

مکرمی!

میں حیدرآباد آرہا تھا اور آپ کو وہیں سے لکھنؤ روانہ کرتا،لیکن انقلاب حال نے روک دیا۔۱۰ر شوال سے مدرسہ کھل جائے گا۔آپ اس وقت تک ضرور بالضرور لکھنؤ پہنچ جائیں۔ میں وہاں ہوں یا نہ ہوں۔ہاں ایک بات محض بہ غرض احتیاط لکھ دینا ضروری ہے، وہ یہ کہ مولوی حفیظ اللہ (۷) اگر چہ مستقل نوکر ہو کر ڈھاکہ گئے ہیں،لیکن انگریزی میں قاعدہ ہے کہ برائے نام پہلی تقرری میں ایک عارضی مدت لکھی جاتی ہے۔اس بناء پر مولوی حفیظ اللہ چھ مہینے کے لئے گئے ہیں اور یہی صورت آپ کے لئے بھی ہوگی۔لیکن آپ کی تقرری قطعی ہے۔آپ ہرگز پس وپیش نہ کیجئے گا۔فوراً تشریف لائیے گا،یعنی دس شوال تک۔ جواب لکھنا ہوتو پالن جی ہوٹل بائی کلہ بمبئی کے پتہ سے لکھئے گا۔

شبلی

۱۴ر اکتوبر ۱۹۰۹ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۰، باقیات شبلی ص ۱۶۰-۱۶۱، مجلّہ الموسی ج ا ش ا-۲، ص ۵۸]

---

[۷]

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ دس شوال تک آپ لکھنؤ تشریف لائیں۔دفتر ندوہ میں تار دے دیجئے گا۔اسٹیشن پر کوئی جا کر آپ کو لائے گا۔آپ کے قیام کے لئے بھی مکان وغیرہ کا بندوبست کر دیا جائے گا۔

شبلی

۱۷ر اکتوبر ۱۹۰۹ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۰، باقیات شبلی ص ۱۶۱، مجلّہ الموسی ج ا ش ا-۲، ص ۵۸]

---

[۸]

مولانا!

رمضان میں مدرسہ بند ہو جاتا ہے۔اس کے علاوہ ایک خاص وجہ تھی،یعنی ارکان ندوہ نے ایک اور صاحب کا نام پیش کیا تھا۔اور مجھ کو ان پر اتمام حجت کرنا تھا۔میں ان شاء اللہ دو ہفتہ میں قطعی خط لکھ سکوں گا۔

شبلی

۴رنومبر ۱۹۰۹ء

[ماخذ:مجلّہ الموسیٰ،حیدرآباد۔ج اش ا-۲،ص ۵۸-۵۹]

---

[۹]

جناب مولانا مہتمم صاحب

ان دو بچوں کو دارالعلوم میں پڑھنا مقصود ہے۔امتحان لے کر تعین کر دیا جائے کہ کس کلاس کے قابل ہیں۔چونکہ بورڈنگ میں جگہ نہیں اس لئے یہ دونوں باہر رہیں گے۔

شبلی

ارد سمبر ۱۹۰۹ء

[ماخذ:مجلّہ الموسیٰ،حیدرآباد۔ج اش ا-۲،ص ۵۹]

---

[۱۰]

جناب من!

عبدالرحمٰن رنگونی (۸) سے دریافت فرمایئے کہ وہ دس بجے آغا خاں صاحب (۹) کے پاس گئے تھے یا نہیں؟اور کیا جواب ملا۔آغا خاں صاحب کے ہاں سے شاید خود کوئی جواب آیا ہو،دریافت فرما کر لکھئے۔

شبلی

ارفروری ۱۹۱۰ء

[ماخذ: مجلّہ الموسیٰ، حیدرآباد۔ ج ا ش ا۔۲، ص ۵۹]

---

[۱۱]

مولانا!

مجھ کو افسوس ہوا کہ آپ کو بے فائدہ دوادوش ہوئی۔ تعطیل مزید کی آپ کو خبر نہیں دی گئی ورنہ آپ اہل وعیال میں کچھ دنوں اور بسر کر سکتے۔

افسوس برآورد؟ بن کر نہیں آئی۔ مارچ کا مہینہ گذر گیا تو سرکاری رقم متعلق مولوی طیب صاحب (۱۰) نہ مل سکے گی۔

شبلی

۱۸/مارچ ۱۹۱۰ء

[ماخذ: مجلّہ الموسیٰ، حیدرآباد۔ ج ا ش ا۔۲، ص ۵۹]

---

[۱۲]

مولانا!

گورنمنٹ کو اب اپنی رقم پر توجہ ہوئی ہے اور کلاسوں اور سبقوں کی جانچ پڑتال کرے گی۔ مولوی شیخ محمد صاحب (۱۱) کے گھنٹے اس قدر کم ہیں کہ ان کی تنخواہ دینے میں گورنمنٹ کو تامل ہوگا۔ اس لئے متنبّی، مقامات حریری وغیرہ کے سبق ان کے متعلق کرنے چاہئیں۔ اس کے علاوہ ان کے دو گھنٹے مدرسہ میں اس کام کے لئے رکھئے کہ کتب درجۂ تکمیل مثلاً دواوین غیر درسی کا فرہنگ بنا ڈالیں اور حل الابیات لکھیں۔ ان تحریروں کو انگریزی طریقہ درس میں لکچرز کہتے ہیں۔ مذہبی پابندی کے انتظام میں کوئی ترقی محسوس ہوتی ہے یا نہیں؟

شبلی

الہ آباد، پتھر کی گلی

۴/اپریل ۱۹۱۰ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۱، باقیات شبلی ص ۱۶۱-۱۶۲، مجلّہ الموسی، ج اش ا-۲، ص ۶۰]

[۱۳]

جناب مولانا!

درخواست رخصت پہنچی، منظور ہوکر درج رجسٹر کی گئی۔ لیکن اب مژدۂ تشریف آوری سے اطلاع دیجئے، ورنہ بہت انتشار ہے۔

شبلی

۷/جنوری ۱۹۱۱ء

[ماخذ: مجلّہ الموسی، حیدرآباد۔ ج اش ا-۲، ص ۶۰]

---

[۱۴]

جناب من!

بذریعہ تار مطلع فرمایئے کہ آپ واپس آئیں گے یا نہیں۔

شبلی

[ماخذ: مجلّہ الموسی، حیدرآباد۔ ج اش ا-۲، ص ۶۰]

---

[۱۵]

جناب من!

آپ کو شاید میرا خط نہیں ملا۔ آپ کے جانے کا سخت افسوس ہے۔ کوئی نعم البدل نہیں مل سکتا۔ ۶/اپریل کو یہاں جلسہ انتظامیہ ہے، اس میں یہ فیصلہ ہوگا۔ مخالفین تو مولوی حفیظ اللہ کو بلانا چاہتے ہیں۔ آپ سردست درخواست رخصت بیماری مع سرٹیفکٹ طبی بھیج دیجئے۔

شبلی

۳؍اپریل ۱۹۱۱ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۲، باقیات شبلی ص ۱۶۲، مجلّہ الموسی ج ا ش ا۔۲، ص ۶۰-۶۱]

[۱۶]

جناب مولانا!

عجیب اتفاق ہے، جب آپ کی درخواست رخصت بیماری آئی تو میں سخت علیل اور صاحب فراش تھا۔ اسی گڑبڑ میں وہ درخواست کھوگئی۔ براہ عنایت اس کی نقل دوبارہ بھجوا دیجئے یا جدید درخواست۔

مولوی عبداللہ ٹونکی (۱۲) کچھ جواب نہیں دیتے۔

شبلی

لکھنؤ۔ ۳۰؍اپریل ۱۹۱۱ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۲، باقیات شبلی ص ۱۶۲-۱۶۳، مجلّہ الموسی ج ا ش ا۔۲، ص ۶۱]

---

[۱۷]

مولانا!

دارالعلوم کی حالت نہایت قابل رحم ہے۔ [مولوی عبداللہ] ٹونکی وغیرہ کوئی نہیں آتے۔ آپ ہی رحم فرمایئے۔ مشاہرہ میں پچیس کا اس وقت اضافہ، اور سبق آپ کی مرضی کے مطابق جس قدر آپ پڑھا سکیں۔ بورڈنگ وغیرہ کے اہتمام سے سبکدوشی۔ عہدہ وہی پرنسپلی۔ اس صورت میں تو درخواست منظور فرمایئے۔ جو رائے ہو فوراً بلکہ بذریعہ تار مطلع فرمایئے۔ عنقریب مجلس منعقد ہوگی اور کوئی انتظام قطعی ہوگا۔

شبلی

۴؍جولائی ۱۹۱۱ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۳، باقیات شبلی ص ۱۶۳، مجلّہ الموسی ج ا ش ا۔۲، ص ۶۱]

[۱۸]

جناب مولانا!   تسلیم

یادآوری اور مبارک باد کا شکریہ۔ افسوس یہ ہے کہ سیرت نبویؐ کا کام اس وقت شروع کیا کہ آنکھوں میں پانی اتر آیا۔ بائیں آنکھ بالکل بیکار ہے، گوابھی قدح کے قابل نہیں۔ ذہن پر ہی زور پڑتا ہے، تاہم قصد کرلیا ہے، جو کچھ ہو سکے گا کروں گا۔

افسوس ہے مجھ کو املا کی عادت نہیں، ورنہ لکھوانا آسانی سے ممکن تھا۔ ندوہ کی عمارت نہایت عمدہ بن رہی ہے۔ ۶۴ ہزار خرچ ہو کر ۲۵ ہزار کی اور ضرورت ہے۔ اب کے گیارہ ہزار کا چندہ بھی ہوا۔ ایک رئیس نے پچاس ماہوار بھی مقرر کئے۔

ندوہ زیادہ کامیاب ہوتا لیکن دوستوں کی عنایت بحال خود باقی ہے۔ مولانا (۱۳) اور شاہ صاحب (۱۴) کسی کام کو چلنے نہیں دیتے۔ خیر خدا مالک ہے۔ آپ کی یاد مدرسہ کے درودیوار تک کو نہیں بھولی:

عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں

شبلی

۲۶/اپریل ۱۹۱۳ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۴، باقیات شبلی ص ۱۶۳-۱۶۴، مجلّہ الموسی ج ا ش ۱-۲، ص ۶۱-۶۲]

---

[۱۹]

مولانا!   سلام مسنون

کتاب پہنچی، لیکن یہ تو ادب کی کتاب ہے۔ آپ نے جس کتاب کا ذکر فرمایا تھا یعنی ’’ترازویر‘‘ وہ تو یہ نہیں ہے۔

کیا یہ کتاب غلطی سے آگئی۔؟

شبلی

بمبئی۔۵؍جولائی ۱۹۱۳ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص۱۹۴-۱۹۵، باقیات شبلی ص۱۶۵، مجلّہ الموسی ج اش ۱-۲، ص۶۲]

---

[۲۰]

مولانا! تسلیم

آپ کے تشریف لے جانے پر کئی دن سناٹا رہا۔ کتاب مذکور قدیم تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ کیا اس کے مضامین اسی قسم کے ہیں، جیسے کہ میزان الحکمت کے۔

سب لوگ سلام نیاز عرض کرتے ہیں۔

شبلی

بمبئی۔۱۶؍جولائی ۱۹۱۳ء

اگر کوئی دقت نہ ہو تو کتاب مذکور رجسٹرڈ چند روز کے لئے بھیج دیجئے۔

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص۱۹۴، باقیات شبلی ص۱۶۴، مجلّہ الموسی ج اش ۱-۲، ص۶۲]

---

[۲۱]

جناب مولانا شیر علی صاحب دام مجدکم

تحیہ وسلام۔

ان چند مظلوموں کی عرضی اس خط میں ملفوف ہے۔ آپ اگر جناب مولوی انوار اللہ خاں صاحب (۱۵) سے مل کر یا جس مناسب صورت سے ممکن ہو مولوی صاحب موصوف کو دیں کہ اعلیٰ حضرت تک پہنچا کر دادرسی کرا دیں تو داخل حسنات اور سبب شکر گذاری ہوگا۔

واقعی یہ مظلومین مستوجب رحم اور اعانت ہیں۔

شبلی نعمانی

۵؍اگست ۱۹۱۳ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۵، باقیاتِ شبلی ص ۱۶۵، مجلّہ الموسی، ج اش ا-۲، ص ۶۳]

---

[۲۲]

تسلیم!

وہ کام ہوگیا، آپ کو تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔

شبلی

۱۴/اگست ۱۹۱۳ء

[ماخذ: مجلّہ الموسی، حیدرآباد۔ ج اش ا-۲، ص ۶۳]

---

[۲۳]

مولانا!

میرا ان معاملات میں پڑنا مصلحت نہیں۔

شبلی

۱۳/ستمبر ۱۹۱۳ء

[ماخذ: مجلّہ الموسی، حیدرآباد۔ ج اش ا-۲، ص ۶۳]

تعلیقات و حواشی

(۱) مفتی شیر علی تلمیذ مولانا ہدایت اللہ رام پوری حیدرآباد کے ممتاز علماء میں تھے۔ علامہ شبلی کے دوستوں میں تھے۔ ندوہ کے برسوں پرنسپل رہے۔ معقولات میں یگانہ روزگار اور ریاضی سے بھی واقف تھے۔ علامہ شبلی ان کے علم وفضل کے بڑے مداح تھے۔ انہی کی کوشش وخواہش پر انہوں نے ندوہ کی صدارت قبول کی۔ پھر کچھ دنوں بعد حیدرآباد واپس چلے گئے۔ علامہ شبلی کی وفات کے بعد دوبارہ استاذ مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں وفات پائی۔

(۲) علامہ شبلی نے دو فتوے دئے ہیں۔ تیسرے کا علم نہیں، لیکن وہ فقہ وفتاویٰ پر گہری نظر اور بڑی مہارت رکھتے تھے۔

(۳) ندوہ کے نصاب تعلیم کی درسی کتابوں کے نام ہیں۔

(۴) شیخ حسین بن محسن عرب محدث یمنی کے صاحبزادے شیخ محمد [م:۱۹۲۶ء] اپنے والد کے ساتھ بھوپال وارد ہوئے۔ علامہ شبلی نے ندوہ میں انہیں ادب کا استاذ مقرر کیا تھا۔

(۵) عمر خیام [م:۱۱۳۲ء] مشہور رباعی گو شاعر، جو ماہر ریاضی داں اور ہندسہ وفلکیات پر بھی درک رکھتا تھا۔ اس نے عالم گیر شہرت پائی۔ یورپ میں بھی بے حد مقبول رہا۔ اس کی رباعیات کو کئی زبانوں میں منتقل کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ Edward Fitz Gerald نے جب ۱۸۵۹ء میں رباعیات عمر خیام کا انگریزی میں ترجمہ کیا تو یورپ نے فارسی پڑھنی شروع کردی۔ [تفصیل کے لئے علامہ شبلی کی شعر العجم اور مولانا سید سلیمان ندوی کی تصنیف ''خیام'' مطبوعہ دار المصنّفین اعظم گڑھ، دیکھی جاسکتی ہیں۔]

(۶) جبر ومقابلہ: عمر خیام کی مشہور تصنیف جو ۱۸۵۱ء میں پیرس سے شائع ہوئی۔

(۷) شمس العلماء مولانا محمد حفیظ اللہ [م: ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ] ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بندی کلاں کے رہنے والے بلند پایہ عالم دین تھے۔ چشمہ رحمت غازی پور اور فرنگی محل سے علوم مروجہ کی تکمیل کی تھی۔ درس وتدریس میں مہارت رکھتے تھے۔ پہلے مدرسہ عالیہ رام پور میں مدرس مقرر ہوئے، پھر ندوہ میں مدرس اول نامزد ہوئے۔ اخیر میں ڈھاکہ یونیورسٹی چلے گئے تھے اور ۱۳-۱۴ برس تک اس سے وابستہ رہ کر دوبارہ ندوہ آئے اور ۱۹۳۰ء تک صدر مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اس کے بعد اپنے وطن موضع بندی ضلع مئو آئے اور وہیں وفات پائی۔ گاؤں کے عام قبرستان میں مدفون ہیں۔ علامہ شبلی کے ہم عمر اور ہم وطن ہونے کی بنا پر بڑی بے تکلفی تھی۔ اکثر بحث ومباحثے رہتے۔

(۸) عبدالرحمٰن رنگونی: تفصیل دستیاب نہ ہوسکی۔

(۹) سر آغا خاں ثالث [۱۸۷۷-۱۹۵۷ء] اسماعیلی بوہرہ تھے۔ ان کا شمار ملک کے مدبر اور سنجیدہ اشخاص میں ہوتا تھا۔ حکومت برطانیہ نے انہیں ہز ہائی نس کا خطاب دیا تھا۔ ملکہ وکٹوریہ، قیصر جرمنی اور عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ علی گڑھ آئے تو سرسید نے ان کی خدمت میں

سپاس نامہ پیش کیا۔۱۹۰۲ء میں ایجوکیشنل کانفرنس دہلی کی صدارت انہی نے کی، جس میں علامہ شبلی کو انجمن ترقی اردو کا پہلا سکریٹری نامزد کیا گیا تھا۔

مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخاب، ایم اے، او، کالج علی گڑھ اور اردو زبان کے لئے جدوجہد ان کے لائق ذکر کارنامے ہیں۔ علامہ شبلی سے بھی ان کے مراسم تھے۔ علامہ شبلی کی خواہش پر وہ ۳رفروری ۱۹۱۰ء کو ندوہ کے معائنہ کے لئے تشریف لائے۔ مفید مشورے دئے اور ندوہ کے لئے پانچ سو روپے سالانہ کی امداد بھی منظور کی۔ علامہ شبلی نعمانی نے ان کی آمد پر ندوہ میں ایک نہایت شاندار جلسہ منعقد کیا تھا، جس میں عمائدین شہر بھی شریک ہوئے تھے۔ مگر ان کے ایک مضمون پر علامہ شبلی نعمانی نے اپنی شاعری میں سخت تنقید کی۔ دراصل ہوا یہ کہ جنگ بلقان کے زمانہ میں سر آغا خان نے ایک مضمون لکھ کر ترکوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ یورپ چھوڑ کر ایشیا میں جا بسیں تا کہ یورپ کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ یہ بات مسلمانوں کو سخت ناگوار گذرنی تھی اور گذری۔ چنانچہ مسلمانوں نے سخت ناگواری کا اظہار کیا۔ علامہ شبلی کو بھی ان کا یہ خیال ناروا معلوم ہوا۔ چنانچہ انہوں نے ایک نظم ''سر آغا خان کا خطاب ترکوں سے'' میں طنزیہ انداز میں ان کا جواب دیا۔

علامہ شبلی کی یہ نظم ان کے فارسی کلیات میں شامل ہے۔ اس قطعہ کا عنوان ''خطاب سر آغا خان بترکان عثمانیہ'' ہے۔ دراصل یہ علامہ شبلی کی ترکوں سے محبت اور ان کی دینی حمیت کا ایک نمونہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام یا مسلمانوں پر کسی قسم کی تنقید برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے۔

(۱۰) مولوی طیب صاحب: تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۱۱) مولوی شیخ محمد: تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۱۲) مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی: پروفیسر اورینٹل کالج لاہور۔ اخیر میں ندوہ کے پرنسپل ہو گئے تھے۔

(۱۳) غالباً مولانا محمد علی مونگیری، ناظم اول دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو۔

(۱۴) مولوی شاہ سلیمان پھلواروی [م: ۱ر جون ۱۹۳۵ء] مشہور عالم دین اور شعلہ بیان خطیب ومقرر تھے۔ اردو عربی اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔ ان کا تخلص حاذق تھا۔ پھلواری شریف بہار کے صوفیا کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مختلف مقامات پر اہل علم سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ لکھنؤ میں طب پڑھی

اور طبابت بھی کی۔لیکن قومی جذبات سے سرشار ہوکر تحریک ندوہ میں شامل ہوئے۔دارالعلوم ندوہ کی تعمیر و ترقی میں پیش پیش رہے۔بڑے خطیب تھے۔ان کی تقریریں علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں شائع ہوتی تھیں۔علامہ شبلی سے تعلقات تھے۔خط وکتابت بھی رہی۔انہی کی کوششوں سے ندوہ لکھنؤ میں قائم ہوا۔ مولانا محمد علی مونگیری اور علامہ شبلی کی طرح ندوہ کی تعمیر وترقی میں ان کا بھی بڑا نمایاں حصہ ہے۔

(۱۵) مولوی محمد انوار اللہ خاں،فضیلت جنگ، بلند پایہ عالم ومصنف تھے۔مدرسہ نظامیہ حیدرآباد کے بانی اور میر محبوب علی خاں اور میر عثمان علی خاں نظام حیدرآباد اوران کے صاحبزادوں کے استاذ تھے۔آخر میں معین المہام مذہبی امور مقرر ہوئے۔ان کے قلم سے متعدد کتابیں نکلیں۔

○○○

[۲۸]

نوبت رائے نظر(۱) کے نام

[۱]

ادیب کے حسن ظاہری میں کیا شک اور حسن معنوی میں بھی اردو کے کسی رسالہ سے کم نہیں۔ یا یوں کہئے کہ کوئی رسالہ اس سے بڑھ کر نہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب ایک محدود دائرہ سے قدم آگے بڑھانا چاہئے، اب تک جو کچھ ہو رہا ہے یا اپنی داستانیں ہیں یا یورپ کی نہایت سرسری معلومات۔ اس سے زبان کی ترقی کا قدم آگے نہیں بڑھتا، کوشش کی جائے کہ ہربرٹ اسپنسر اور ہکسلے وغیرہ کا فلسفہ اردو زبان میں آئے۔ انگریزی سے اردو میں جو کچھ منتقل ہو رہا ہے اوچھے اور ادنیٰ درجہ کے معلومات ہیں، ان کو کہاں تک بار بار پڑھئے۔ یوروپین معلومات کے لحاظ سے آج سے دس برس پہلے ہم لوگ جہاں تھے اب بھی وہیں ہیں۔

شبلی

(ماخذ: اردو ادب کی بازیافت ادیب الہ آباد، پہلی جلد ص ۲۷۳)

تعلیقات و حواشی

(۱) منشی نوبت رائے نظر[۱۸۶۶-۱۹۲۳ء] اردو کے ممتاز ادیب، شاعر اور نقاد تھے۔ انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔ ان کا کلام اردوئے معلٰی علی گڑھ میں شائع ہوتا تھا۔ ادبی مضامین کا ایک مجموعہ ''انوار نظر'' شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ خدنگ نظر اور ماہنامہ ادیب الہ آباد کے مدیر رہے۔ دونوں رسالوں نے بڑی مقبولیت پائی۔ ادبی کارناموں کی بدولت ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

[۲۹]

شیخ رشید رضا مصر(۱) کے نام

[۱]

الی حضرةالسیدالمحترم متع الله المسلمین بطول بقائله

بعدالتحیة و السلام

انی لم ازل اقرا فی الجرائد ماتبذلون من السعی فی تاسیس دارالعلم والارشاد،وهذه هی بغیتنا التی کنا تشد ها نحن اهل الندوه ،فجعل الله سعیکم مشکوراً،وتوج عملکم بالنجاح ، طالما تاقت نفسی الی زیارة مصر للقائکم ، ولکن هیهات ! فانی قد قطعت احدی رجلی لرصاصة اصابتها(۲)، فبقیت جلیساً للبیت غیر قادرعلی تحمل اعباء الرحلة والسفر والامر الذی دعادنی الآن الی ارسال النمیقة ان الامیرة سلطان جهان بیگم(۳) صاحبة ایالة "بوفال" خرجت راحلة الی لندرة للحضور فی حفلة تتویج الملک "جرج" وهی ترید زیارة البلاد الاسلامیة مصر فی شهررمضان.

وهی من عظماء بلادنا ، اعطت مائة الف روبیة لتکمیل کلیة علی کده(۵)، وعینت ثلاثة مائة روبیة جرایة شهریة لندوتنا، وکم لها من امثال ذالک!

ولها شدة عنایة بتربیة عائلتها، ولذالک ارادت ان تجلب احدی المعلمات المسلمات من مصر المحروسة ، وقد کتبت الی ان اکون مساعداً لها فی انجاح هذا

الامر. فالمرجو من حضرتكم انها لما تصل الى قاهرة، وتستدعى من حضرتكم الاستشارة والاستعانة فافعلوا مايليق بكم من اكرم مثل هذا الضيف الكريم العديل المثل، والفضل لكم.

شبلی نعمانی

ندوه لکهنو

فی ۷ مايو سنة ۱۹۱۱ء

[ماخذ: بحوالہ الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی، ص۲۲۴-۲۲۶]

ترجمه

محترم المقام! سلام وتحیہ

بعد سلام عرض ہے کہ آپ دارالاسلام والارشاد کے قیام کے سلسلہ میں جس طرح کوشش کر رہے ہیں اس کے بارے میں، میں برابر اخبارات میں پڑھتا رہتا ہوں۔ ہم ذمہ داران ندوہ بھی ایسے ہی مقصد کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ آپ لوگوں کی کوششوں کو قبول فرمائے اور آپ کو اس مقصد میں کامیابی سے ہم کنار فرمائے۔ میں بہت دنوں سے آپ سے ملاقات کرنے کی غرض سے مصر آنے کا خواہش مند تھا، لیکن افسوس گولی لگنے کی وجہ سے میری ایک ٹانگ کاٹ دی گئی ہے اور میں خانہ نشیں ہو کر رہ گیا ہوں۔ کہیں بھی آنے جانے یا سفر کے قابل نہیں رہا۔ آپ کی خدمت میں یہ خط اس غرض سے بھیج رہا ہوں کہ ریاست بھوپال کی حکمراں محترمہ سلطان جہاں (بیگم) کنگ جارج کے جشن تاج پوشی میں شرکت کی غرض سے لندن جا رہی ہیں۔ وہ ممالک اسلامیہ بھی جانے کی خواہش مند ہیں۔ ماہ رمضان میں وہ مصر پہنچیں گی۔

محترمہ کا شمار ہمارے ملک کی عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے علی گڑھ کالج کی تعمیر میں ایک لاکھ روپیہ کی خطیر رقم عطا کی۔ اور ہمارے ندوہ کے لئے انہوں نے تین سو روپیہ ماہانہ کی رقم مختص کر رکھی ہے۔

وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں حد درجہ فکر مند ہیں۔ اس کے لئے وہ کسی

مصری مسلم استانی کی خدمات حاصل کرنے کی خواہش مند ہیں۔انہوں نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ میں اس کام میں ان کی مدد کروں۔آں جناب سے التماس ہے کہ موصوفہ جب قاہرہ پہنچیں اور آپ سے اس سلسلہ میں مدد اور مشورہ چاہیں تو آپ اس بے مثال شریف مہمان کی شایان شان عزت وتکریم کریں۔امید ہے کہ آپ کا کرم شامل حال رہے گا۔

شبلی نعمانی

ندوہ لکھنو

۷ مئی ۱۹۱۱ء

---

(۲)

بسم الله الرحمن الرحيم

الى حضرة الفاضل الاستاذ مولانا رشيدرضا اطال الله بقاء ہ

لايخفى على امثالكم ان اغارات جرجي زيدان على اعراض العرب فى كتابه "تاريخ التمدن الاسلامي" اكثر من تحصى، وان كل مادسه وموه به لااصل له اصيلاً . وحين اطلعت على ذالک كاد قلبي ان يتمتز من الغليظ، غير انى صبرت و امنعت النظر فيما له نظر، ولما عيل عنى الصبروناى، قمت على ساق، والفت رسالة اكشف فيها دساسه، وهي الآن تطبع. واريدارسال مافرغ من طبعه منها اليكم لكى تدرجوه فى جريدتكم، وكذالک الى الفراغ منها باسرها.

ومماانهيه اليكم ان ندوةالعلماء فى كل عام تعقد محفلاً عاماً يحضر فيه الخاص والعام، والامراء والنواب واهل الحل والعقد. ويكون انعقاده عامناهذا فى اول ابريل سنة ۱۹۱۳ .فنحن معشر المعتمدين والاراكين نهوى ونود من صميم قلوبناان تكون صدر هذاالمحفل العظيم، وواسطة عقده النظيم حضرتكم الشريفة،فان تشرفونابالقدوم علينا فى الهند ،تهرع اهل البلاد الشاسعة الى هذا

المحفل الاسلامی علی کل ضامر من کل فج عمیق لمقدمکم المبارک ان شاء الله تعالیٰ .ویحصل بعون الله لکم ماانتم بصدد الاجتهاد بذلک محفل ندوتنا، ویقدر قدره. وفی طی رقیمی هذا، ارسل الیکم خطبة والی الهند، وعمیدها، فیظهر لکم منهاان الدولة البریطانیة لهاعنایة تامة بندوةالعلماء، ولولاذالک لم تعین لهافی کل شهر خمس مائة روبیة من خزائنها. فان عزم جنابکم علی تشریفنابما اقترحناه فلا علیه ان یلاقی سفیر الدولة البریطانیة فی مصر المحمیة، وینهی الیه خطبة والی الهند وعمیدهافی حق ندوةالعلماء، وعریضتهاعندقدوم الملک المعظم مع ملکته المعظمة قاعدة الهند دهلی،لکی یکون علی علم، ویستحسن قدومکم علینا. وان امکن منکم طلب الاجازة بذلک موقومة فیهافنعم ذالک. ودمتم افندم.

شبلی نعمانی

۵/جنوری (ینایر)سنة ۱۹۱۲

[ماخذ: بحوالہ الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی، ص۲۲۶-۲۲۸]

ترجمہ

بخدمت

جناب حضرت مولانا رشید رضا دامت برکاتہم

آپ جیسے لوگوں پہ یہ حقیقت مخفی نہیں ہوگی کہ جرجی زیدان نے اپنی کتاب تاریخ التمدن الاسلامی میں حد درجہ عربوں کی عزت و ناموس پر حملہ اور کردارکشی کی ہے۔اس کی اس دسیسہ کاری اور افترا پرداز کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔ جب مجھے اس کا پتہ چلا تو غصہ سے میرا دل پھٹنے لگا لیکن میں نے صبر سے کام لیا اور اس اہم مسئلہ پر کافی غور وخوض کیا۔ جب مجھے صبر کا یارا نہیں رہا تو اس سازش کو بے نقاب کرنے کے لئے میں کمر بستہ ہوگیا اور میں نے ایک کتاب لکھی ،جس میں میں نے اس کی در پردہ سازش کا پردہ چاک کیا ہے۔ یہ کتاب طباعت کے مراحل سے گذر رہی ہے۔ ابتک جو حصہ چھپ چکا ہے،اسے میں اس غرض سے آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں کہ آپ

اسے اپنے اخبار میں شائع کر دیں۔اس طرح پر آیندہ قسطوں میں پوری کتاب آپ کے اخبار میں چھپ جائے گی۔

میں آپ تک یہ پیغام بھی پہنچانا چاہتا ہوں کہ ندوۃ العلماء ہر سال ایک عام جلسہ منعقد کرتا ہے۔جس میں عوام و خواص ،امراء ونوابین اور ارباب حل وعقد ،ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔اس سال جلسے کا انعقاد یکم اپریل ۱۹۱۳ء کو ہوگا۔ہماری یہ دلی خواہش ہے کہ یہ عظیم جلسہ آپ کی زیر صدارت منعقد ہو۔اگر آپ ہندوستان تشریف لائیں تو آپ کی بابرکت تشریف آوری کی وجہ سے لوگ جوق در جوق ہر طرف سے اس جلسہ میں شرکت کریں گے اور آپ کو اپنی مجلس تعلیم وارشاد کے اغراض ومقاصد کے اظہار کا اچھا موقع مل جائے گا اور ہمارے ادارے کے اس جلسے کی رونق میں اضافہ ہو جائے گا۔میں اس خط کے ساتھ ہندوستان کے والی وحکمراں کا لکچر ارسال کر رہا ہوں،جس سے آپ کو اچھی طرح اندازہ ہو جائے گا کہ برٹش گورنمنٹ کی نگاہ میں ندوہ کو کیا مقام حاصل ہے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ حکومت اپنے خزانے سے ندوہ کے لئے ماہانہ پانچ سو روپیہ کی رقم مختص نہ کرتی۔

اگر آنجناب ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشیں اور تشریف لانے کا ارادہ ہو تو آپ مصر میں موجود برطانوی حکومت کے سفیر سے ملاقات کر کے ندوہ کے بارے میں ہندوستانی حکمراں کی تحریر پیش کر دیں اور ملکہ معظّمہ کے ساتھ جب بادشاہ سلامت دہلی تشریف لائے تھے، اس کی سرگذشت سے بھی انہیں آگاہ کر دیں تاکہ اس کا علم بھی انہیں ہو جائے۔اس طرح ہمارے یہاں آپ کی تشریف آوری بہتر طور پر ہو سکے گی۔اگر اس سلسلہ میں آپ کو تحریری اجازت نامہ مل جائے تو مزید بہتر ہوگا۔اللہ آپ کو سلامت رکھے۔

شبلی نعمانی

ندوۃ العلماء لکھنو

۵/جنوری ۱۹۱۲ء

تعلیقات و حواشی

(۱) شیخ محمد رشید رضا[۱۸۶۵-۱۹۳۵ء] عالم اسلام کے ممتاز عالم ومصنّف اور شیخ محمد عبدہ کے شاگرد تھے۔ وہ مصر کے مشہور عالم ومفسر اور مجلّہ المنار کے مدیر رہے۔ اصلاً شامی تھے۔ علامہ شبلی سے گہرے تعلقات تھے۔ خط وکتابت بھی رہی۔ علامہ شبلی ہی کی دعوت پر شیخ رشید رضا ۱۹۱۳ء میں ندوہ کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے اور صدارت کی۔ یہ پہلا موقع تھا جب ندوہ کا تعلق عالم اسلام سے قائم ہوا۔ یہ شرف بھی علامہ شبلی ہی کو حاصل ہوا۔

(۲) حادثہ پا: علامہ شبلی ندوہ سے وطن اعظم گڑھ آئے ہوئے تھے۔ اور شبلی منزل میں اپنے اکلوتے بیٹے حامد حسن نعمانی کے ساتھ ٹھہرے تھے۔ اس وقت ''شبلی منزل'' آم اور لیچی کے باغوں کے درمیان واقع تھی، جس میں جھنڈ کے جھنڈ کوے آتے تھے اور باغ کو نقصان پہنچاتے۔ ان کو بھگانے کے لئے حامد حسن نعمانی فائر کرتے تھے۔ بھری ہوئی بندوق مردانہ میں رکھی ہوئی تھی اور حامد حسن شہر میں کہیں گئے ہوئے تھے۔ علامہ نے اپنی بہو سے بندوق اندر رکھنے کو کہا۔ انہوں نے اٹھایا تو بھری ہوئی بندوق بے خیالی میں چل گئی اور گولی علامہ کی پنڈلی میں لگی۔ زخم اتنا کاری تھا کہ ہڈی چور چور ہوگئی اور اسے کاٹنا پڑا۔ یہ ۷ارمئی ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے۔ اس کی تفصیل انہوں نے مولانا حبیب الرحمٰن شروانی کو ایک خط میں لکھی ہے، جسے شروانی صاحب نے اپنے مضمون میں جو علامہ شبلی کی وفات پر لکھا تھا اور جواب مقالات شروانی میں شامل ہے، نقل کیا ہے۔

پاؤں کٹ جانے کے بعد مصنوعی پاؤں لگایا گیا۔ اسی کے سہارے انہوں نے بقیہ زندگی گذاری بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے کبھی کسی سے عذر لنگ نہیں کیا اور ملت کے لئے متعدد شہروں اور تمام صوبوں کا سفر کیا۔ حتیٰ کہ ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کے لئے ڈھاکہ تک گئے۔

(۳) سلطان جہاں بیگم [۱۸۵۸-۱۹۳۰ء] والی ریاست بھوپال۔ ۱۹۰۱ء میں اپنی والدہ شاہ جہاں بیگم کی وفات کے بعد تخت نشیں ہوئیں اور ۱۹۲۶ء میں اپنے بیٹے نواب حمید اللہ خاں کو تخت نشیں کیا۔ بڑی عالمہ وفاضلہ تھیں۔ حکمرانی وکشور کشائی کے ساتھ علم وادب سے بھی گہرا شغف رکھتی تھیں۔ انہوں نے خواتین کے لئے کئی کتابیں لکھیں۔ بڑی علم پرور اور ادب نواز خاتون تھیں۔ مسلم یونیورسٹی کی تعمیر وترقی میں

ان کا بڑا حصہ ہے۔ وہ اس کی پہلی چانسلر بھی رہیں۔انہوں نے علامہ شبلی کو بڑی قدر و منزلت دی۔ سیرۃ النبی کے تمام مصارف اپنے ذمہ لئے۔اسی موقعے پر علامہ شبلی نے یہ قطعہ کہا تھا:

مصارف کی طرف سے مطمئن ہوں میں بہر صورت

کہ ابر فیض سلطان جہاں بیگم زر افشاں ہے

رہی تالیف و تنقید روایت ہائے تاریخی

تو اس کے واسطے حاضر مرا دل ہے مری جاں ہے

علامہ شبلی کی وفات کے بعد ان کا یہ وظیفہ حامد حسن نعمانی کی درخواست پر حکومت حیدرآباد نے دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے نام منتقل کیا گیا۔

ooo

[۳۰]

حکیم اجمل خاں (۱) کے نام

[۱]

مکرم!

میں نے اب ایک عربی داں کاتب مقرر کر دیا ہے، جو غالباً صحیح لکھے گا۔ جداگانہ صحت کا انتظام نہیں ہوسکتا تھا۔ فرمایئے تو اجزائے طیار شدہ بھیجتا جاؤں۔

ہاں یہ ارشاد ہو کہ کتب خانہ رام پور سے متمتع ہونے کی کیا صورت ہے۔؟

میں فارسی شاعری کی نہایت مبسوط تاریخ لکھنا چاہتا ہوں۔ فردوسی، فرخی، عبدالواسع جبلی، انوری، سلمان ساوجی، حکیم سنائی، عرفی، نظیری، منوچہری، وامغانی کے حالات تذکروں سے نقل کرا کر ارسال فرمائیں تو نہایت کرم ہوگا۔ (۲)

کاتب نقل کرے اور اجرت کتابت میں ادا کروں گا، لیکن دولت شاہ سمرقندی، مجمع الفصحاء، خزانہ عامرہ، مرأۃ الخیال، سرخوش سے نقل کرنے کی ضرورت نہیں (۳)۔ یہ کتابیں یہاں بھی موجود ہیں۔ والتسلیم

شبلی

حیدرآباد

۲۱؍مئی ۱۹۰۳ء

[ماہنامہ معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۴۲ء ص ۴۶۹]

تعلیقات و حواشی

(۱) مسیح الملک حکیم اجمل خاں [۱۸٦۵-۱۹۲۷ء] نامور طبیب ہونے کے ساتھ ملک وملت کے عظیم رہنماؤں میں تھے۔ ان کا تعلق دہلی کے قدیم اطباء کے گھرانے سے تھا۔ اپنے گھرانے کے طبیہ اسکول کو ترقی دے کر طبیہ کالج بنایا۔ وہ خود ایک بڑے حاذق طبیب تھے۔ ان کا شمار جامعہ ملیہ اسلامیہ کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے جامعہ کو علی گڑھ سے دہلی منتقل کیا، وہ اس کے چانسلر بھی رہے۔ انہوں نے سیاست میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ رولٹ بل کے خلاف دہلی میں جو زبردست مظاہرہ ہوا تھا، اس کی قیادت حکیم اجمل خاں ہی نے کی تھی۔ انہوں نے مسلم لیگ کے ۱۹۱۹ء کے اجلاس امرتسر کی صدارت بھی کی۔ تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون میں وہ شامل رہے۔ حکیم صاحب ہندو مسلم اتحاد کے داعی و حامی تھے۔ علامہ شبلی سے گہرے مراسم اور خط و کتابت بھی تھی۔ ان کا یہی ایک خط علامہ شبلی کے نام دستیاب ہوا جو اس مجموعہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔

(۲) مذکورہ شعراء کے حالات وشاعری کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شعر العجم [حصہ اول و دوم] مصنفہ علامہ شبلی نعمانی مطبوعہ دار المصنّفین اعظم گڑھ۔۲۰۱۸ء

(۳) فارسی شعرا کے تذکرے ہیں۔

○○○

[۳۱]

مولوی قیام الدین بخت جونپوری (۱) کے نام

[۱]

جناب مکرم زاد مجدکم

حاشا وکلا آپ کی نسبت مخالفت اور تنگ خیالی کا وہم بھی نہیں۔ مگر کثرت کار سے خط دعوتی غلطی سے نہ روانہ ہوا۔ اس فروگذاشت کو براہ کرم معاف فرمائیں۔ آپ کی توجہ کا شکریہ۔ عنوان حسب موقع آپ خود تجویز کر سکتے ہیں۔ والسلام

شبلی نعمانی

۱۹/نومبر ۱۹۰۸ء

[عطیہ: جناب محمد عرفان جون پوری]

---

[۲]

مکرمی!

والا نامہ سفر میں ملا۔ آج ہی دفتر میں لکھا ہے، وہاں سے کاغذات بھیجیں گے۔ جس قدر کوشش فرمائیے گا، قوم اور دین پر اس کا احسان ہوگا۔

شبلی

از بمبئی، ۱/نومبر ۱۹۰۹ء

[عطیہ: جناب محمد عرفان جون پوری]

[۳]

جناب من!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کو معلوم ہوگا کہ ارکان انتظامیہ ندوہ کی میعاد ممبری ختم ہوگئی ہے۔اور ۴۸ ارکان کے انتخاب کی ضرورت ہے۔میرا خیال ہے کہ آپ نے ابتک لوگوں کے نام انتخاب کر کے دفتر میں نہیں بھیجے ہیں،اس لئے امور ذیل گذارش ہیں:

۱۔آپ ۴۸ شخصوں کے نام پیش کر سکتے ہیں۔

۲۔فہرست ارکان سابق مرسلہ مولوی عبدالحئی صاحب (۲) آپ کے پاس موجود ہوگی اس کو پیش نظر رکھ کر جو بزرگ قابل انتخاب ہوں،ان کے نام انتخاب کیجئے۔یہ انتخاب یا ان بزرگوں کی قابلیت علمی یا وجاہت دنیوی کے لحاظ سے ہو یا اس لحاظ سے ہو کہ ان لوگوں نے زمانہ ممبری میں عمدہ کارگذاری اور ہمدردی کا اظہار کیا۔

۳۔جدید ارکان انتخاب کیجئے یعنی ہر صوبہ کے مشاہیر اور ذی اثر اشخاص کو لیجئے ، مثلاً مدراس میں مولانا عبدالسبحان (۳)،نواب غلام احمد خاں (۴)،بمبئی میں قاضی کبیر الدین (۵)، مولوی رفیع الدین بیرسٹر (۶)،حاجی یوسف ثعبانی (۷)،کلکتہ میں مولوی شمس الہدیٰ (۸)،مولوی یوسف (۹) پنجاب میں مسٹر محمد شفیع (۱۰) شیخ غلام صادق (۱۱) بابو نظام الدین (۱۲) ممالک متحدہ میں بہت سے لوگ ہیں،جن کو آپ خود بھی جانتے ہیں۔

۴۔آپ خود اپنا نام بھی پیش کر سکتے ہیں۔

۵۔مدت نامزدگی بہت کم رہ گئی ہے اس لئے فوراً دفتر میں منتخب اشخاص کے نام بھیج دیجئے۔

۶۔دستور العمل کی رو سے انتخاب ارکان کا جو جلسہ ہوگا اس میں صرف زبانی ووٹ [رائے] لی جائے گی۔تحریری ووٹ کافی نہیں،اس لئے جب جلسہ کی تاریخ کی اطلاع دی جائے تو جلسہ میں آپ کو خود تکلیف فرمانا چاہیئے یا بہ صورت مجبوری وہاں کے کسی معزز صاحب کو بھیجنا

چاہئے۔

۷۔انتخاب ارکان کے لئے ووٹ دینا ارکان انتظامی پر محدود نہیں بلکہ ہر ممتاز شخص ووٹ دے سکتا ہے۔صرف یہ شرط ہے کہ [۲؍روپئے] بھیج کر ندوہ کا عام ممبر بن جائے اور موقع انتخاب پر موجود ہو۔

عمائدین حضرات ذیل قابل انتخاب ہیں۔

مولوی لطف اللہ (۱۳) مفتی عدالت العالیہ حیدرآباد دکن، مولانا عبدالجبار غزنوی (۱۴)، مولوی عبداللہ صاحب غازی پوری (۱۵)، مولوی ثناء اللہ امرتسری (۱۶)، ابوبکر شہاب عرب، حیدرآباد۔مولوی حمیدالدین [فراہی] پروفیسر عربی یونیورسٹی الہ آباد

شبلی نعمانی

۱۰؍جنوری ۱۹۱۱ء

[ماخذ: عطیہ جناب محمد عرفان جون پوری]

تعلیقات و حواشی

(۱) مولوی حکیم قیام الدین بخت جون پوری [۱۸۶۵-۱۹۴۸ء] بڑے عالم و فاضل شخص تھے۔جون پور کے محلّہ ملاٹولہ میں پیدا ہوئے۔اس وقت جون پور تعلیم کا ایک اہم مرکز تھا۔یہیں تعلیم پائی اور اس میں بڑا کمال پیدا کیا۔شاہی عیدگاہ اور جامع الشرق کے امام اور جون پور کے آنریری مجسٹریٹ رہے۔تحریک ندوہ سے بڑی دلچسپی لی۔شاعری میں امیر مینائی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔۱۹۴۸ء میں ضلع کملہ بنگلہ دیش میں وفات پائی۔

علامہ شبلی، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی، امیر مینائی، سر شاہ سلیمان، مولانا سید عبدالحیٔ حسنی، جلیل مانک پوری، حفیظ جونپوری، ڈپٹی عشرت حسین، اختر مینائی، آہ مینائی وغیرہ سے ان کے مراسم اور خط و کتابت تھی۔ان کے نام مذکورہ شخصیات کے چند غیر مطبوعہ خطوط جناب محمد عرفان جون پوری کے پاس محفوظ ہیں۔یہ تینوں خطوط جناب محمد عرفان جون پوری ہی نے راقم کو عنایت فرمائے ہیں۔عرفان صاحب

بڑے باذوق اور جون پور سے متعلق نوادرات کے شائق ہیں۔ایک بڑا اچھا گوشہ انہوں نے بنایا ہے۔

(۲) مولانا سید عبدالحئی حسنی: سابق ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

(۳) مولانا عبدالسبحان: آنریری مجسٹریٹ مدراس، ندوہ کے بڑے ہمدرد و بہی خواہ تھے۔علامہ شبلی کی خواہش تھی کہ انہیں ندوہ کی انتظامیہ کا رکن منتخب کیا جائے۔یکم فروری ۱۹۲۰ء کو وفات پائی۔

(۴) نواب غلام احمد خاں، مدراس

(۵) قاضی کبیر الدین [م: جولائی ۱۹۴۰] بمبئی کے ممتاز بیرسٹر اور قانون داں تھے۔مسلمانوں کے تعلیمی مسائل سے انہیں خاص دلچسپی تھی۔انجمن اسلام بمبئی کے صدر اور آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سرگرم اور فعال رکن رہے۔کوکن کے مسلمانوں کی تعلیمی بیداری میں ان کا بھی حصہ ہے۔

(۶) مولوی رفیع الدین بیرسٹر، پونہ کے باشندہ تھے۔ہندوستان کے بعد تعلیم کے لئے انگلستان گئے اور بیرسٹر ہو کر لوٹے۔ان کا شمار اسماعیل یوسف کالج کے بانیوں میں ہوتا ہے۔علامہ شبلی انہیں ندوہ کا رکن بنانا چاہتے تھے۔۱۹۴۰ء میں وفات پائی۔

(۷) حاجی یوسف ثعبانی: یہ بمبئی کے ممتاز تاجر عمر ثعبانی کے والد گرامی تھے۔انہیں تعلیم سے بڑی دلچسپی رہی۔بمبئی کا خلافت ہاؤس ان کا بنگلہ تھا۔انجمن اسلام سے بڑی دلچسپی لیتے تھے۔

(۸) مولوی شمس الہدی [۱۸۶۳-۱۹۲۲ء] کلکتہ کے ممتاز اشخاص اور انتہائی تعلیم یافتہ تھے۔مدرسہ عالیہ میں عربی وفارسی کے پروفیسر رہے۔ندوہ سے خاص دلچسپی کی بنا پر علامہ شبلی انہیں ارکان انتظامی میں شامل کرنے کے خواہاں تھے۔

(۹) مولوی یوسف جعفری رنجور، کلکتہ میں قیام پذیر تھے، مگر ان کا تعلق علمائے صادق پور سے تھا۔کلکتہ میں چیف بورڈ آف اگزامنر تھے۔۱۹۲۰ء میں سبکدوش ہوئے۔۱۹۲۳ء میں وفات پائی۔

(۱۰) سر محمد شفیع بیرسٹر [۱۸۶۹-۱۹۳۲ء] لاہور کے ایک بڑے جاگیردار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔۱۸۹۲ء میں لندن سے بیرسٹری پاس کیا تھا۔امپیریل لجسلیٹیو کونسل اور پنجاب لجسلیٹیو کونسل کے رکن رہے۔کونسل آف امپائر میں ہندوستان کو شریک کار کا درجہ انہی کی کوششوں سے ملا تھا۔علی گڑھ تحریک اور اردو کے بڑے پرزور حامی تھے۔علامہ شبلی کے کئی خطوط میں ان کا ذکر ہے۔وفد وقف علی الاولاد میں

پنجاب کی طرف سے ان کا نام علامہ اقبال نے پیش کیا تھا۔[کلیات مکاتیب اقبال جلد اول ص ۲۳۹]

(۱۱) خان بہادر شیخ غلام صادق، آنزیری مجسٹریٹ امرتسر انجمن معین الندوہ کے سکریٹری تھے۔

(۱۲) بابو نظام الدین۔ جوائنٹ سکریٹری انجمن معین الندوہ۔

(۱۳) مولوی لطف اللہ، مفتی عدالت عالیہ حیدر آباد دکن

(۱۴) مولانا عبدالجبار غزنوی ممتاز عالم اور میاں نذیر حسین کے نامور شاگرد تھے۔ نیک طبع اور عابد و زاہد شخص تھے۔

(۱۵) مولانا حافظ عبداللہ غازی پور[م:۲۶/نومبر ۱۹۱۸ء] اصلاً اعظم گڑھ کے باشندہ تھے۔ غازیپور میں مستقل سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے غازی پوری سے معروف ہیں۔ یہ اہل حدیث عالم تھے۔ ان سے متعدد ارباب کمال نے اکتساب علم کیا۔ درس وتدریس میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور اور مدرسہ احمدیہ آرہ میں ان کا چشمہ علم برسوں جاری رہا۔ مولانا فاروق چریا کوٹی ان کے استاذ تھے گویا یہ علامہ شبلی کے استاذ بھائی ہوئے۔

(۱۶) مولوی ثناء اللہ امرت سری [م:۱۵/مارچ ۱۹۴۸ء] مفسر اور مشہور مناظر تھے۔ آریہ سماجیوں، عیسائیوں اور قادیانیوں سے بڑے معرکے کے مناظرے کئے اور انہیں شکست دی۔ وہ ایک بڑے اہل قلم بھی تھے۔ دسیوں کتابیں ان کے قلم سے نکلیں۔ امرت سر سے رسالہ ''اہل حدیث'' نکالتے تھے۔ اس کی بڑی خدمات ہیں۔

ooo

[۳۲]

نواب سید علی حسن خاں (۱) کے نام

[۱]

مکرمی! تسلیم

ایسی جلدی نہیں، ہفتہ کے بعد چل سکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ الہ آباد، لکھنؤ وغیرہ سے بہت گرم ہے۔ ابھی سے لو شروع ہوگئی۔ ہاں یہ بھی طے کر لیجئے کہ بمبئی میں کب تک رہنے کا ارادہ ہے، یعنی فوراً حیدر آباد کا قصد تو نہ ہوگا۔ حیدر آباد میں گولو نہیں ہوتی، لیکن سخت گرم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میرے مصالح اس کے مقتضی ہیں کہ میں کم از کم ایک مہینہ کے بعد وہاں جاؤں۔ بہت جی چاہتا ہے کہ آپ کو سمندر پار لے چلوں لیکن آپ حضرت عمرؓ کی طرح دریا سے ڈرتے ہیں۔

حافظ احمد رضا خاں صاحب جج ہائی کورٹ حیدر آباد (۲) نے اپنی تمام کتابیں جو چار الماریوں کے بقدر ہیں ندوہ کو وقف کر دیں۔ میں نے آدمی بھیج کر فہرست منگوالی ہے۔ کتابیں بھی عنقریب آتی ہیں۔ ان میں خواجہ حسن دہلوی (۳) کا دیوان بھی ہے جو غزل میں عدیم النظیر ہے۔

اچھے صاحب (۴) کی تحریر سے معلوم ہوا کہ دو معزز صاحب ندوہ کی برائی بیان کرتے تھے اور آپ لوگ جواب دیتے تھے۔ لیکن وہ لوگ تو معذور ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کسی ذاتی اغراض کی بنا پر گورنمنٹ سے ندوہ کی برائی کر چکے ہیں۔ اب کیا وہ اپنے منہ سے آپ جھوٹے نہیں۔؟ والتسلیم۔

شبلی

الہ آباد، پتھر کی گلی

۱۸/اپریل ۱۹۰۷ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۸، باقیات شبلی ص ۱۹۷-۱۹۸]

---

[۲]

جناب من! تسلیم

ایک خط پہلے بھیج چکا ہوں۔ ارادہ ہے کہ عنقریب لکھنؤ آؤں۔ ۷/دسمبر کو جلسہ انتظامیہ ہونے والا ہے۔ اس کی شرکت کا تقاضا ہے۔ آپ وہاں کے موجودہ حالات سے واقف ہیں، نیز حکیم عبدالولی صاحب (۵) اور مولوی عبدالحئی صاحب سے دریافت فرما کر لکھئے کہ وہاں کا آنا کہیں کوفت کا باعث تو نہ ہو۔ اگر طبیعتوں میں کدورت اور خود غرضی ہے اور ندوہ کی کارروائیاں بے ڈھنگی ہیں تو ضرور مجھ کو سوہان روح ہوگا، اس لئے آپ کی کیا رائے ہے؟ شریک ہوں یا نہ ہوں۔؟

چونکہ وقت بہت کم ہے، اس لئے جواب بواپسی ڈاک عنایت ہو، بلکہ مختصر تار بھی دیجئے تو اور بہتر ہے۔ میں غالباً آپ ہی کی کوٹھی پر قیام بھی کروں گا۔ جلسہ کے پروگرام میں بہت بے قاعدگیاں ہیں، ان کو الگ خط لکھوں گا۔

شبلی

حیدرآباد، کاچی گوڑہ

۲۴/جنوری ۱۹۱۳ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۳، باقیات شبلی ص ۱۹۸]

---

[۳]

مکرمی! تسلیم

مدت سے خیریت مزاج اور حالات سامی معلوم نہیں ہوئے۔ میں تبدیل آب و ہوا اور عمادالملک کے ایما سے حیدرآباد آیا اور اب تک یہیں ہوں اور چونکہ ہر روز ارادہ سفر رہتا ہے، آپ

کو خط بھی نہ لکھ سکا کہ خط کے بجائے زیارت حاصل کروں گا۔ سیرتؐ ہو رہی ہے۔ ایک جگہ بیٹھ کر دوبارہ نظر اور تکمیل کی ضرورت ہے۔

ندوہ کے موجودہ ارکان جنہوں نے ممبری قبول کر لی ہے، ان کی فہرست دفتر سے منگوا کر بھیج دیجئے۔

شبلی

حیدر آباد، کاچی گوڑہ۔ ۱۸ر نومبر ۱۹۱۳ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۵، باقیاتِ شبلی ص ۱۹۹]

---

[۴]

جناب نواب علی حسن خاں صاحب بالقابہم!

نثار بمبئیٰ کن ہر متاع کہنہ و نورا — طراز مسند جمشید و فرتاج خسرورا
فغاں از گرمی ہنگامہ خوبان زردشتی — بہم آمیختہ از زلف و عارض ظلمت وضورا
بہر سو از ہجوم دلبرانِ شوخ بے پروا — گذشتن از سرِ رہ مشکل افتاد است رہرورا
بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت — کنار آب چوپاٹی و گلگشتِ اپالو را

بیا شبلی بہ یاد پنجۂ گیر اے مژگانش
وگر پارہ گرداں ایں قبائے زہد صد تورا

شبلی

از بمبئیٰ کلیر روڈ
بنگلہ دھن کاست پوسٹ آفس بائی کلا

[۶ر ستمبر]

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۸]

---

[۵]

ساغر زندگیم حیف کہ جز در ندداشت — جز ہمیں جرعۂ آخر کہ بہ پایاں زدہ ام
جامۂ زہد چو بر قامتِ من راست نہ بود — شیشۂ تقویِ سی سالہ بہ سنداں زدہ ام
کس چہ داند کہ بہ خلوت گہِ آں ماہِ تمام — زدہ ام ساغر و بر یاد حریفاں زدہ ام
جائے آں است کہ گلشن دمداز کنج لبم — بوسہ ہا بسکہ براں عارض خنداں زدہ ام

نے تواں برد کہ ایں زمزمہ نے چیزے نیست
شبلی ایں تازہ نواہا نہ چومستاں زدہ ام

دیگر

چند بیہودہ بہ بندِ غم دنیا باشم — زیں پسِ با قدح و بادہ و مینا باشم
گرچہ رندی و طرب شیوۂ دانا نہ بود — حاجتم نیست کہ فرزانہ و دانا باشم
مست و پرعربدہ تنگش بکشم در آغوش — تشنۂ وصلم و تاکے بہ محابا باشم
بادہ ہر چند تہِ خرقہ تواں نیز کشید — چشم مستِ تو براں داشت کہ رسوا باشم
جلوۂ اونگذارد کہ برم بہرہ ز وصل — بدمد صبح و ہماں محو تماشا باشم
باہمہ دعویِ تمکیں نتواں خواست زمن — کہ تواز پردہ بدر آئی و برجا باشم

دامنِ عیش زدستم نہ رود تا شبلی
دامن بمبئی از کف نہ دہم تا باشم

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۷-۱۹۸]

تعلیقات و حواشی

(۱) صفی الدولہ، حسام الملک، شمس العلماء نواب سید علی حسن خاں [۱۸۶۶-۱۹۳۶ء] ابن نواب سید صدیق حسن خاں عربی و فارسی زبان پر بڑا عبور تھا۔ اردو کے پختہ مشق اہل قلم، مصنف اور شاعر تھے۔ ۱۶/اگست ۱۸۶۶ء (۴/ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ) کو بھوپال میں پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم و تربیت ہوئی۔ اور

ریاست بھوپال کے محکمہ تعلیمات کے ڈائرکٹر مقرر ہوئے۔شعروادب بالخصوص فارسی شاعری کا بڑا ستھرا مذاق رکھتے تھے۔فارسی کے سیکڑوں مشہور اشعار از بر تھے۔اردو وفارسی میں دادِسخن دیتے تھے۔طاہران کا تخلص تھا۔اردو کے ایک پختہ مشق مصنف بھی تھے۔کئی کتابیں ان کے قلم سے نکلیں۔'فطرۃ اسلام' اور 'آثار صدیقی' ان کی بہترین یادگاریں ہیں۔

علی گڑھ تحریک اور تحریک ندوہ میں شریک رہے۔خاص طور پر تحریک ندوہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔لکھنؤ کی بعض دیگر تحریکوں میں بھی سرفہرست رہے اور ان کی مالی مدد بھی کی۔علامہ شبلی کے بے تکلف دوستوں بلکہ قدردانوں میں تھے اور خاص طور سے ان کے فضل وکمال کے بڑے معترف ومداح تھے۔ان کی پہلی ملاقات بھوپال میں ہوئی تھی جب علامہ شبلی سرسید کے ساتھ حیدرآباد جاتے ہوئے بھوپال ٹھہرے تھے۔علامہ شبلی جب ندوہ سے وابستہ ہوئے اور لکھنؤ میں قیام کیا۔اس زمانہ میں نواب صاحب بھوپال سے مستعفی ہوکر لکھنؤ میں اپنی کوٹھی بھوپال ہاؤس میں مقیم تھے۔نواب صاحب ملاقات کے لئے ندوہ آتے۔اور اکثر گاڑی بھیج کر علامہ شبلی کو اپنی کوٹھی پر بلواتے اور بڑی ضیافتیں کرتے۔انہوں نے اپنا قیمتی کتب خانہ علامہ شبلی ہی کے کہنے پر ندوہ پر وقف کیا تھا۔۱۹۱۳ء میں جب علامہ شبلی ندوہ سے مستعفی ہوئے تو انہوں نے بھی استعفا دیدیا تھا اور ندوہ کی اصلاح کے لئے فکرمند رہے۔بعد میں وہ ندوہ کے اعزازی ناظم بنائے گئے۔علامہ شبلی کی وفات (۱۸رنومبر۱۹۱۴ء) کے بعد انہوں نے ان کے تلامذہ سے بھی اخلاص کا معاملہ رکھا۔دارالمصنّفین کے وہ اساسی رکن تھے۔یہ تعلق انہوں نے آخری سانس تک باقی رکھا۔۱۹رنومبر ۱۹۳۶ء کو انتقال کیا۔ان کی غیرمطبوعہ خودنوشت ''تذکرہ طاہر'' ماہنامہ معارف میں بالاقساط شائع ہوئی۔ناچیز نے اس کا تجزیہ اپنی کتاب ''شبلی خودنوشتوں میں'' پیش کیا ہے۔

(۲) حافظ احمد رضا خاں، جج ہائی کورٹ حیدرآباد: دیکھیں تذکرہ کاملان رام پور

(۳) خواجہ حسن دہلوی[م:۱۳رنومبر۱۸۶۵ء]

(۴) اچھے صاحب: تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۵) حکیم عبدالولی[م:۱۹۱۴ء] جھوائی ٹولہ لکھنو کے نامور اطباء میں تھے۔علامہ شبلی بڑے مراسم تھے۔

ooo

[۳۳]

میر محبوب علی خاں (۱)

نظام حیدر آباد کے نام

[۱]

مولوی عبدالقوی صاحب بی.اے.(۲) کو جو سرٹیفکٹ ان کے اساتذہ اور سکریٹری کالج نے دئے ہیں اس کے بعد اگر چہ میری تصدیق بیکار چیز ہے، لیکن بطور واقعہ کے میں اظہار کرتا ہوں کہ وہ نہایت لایق، ذہین، قابل شخص ہیں۔ انشا پردازی میں ان کو خاص مذاق ہے اور تاریخ کے ساتھ ان کو نہ صرف مناسبت بلکہ شغف ہے۔ چونکہ وہ فطرۃً علمی مذاق رکھتے ہیں اس لیے ان کا علمی اشغال میں معروف ہونا قوم اور ملک کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔

تحصیل و تکمیل علم کے لیے یورپ جانا چاہتے ہیں اور در حقیقت ان کا یورپ جانا بہت مفید ہوگا اور اس میں ان کو مدد کرنا ایک علمی خدمت ہے۔

شبلی نعمانی

لکھنؤ

۷رفروری ۱۹۱۱ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، فروری ۱۹۹۹ء ص ۱۵۰-۱۵۱)

تعلیقات و حواشی

(۲) میر محبوب علی خاں [۱۸۶۶-۱۹۱۱ء] نظام حیدر آباد ۱۸۶۹ء میں حیدر آباد کے ساتویں نظام منتخب

ہوئے۔اردو پر فریفتہ تھے۔اردو میں دادِسخن بھی دیتے تھے۔اردو کوحیدرآباد کی سرکاری زبان کا درجہ فارسی کو ہٹا کرانہیں نے دیا تھا۔ان کا ذکر علامہ شبلی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

حضور نظام تیموریوں کی شان وشوکت، دریا دلی وفیاضی،عفو وبردباری،عزم واستقلال کے مجسم تصویر پیکر تھے۔تیموریوں کے بہت سے آداب وآئین جو ہم تاریخوں میں پڑھتے ہیں اور جن کی صحیح تصویر ہمارے ذہن میں نہیں آتی ،حضور نظام کے آداب سلطنت اور نظام حکومت سے صاف سمجھ میں آجاتے تھے۔حلم وعفو کا یہ حال تھا کہ جولوگ بوجوہ خاص معتوب ہوتے اور الگ کئے جاتے تھے، ان کے بھی بیش قرار وظائف مقرر ہوجاتے تھے۔تمام عمر میں ایک شخص کی بھی روزی بند نہیں کی۔ ہندوستان میں جس قدر اسلامی درسگاہیں ہیں سب ان کے دست کرم کی ممنون ہیں۔ملک میں جس قدر مشاہیر ارباب تصنیف ہیں سب انھیں کے خوان فیض سے بہرہ یاب ہیں۔شہسواری،نشانہ بازی،قدر اندازی، سپہ گری میں ان کا جواب نہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج وہی ایک ذات والا صفات تھی جو ارباب فن کا مربی،علم وفضل کا پشت پناہ،مصنفین کا کعبہ آرزو،مظلوموں کا دادرس،اور رعایا کا پدر مہربان تھا۔

اکبر کی بےتعصبی، جہاں گیر کی رنگین مزاجی،شاہ جہاں کی شوکت، عالم گیر کے استقلال نے مل کرایک قالب اختیار کرلیا تھا۔

(ماہنامہ الندوہ ستمبر ۱۹۱۱ء،ص ۱)

(۲) مولوی عبدالقوی صاحب بی.اے[م:۱۹۲۶ء]ممتاز ادیب وشاعر،مولانا عبدالعلی آسی مدراسی کے فرزند اورلکھنو یونیورسٹی میں عربی فارسی کے پروفیسر رہے۔بی اے کے بعد انگلینڈ میں تعلیم حاصل کی۔اسی تحصیل علم کے لئے علامہ شبلی نے نظام حیدرآباد کے نام سفارشی خط لکھا تھا۔اسے پروفیسر شاہ عبدالسلام [لکھنو یونیورسٹی]نے ماہنامہ معارف اعظم گڑھ[فروری ۱۹۹۹ء]میں شایع کرایا۔

عبدالقوی صاحب اچھے شاعر تھے اور فانی تخلص کرتے تھے۔ان کے قصائد کا مجموعہ گلزار عثمانی شائع ہو چکا ہے۔ان کی ایک اہم انگریزی تصنیف ''لسان وادبیات فارسی، مغل دور میں'' ۲ر جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔شمس العلماء ڈاکٹر عبدالغنی جو ناگ پور یونیورسٹی میں السنہ مشرقیہ کے صدر رہے ان کے برادر اصغر تھے۔

○○○

[۳۴]

قاضی سراج الدین احمد (۱) کے نام

[۱]

مشاہیر کا تذکرہ معقول تجویز ہے، لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ آپ نے ہماری قدیم تعلیم وعلوم کی کچھ قدر نہ کی۔ اس سے زیادہ کیا ظلم ہوگا کہ مجھ سے ہیچ میرز کا نام فہرست میں ہو اور جناب مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی، مولوی عنایت رسول صاحب چریا کوٹی وغیرہ بزرگوں کو پوچھا تک نہ جائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان بزرگوں کو ہم جیسوں کے شمار میں داخل ہونا بھی عار ہے۔ چنانچہ سنا ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی نے اول شمس العلماء کا خطاب لینے سے منع کر دیا ہے۔

اجمالاً آپ کا یہ لکھنا کہ اور علماء اور شعراء کا تذکرہ لکھنا بھی منظور ہے۔ اس غلطی کا کفارہ نہیں ہوسکتا۔ ان بزرگوں کی اس لحاظ سے بھی قدر کرنی چاہئے کہ آپ کی فہرست والے لوگ نئی تعلیم کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتے ہیں، لیکن ان بزرگوں کے خاتمہ پر ہماری تعلیم قدیم کا خاتمہ ہے۔ آپ ضرور اس فہرست کو وسیع کیجئے۔ اس بات کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ داغ، امیر، عزیز لکھنوی (شاعر فارسی) وغیرہ نظر انداز کئے جائیں۔ والسلام

شبلی

(محمڈن نیشنل میگزین سیال کوٹ، یکم اگست ۱۸۹۳ء ص ۹-۱۰)

[۲]

آپ کی فہرست میں آزاد کا نام نہیں ہے۔ مشاہیر قوم اور بالخصوص مصنّفین اردو کی جو فہرست آزاد کے نام سے خالی ہو وہ ناتمام اور محض ناتمام ہے۔ اردو اگر ایک جداگانہ دنیا ہے اور اس کے مختلف اقالیم میں الگ الگ سلطنتیں ہیں تو آزاد سلطنت تمسعہ کا مالک اور صاحب تاج و تخت ہے۔ اس قسم کی فروگذاشتیں معذوری کے قابل نہیں۔ والسلام

شبلی

(ماخذ: محمڈن نیشنل میگزین سیال کوٹ، یکم اگست ۱۸۹۳ء ص ۱۰)

تعلیقات و حواشی

(۱) قاضی سراج الدین احمد [۱۸۶۶-۱۹۲۵ء] بارایٹ لا، ایڈیٹر ہفتہ روزہ سرمور گزٹ ناہن، سرسید احمد خاں [۱۸۱۷-۱۸۹۸ء] کے دوست اور علی گڑھ تحریک کے سرکردہ اشخاص میں تھے۔ راولپنڈی مسلم لیگ کے صدر رہے۔ انجمن اسلامیہ راولپنڈی کے سکریٹری اور راجہ ریاست پونچھ اور چیف جج پونچھ کے پی اے بھی رہے۔ اسلامیہ ہائی اسکول راولپنڈی کے بانی بھی وہی ہیں۔ ایک مصنف، صحافی اور قانون داں کی حیثیت سے اپنے عہد میں ممتاز تھے۔ حیات سلطان صلاح الدین [م:۱۸۹۷] ، جنگ ترکی و یونان۔ تعلیم [م:۱۸۹۲ء]، تہذیب، فصاحت [م:۱۹۰۹ء]، فضیلت، حقیقت خلافت [طبع دوم ۱۹۲۰ء] سرسید احمد خاں کے لکچروں کا مجموعہ مع سوانح عمری [م: ۱۸۹۰ء] داستان پاستان اور سیرۃ الفاروق [م:۱۸۹۳ء] وغیرہ ان کی تصنیفات وتالیفات اور کتب و رسائل ہیں۔ انہوں نے کئی اخبار و رسائل مثلاً ہفتہ وار سرمور گزٹ ناہن [۹۳-۱۸۹۱ء] ہفتہ وار ''چودھویں صدی'' راولپنڈی [۱۸۹۹ء] اور پندرہ روزہ محمڈن نیشنل میگزین سیال کوٹ [۱۸۹۳ء] کی مختلف وقتوں میں ادارت کے فرائض انجام دئے اور اپنی محنت و صلاحیت سے انہیں مقبول عام بنایا۔

۱۸۹۳ء میں علامہ شبلی کی تصنیف ''الفاروق'' پر سبقت کی غرض سے بعجلت تمام ''سیرۃ الفاروق'' لکھ کر شائع کی۔ اس کوشش وسبقت کو علاوہ اور لوگوں کے خود سرسید احمد خاں نے بھی ناپسندیدہ فعل قرار دیا

اوراس کے خلاف اپنے اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں ایک تحریر شائع کی۔(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۱۰/مارچ ۱۸۹۳ء وحیات شبلی طبع جدید ص ۲۶۴-۲۶۶)

محمڈن نیشنل میگزین سیال کوٹ میں قاضی سراج الدین نے اپنے ایک علمی اور تصنیفی منصوبے کا اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں خدائے سخن شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد [۱۸۳۰-۱۹۱۰ء] کا نام شامل نہیں کیا گیا تھا۔ چنانچہ علامہ شبلی کو ناگوار گذرا۔ دوسرا خط اسی سلسلہ میں ہے۔ علامہ شبلی کی معروضات کو منشی سراج الدین احمد ایڈیٹر ''چودہویں صدی'' راولپنڈی نے مثبت انداز میں لیا اور اعتراف کیا کہ

> ''درحقیقت مولانا مولوی محمد حسین صاحب آزاد کا نام بھول جانے کی تو ہم سے غلطی ہوئی تھی لیکن اس سے زیادہ ناموں کو چھوڑ دینے اور دوسرے بزرگوں کے اسمائے گرامی داخل فہرست نہ کرنا ہماری واقفیت اور علم کا قصور تھا۔ ہم اپنے مولانا کے نہایت شکر گذار ہیں کہ انہوں نے بعض بزرگوں کے ناموں سے ہم کو اطلاع فرما کر ایسی بدنما غلطی سے بہت جلد بچالیا اور ہم ان تمام بزرگوں کے ناموں کو جو مولانا ممدوح نے اپنے گرامی نامہ میں لکھے ہیں، اپنی فہرست میں مع اپنے مخدوم مولانا مولوی سید احمد صاحب دہلوی مصنف فرہنگ آصفیہ کے نام کے اپنی فہرست میں داخل کرتے ہیں۔''
>
> (محمڈن نیشنل میگزین سیال کوٹ، یکم اگست ۱۸۹۳ء ص ۱۰)

شاید قاضی سراج الدین احمد کا یہ علمی منصوبہ منصوبہ ہی رہ گیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ آیا وہ یہ تذکرہ لکھنے میں کامیاب ہوئے یا نہیں۔ ۲۵/جولائی ۱۹۲۵ء کو راولپنڈی میں وفات پائی۔

○○○

[۳۵]

میر سید عبدالسلام (۱) کے نام

[۱]

جناب میر صاحب!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

۱۔جس کا یہ عقیدہ ہو کہ مادہ قدیم ہے اور خدا کا مخلوق نہیں ہے وہ ملحد اور زندیق ہے۔ میں مادے کو نہ قدیم بالذات تسلیم کرتا ہوں نہ قدیم بالزمان، البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ خدا کے تمام اوصاف قدیم ہیں۔

الکلام (۲) میں اگر اس قسم کے اقوال مذکور ہیں تو وہ غیر مذہب والوں کے عقائد ہیں اور اس غرض سے نقل کئے ہیں کہ ان کا رد کیا جائے۔

۲۔نبوت کے متعلق میرا ہرگز یہ اعتقاد نہیں ہے کہ وہ اکتسابی ہے اور ہر شخص نبی ہوسکتا ہے۔ میں نبوت کو عطیہ الٰہی سمجھتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتا ہوں اور جو شخص اس بات کا قائل ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی ہوسکتا ہے، اس کو مسلمان نہیں جانتا۔

۳۔باقی میرے عقائد وہی ہیں جو قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہیں۔ میں عقیدتاً اور فقہاً دونوں لحاظ سے اہل سنت و جماعت سے ہوں۔

شبلی نعمانی

دہلی

(ماخذ: صحیفہ لاہور جنوری ۱۹۷۱ء، ص ۶۱)

تعلیقات و حواشی

(۱) سید عبدالسلام فاروقی مالک مطبع فاروقی دہلی، عالم فاضل شخص تھے۔ علامہ شبلی نعمانی سے تعلقات تھے۔ مولوی عبدالحق حقانی کے فتنۂ تکفیر شبلی کے زمانہ میں انہوں نے ایک خط لکھ کر علامہ شبلی سے ان کے عقائد دریافت کئے۔ یہ خط اسی کے جواب میں ہے۔

(۲) الکلام: علامہ شبلی کے سلسلہ کلامیہ کی ایک اہم تصنیف ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''آثار شبلی'' مطبوعہ دار المصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۳ء

○○○

[۳٦]

مولوی سید ولی الحق (۱) کے نام

[۱]

جناب من!

ہجل (Hagal) کی نسبت آپ کو سجاد مرزا صاحب (۲) نے دفتر کی طرف سے اطلاع دی ہوگی۔اخبار میں نام انگریزی حرف میں بھی بھیجے گئے تھے،لیکن اس نے کاہلی سے اردو پر اکتفا کیا۔رپورٹ کی کاپیاں بہت کم رہ گئیں، یہاں کچھ نہیں ہوسکتا۔اگر خدا نے یہاں سے نجات دی تو میں جس قسم کی تاریخ آپ چاہتے ہیں لکھ سکوں گا۔

تمدن عرب (۳) وغیرہ سطحی کتابیں ہیں۔ان کے مصنّفین خود عربی نہیں جانتے۔سنی سنائی باتیں لکھ دیتے ہیں۔یورپ کے مصنّفین میں بہت کم عربی دان ہیں،جنھوں نے مسلمانوں کی تاریخیں لکھی ہیں۔والسلام

شبلی

حیدرآباد دکن۔۱۷ رمئی ۱۹۰۴ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص ۵۳]

---

[۲]

یورپ کی کتابیں میں تو مسٹر آرنلڈ کے ذریعہ سے منگایا کرتا ہوں،لیکن آپ براہ راست مطبع بریل شہر لیڈن واقع ہالنڈ (۴) سے منگوا سکتے ہیں۔ پہلے خط کتابت کر لیجئے،انگریزی زبان

میں لکھئے گا۔

علم الکلام رعد (۵) کے پنجہ میں ہے۔شاید مہینہ بھر میں نکلے گا۔

شبلی

۲؍جولائی ۱۹۰۴ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص ۵۴]

---

[۳]

مکرمی!

میں سخت بیمار ہوں۔

یہ محض لغو ہے کہ انجمن (۶) کا رسالہ ندوہ میں ملا دیا جائے گا۔ ابھی سرے سے رسالہ کا قصد ہی نہیں کون چلا جائے گا۔

ایران۔فارسی کی کتابیں حسب ذیل پتہ سے مل سکتی ہیں۔

آقا محمد شیرازی۔محلّہ امر کھاڑی نمبر ۱۲۵ بمبئی۔

شبلی

۱۰ جولائی

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص ۵۳]

---

[۴]

مولوی محمد اقبال صاحب ایم۔اے (۷) نے جو مفصل رائے آپ کے ترجمہ کی نسبت بھیجی ہے، وہ بجنسہ ارسال خدمت ہے۔میرے خیال میں آپ زیادہ توجہ سے ترجمہ فرمائیں گے اور اصل مطلب کو سلجھا کر ادا کرنے کی کوشش کریں گے تو اس سے بہتر ترجمہ کر سکیں گے۔محمد اقبال صاحب کا خط بعد ملاحظہ واپس فرما دیجئے اور جو امور انہوں نے ترجمہ کے متعلق لکھے ہیں ان پر

اپنے خیالات سے مطلع فرمایئے۔

شبلی

سکریٹری: از دفتر انجمن ترقی اردو

۲۷ر جولائی ۱۹۰۴ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص ۵۴]

---

[۵]

مکرمی!

خط پہنچا۔ بے شبہ یہی مناسب تھا کہ صرف اعتراضات آپ کے پاس لکھ کر بھیج دیئے جاتے، لیکن آپ سے صرف یگانگت کا برتاؤ کیا گیا۔

ترجمہ کے جانچنے والے بہت سے لوگ ہیں۔ مولوی نذیر احمد صاحب (۸)، مولوی ذکاء اللہ صاحب (۹)، مولوی عزیز مرزا صاحب (۱۰)، مولوی مسعود علی صاحب (۱۱) وغیرہ۔ لیکن مترجمین کو کسی خاص شخص کے یقینی اسم سے مطلع نہیں کیا جاتا۔

افسوس ہے کہ آپ نے مناظرہ کی روش اختیار کر لی۔ آپ کو صرف سادہ جواب لکھنا کافی تھا۔ پروفیسر اقبال کو کوئی مخاصمت مقصود نہ تھی۔ وہ بہت نیک نفس آدمی ہیں۔ انہوں نے جو پوچھا تھا کہ آپ نے فن اخلاق کی اسٹڈی کی ہے یا نہیں، اس قسم کے استفسار، قرن اول میں معمول تھا۔ آپ نے اس کے جواب سے سکوت کیا۔ کوئی شبہہ نہیں کہ آپ کا ترجمہ سب سے اچھا ہے۔ یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ اور کن کن لوگوں کے ترجمے آئے۔ بہر حال آپ ترجمہ شروع کریں اور خوشخط لکھوا کر اس کے اجزاء بھیجتے جائیں تا کہ دوبارہ نظر ثانی کی جا سکے اور خفیف تغیرات کی اگر ضرورت ہو تو اس کا موقع مل سکے۔

شبلی

۱۶ر اگست ۱۹۰۴ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص ۵۵]

---

[۶]

تسلیم!

آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔ کیفیت یہ ہے کہ میں نہ اچھا ہوں نہ بیمار۔ بیمار اس لئے نہیں کہ چلتا پھرتا ہوں۔ اچھا اس لیے نہیں کہ کسی کام کا نہیں۔ گردن کی رگوں میں تشنج ہوتا ہے، جس کا اثر دماغ پر پڑتا ہے۔ ہزار حواس کو مجتمع کرتا ہوں نہیں ہوسکتا۔

ایک نائب اپنا مقرر کیا ہے۔ شاید اس سے کچھ کام چلے۔ والسلام

شبلی

حیدرآباد۔ ۲۴؍ دسمبر ۱۹۰۴ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص ۵۵]

---

[۷]

مکرمی!

خط پہنچا۔ ہاں شرکت کانفرنس نصیب نہ ہوسکی، لیکن اب میں بالکل آزاد ہونا چاہتا ہوں۔ پھر اس قسم کے فرائض قضا نہ ہوں گے۔ میرا استعفا مدارالمہام نے منظور کرلیا ہے۔ حضور کی منظوری باقی ہے، وہ بھی دو تین ہفتہ میں آجائے گی۔

میری علالت کا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ تصنیف وتالیف بالکل بند ہے۔ ضروری خطوط مشکل سے لکھتا ہوں۔ گردن کی رگوں کا تشنج نہیں جاتا۔ مولوی نذیر احمد صاحب کی بیجا آزادیوں کو ان کے سوا اور لوگ برداشت نہیں کرسکتے۔ کلکتہ میں پریسیڈنٹ نے ان کو چند دفعہ سختی کے ساتھ روکا۔

میں انشاء اللہ بقیہ زندگی علی گڑھ میں بسر کروں گا اور ساتھ ہی ندوہ کو بھی تاامکان مدد دوں گا۔ الکلام اخیر تصنیف معلوم نہیں آپ تک پہونچی یا نہیں۔ والسلام

شبلی

حیدرآباد۔۱۱؍جنوری ۱۹۰۵ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص۵۵-۵۶]

---

[۸]

مبارک باد کا خط پہنچا۔ آپ صاحبوں کی قدر دانیاں مجھ کو کہیں حد سے زیادہ مغرور نہ کر دیں۔ بہر حال شکریہ عرض ہے۔

شبلی

۱؍مارچ ۱۹۰۵ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص۵۶]

---

[۹]

جناب من!

مدت کی پریشان گردی کے بعد لکھنؤ میں اب قدم ٹکے ہیں۔

ندوہ بہت ابتر ہو گیا تھا، اس کو سنبھالنا اور ٹھیک رستہ پر لانا چاہتا ہوں۔ اسی کی مصروفیت کی وجہ سے الندوہ (۱۲) بھی معطل پڑا ہے۔ وہ بھی اب جدید نظم و نسق اختیار کرے گا۔ تصنیف کا مطلق وقت نہیں۔ سوانح مولانا روم زیر طبع ہے۔

مجموعہ نظم اب تک طیار نہیں ہوا۔ والسلام

شبلی

۲۸؍اپریل ۱۹۰۵ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص۵۶]

---

[۱۰]

مکرمی!

میں ندوہ کی سفارت لے کر شملہ گیا تھا، اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ کل پھر اسی قسم کی تقریب سے گیا جاتا ہوں۔ پٹنہ کا بھی قصد ہے۔ اگر آپ وہاں ملیں تو کیا اچھا ہو، زبانی تمام اطلاعیں بہ تفصیل حاصل ہوں گی۔ ورنہ سفر سے آکر مفصل لکھ سکوں گا۔

شبلی

لکھنؤ، ندوہ

۲۵/جولائی ۱۹۰۵ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص ۵۶]

---

[۱۱]

ہاں سردست تو انجمن [ترقی اردو] گویا مرچکی۔ میں ایک مہینہ سے ایک مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں، یعنی اہل خانہ علیل ہیں اور علالت ایسی کہ نہ زندہ نہ مردہ۔ لکھنؤ علاج کے لئے لے گیا، پھر مایوس ہوکر لایا۔ اب اعظم گڑھ میں لاشہ کا معتکف ہوں۔

ندوہ ایسی حالت میں ہے کہ برسوں میں اس کی چول بیٹھے گی، اس لئے مدت تک اس سے جدا نہیں ہوسکتا، باقی علی گڑھ تو اس کا چھوڑنا بھی ممکن نہیں جس طرح ہو سکے گا، سال میں دو چار بار وہاں بھی جانا ہوگا۔

آج کل پروفیسری کے لیے معقول تنخواہ پر بلایا ہے لیکن میں نے اس لئے انکار لکھا کہ میں اب نوکری نہ کروں گا۔

کتابیں اب تک شائع نہ ہوسکیں، رحمت اللہ رعد کی عنایت ہے۔ الندوہ کی خبر پر مجھ کو بھی تعجب ہے۔

شبلی

۲۶/ستمبر ۱۹۰۵ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص ۵۷]

---

[۱۲]

اہل خانہ (۱۳) نے انتقال کیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ .

شبلی

ندوہ، لکھنؤ۔ ۷/ کتوبر ۱۹۰۵ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص ۵۷]

---

[۱۳]

کارڈ پہنچا، مشکور کیا۔ ہاں مصنوعی پاؤں اصلی پاؤں کے برابر کام دیتا ہے، لیکن میں ابھی اس کے استعمال کے قابل نہیں۔ ابھی تک تشنجی کیفیت زائل نہیں ہوئی۔ والتسلیم

شبلی

لکھنؤ

۲۷/اگست ۱۹۰۷ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص ۵۷)

تعلیقات و حواشی

(۱) مولوی سید ولی الحق: سنڈا ضلع پٹنہ بہار کے باشندہ اور بڑے اہل علم تھے۔ ندوہ، علی گڑھ اور انجمن ترقی اردو وغیرہ اداروں سے ان کے گہرے مراسم رہے اور ان کی ترقی میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا۔ ان کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ شبلی سے انہیں بڑا تعلق خاطر تھا۔ یہ خطوط اولاً ''ندیم، گیا'' میں شائع ہوئے تھے۔ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ نے ''مکتوبات مشاہیر'' شائع کی تو ندیم گیا کی

فائلوں سے علامہ شبلی کے وہ خطوط جو مولوی سید ولی الحق کے نام شائع ہوئے تھے انہیں بھی شامل کیا۔ یہ خطوط ''مکتوبات مشاہیر'' مطبوعہ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ سے نقل کئے گئے ہیں۔

(۲) محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی[۱۸۷۶-۱۹۴۷ء] مولوی عزیز مرزا کے فرزند، دہلی میں پیدا ہوئے۔ یہیں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۱۵ء میں نظام کالج حیدر آباد میں اردو کے استاذ مقرر ہوئے۔ وہ ایک اچھے اہل قلم تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں [۱] شمع راہ [۲] تسہیل البلاغت [۳] استدلال [۴] حکمت علمی [۵] شمع ہدایت [۷] الفہرست وغیرہ لکھیں۔ ان کی علمی خدمات کے صلہ میں نظام حیدر آباد نے دوسو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کیا۔ انہوں نے اپنی تین کتابیں نظام کے نام معنون کیں تو نظام نے ان کی اشاعت کے لئے ڈھائی ہزار روپے منظور کئے اور وظیفہ کو تازندگی کر دیا۔ مرزا صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے اردو میں کتابیات کا آغاز کیا۔ علامہ شبلی نے جس زمانہ میں انجمن ترقی اردو کی باگ ڈور سنبھالی تھی۔ انہیں ایک ایسی کتاب کا خیال آیا جس میں اردو میں شائع ہونے والی کتابوں کی فہرست ہو، یہ کام انہوں نے محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی کے ذمہ کیا۔ چنانچہ یہ کتاب ''الفہرست'' کے نام سے ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں انہوں نے صراحت کی ہے کہ یہ کام انہوں نے علامہ شبلی کی ایماء پر شروع کیا تھا۔

(۳) فرانسیسی مصنف پروفیسر لیبان کی کتاب تمدن عرب

(۴) مطبع بریل ہالینڈ کے شہر لیڈن کا مشہور مطبع جس نے مسلمانوں کی متعدد نایاب و نادر کتابیں شائع کیں۔

(۵) منشی مولوی رحمت اللہ رعد، مالک مطبع نامی کان پور ادیب اور شاعر تھے۔ ان کا مطبع خوبصورت طباعت کے لیے پورے ہندوستان میں مشہور تھا۔ علامہ شبلی کی متعدد کتابیں انہوں نے بڑے اہتمام سے شائع کیں۔ ایجوکیشنل کانفرنس کے بڑے سرگرم رکن تھے۔ پابندی سے شریک ہوتے تھے۔

(۶) انجمن ترقی اردو۔ علامہ شبلی جس کے سکریٹری تھے۔

(۷) علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال [۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء] جنہیں شاعر مشرق اور حکیم الامت کے خطابات سے نوازا گیا، ان کا شمار نادرہ عصر شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کی عظمت، عبقریت، شاعرانہ کمالات اور مفکرانہ شاعری کا سارا زمانہ معترف ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں میں اتنا بڑا شاعر آج تک پیدا

نہیں ہوا۔

علامہ شبلی ان کے پیش رو بزرگ تھے۔ اقبال نے ان کی تصنیفات سے استفادہ کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علامہ شبلی کے فضل وکمال کے بڑے معترف اوران کی تصنیفات بالخصوص شعرالعجم اور سیرۃ النبی وغیرہ کے بڑے قدرداں تھے۔ ۱۹۱۱ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا جو اجلاس دہلی میں منعقد ہوا تھا، اس میں علامہ شبلی نے اپنے شاگرد سید سجاد حیدر یلدرم [م: ۱۹۴۳ء] کی خواہش پر شرکت کی۔ اسی اجلاس میں علامہ اقبال کو 'ترجمان حقیقت' کا خطاب دیا گیا۔ اس موقع پر علامہ شبلی نے اقبال کو پھولوں کا ہار پہنایا اور ان کے بڑے شاعر ہونے کی پیشین گوئی کی۔ جو حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔

(۸) اردو کے بنیادگذاروں میں شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد [۱۸۳۶-۱۹۱۲ء] کا نام کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اردو میں ناول نگاری کی بنیاد انہیں کے مبارک ہاتھوں پڑی۔ انہوں نے اپنی بچیوں کی تربیت کے لئے جو ناول لکھے تھے وہ ہر بچی کی تربیت کے لئے مفید اور کارآمد ٹھہرے۔ مراۃ العروس [۱۸۶۹ء] بنات النعش [۱۸۷۳ء] توبۃ النصوح [۱۸۷۷ء] اور ابن الوقت [۱۸۸۸] وغیرہ ناول ڈپٹی نذیر احمد کا بڑا عظیم الشان کارنامہ ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد ۱۸۳۶ء میں بجنور میں پیدا ہوئے۔ دلی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد پنجاب میں مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر مقرر ہوئے۔ تحصیل دار اور افسر بندوبست کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔ ایک عرصہ تک اعظم گڑھ میں بھی انہوں نے محکمہ بندوبست میں کام کیا۔ اسی زمانہ میں سرسید احمد خاں اعظم گڑھ آئے تھے۔ ۱۸۹۷ء میں شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۱۹۰۲ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی سے ایل. ایل. ڈی. کی اعزازی ڈگری ملی۔ ۱۹۱۲ء میں دہلی میں وفات پائی۔

علامہ شبلی عمر میں ان سے ۲۱ ؍برس چھوٹے تھے۔ باوجود اس کے ڈپٹی نذیر احمد ان کی بڑی پذیرائی کرتے۔ ایک بار علی گڑھ اسٹریچی ہال میں ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہو رہا تھا۔ مولانا شبلی بھی موجود تھے۔ دوران تقریر انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ

> ''میں نے کسی زمانہ میں عربی اچھی پڑھی تھی۔ اب تو ایسا ذہول ہو گیا ہے کہ مولوی شبلی ایک صیغہ پوچھ دیں تو بغلیں جھانکنی پڑیں۔'' (حیات شبلی ص ۶۱۵)

(۹) ذکاءاللہ دہلوی[۱۸۳۲-۱۹۱۰ء] دہلی کے رہنے والے تھے۔ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی کالج میں داخل ہوئے۔اسی کالج میں ڈپٹی نذیر احمد اور مولوی محمد حسین آزاد بھی زیر تعلیم تھے۔تحصیل علم کے بعد اسی کالج میں ریاضی کے استاذ مقرر ہوئے۔آگرہ کالج میں بھی کچھ دنوں تک اردو فارسی کی تعلیم دی۔اس کے بعد انسپکٹر آف اسکول مقرر ہوئے۔آخر میں میور سنٹرل کالج الہ آباد میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہیں سے سبکدوشی حاصل کی۔

انہیں مختلف موضوعات [تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، طبیعات، سیاسیات اور اخلاق وغیرہ] سے دلچسپی رہی اور ان تمام موضوعات پر تحریریں ان کی یادگار ہیں۔وہ ایک بڑے مصنف تھے۔انہوں نے ۱۴۳ر کتابیں لکھیں جس میں تاریخ ہندوستان جو دس جلدوں پر مشتمل ہے، سب سے زیادہ معروف ہے۔ انہی خدمات کی بنا پر حکومت نے شمس العلماء کے خطاب سے نوازا۔

علامہ شبلی سے ان کے مراسم کی تفصیل دستیاب نہیں، البتہ علامہ شبلی جب انجمن ترقی اردو کے سکریٹری نامزد ہوئے تو انہوں نے انجمن کی طرف سے ترجمہ ہونے والی کتابوں کی جانچ پڑتال کے لئے جو کمیٹی بنائی تھی، منشی ذکاءاللہ بھی اس کے ایک رکن تھے۔

(۱۰) علامہ شبلی جس زمانہ میں علی گڑھ کالج میں پروفیسر تھے، مولوی محمد عزیز مرزا[۱۸۶۵-۱۹۱۲ء] وہاں کے طالب علم تھے۔انہوں نے ۱۸۸۷ء میں علی گڑھ کالج سے بی.اے.کرنے کے بعد ریاست حیدرآباد میں ملازمت کی۔ترقی کرکے پہلے معتمد داخلہ [ہوم سکریٹری] پھر حیدرآباد ہائی کورٹ کے جج نامزد ہوئے۔بعد ازاں علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی اور سنڈیکیٹ کے ممبر نامزد ہوئے۔سیاست میں بھی حصہ لیا۔جنوری ۱۹۱۰ء میں مسلم لیگ کے جنرل سکریٹری مقرر ہوئے۔مولوی عزیز مرزا اچھے اہل قلم بھی تھے۔ ۲۶ر فروری ۱۹۱۲ء میں علی گڑھ میں انتقال کیا۔علامہ شبلی سے ان کے دور طالب علمی سے تعلقات تھے۔ علامہ شبلی جس زمانہ میں سررشتہ علوم وفنون حیدرآباد کے ناظم مقرر ہوئے یہ وہاں ملازم تھے۔اس لئے حیدرآباد میں کئی برس ساتھ رہا۔مکاتیب شبلی میں متعدد مقامات پر ان کا ذکر ہے۔

(۱۱) مولوی مسعود علی محوی: علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ اور حیدرآباد میں وزیر رہے۔علامہ شبلی کے شاگرد تھے۔ان کے درس میں قاآنی کے ذکر سے متاثر ہوکر قاآنی کے طرز میں مدۃ العمر شاعری کی۔ان کا

مجموعہ کلام ''نذر عقیدت'' شائع ہو چکا ہے۔اس کے دیباچہ میں یہ اعتراف کیا ہے کہ یہ ذوق علامہ شبلی کے درس سے پیدا ہوا۔

(۱۲) دارالعلوم ندوۃ العلماء کا ترجمان ماہنامہ الندوہ لکھنو جو دسمبر ۱۹۰۴ء میں جاری ہوا۔علامہ شبلی کے ندوہ سے مستعفی ہو جانے کے بعد بند ہو گیا۔اس کے اجرا کی دو بار کوشش ہوئی مگر کامیابی نہیں ملی۔

(۱۳) علامہ شبلی نعمانی کی دوسری اہلیہ

ooo

[۳۷]

مولوی عبدالقادر(۱) کے نام

[۱]

جناب مکرم زاد مجدکم۔ السلام علیکم

صاحبزادہ کے عقد نکاح کی جو بہ پابندی شریعت کامیابی کے ساتھ ہوا، مبارک باد قبول فرمایئے۔آپ کی نذر حقیر نہیں، بلکہ نہایت خلوص و ہمدردی پر دلالت کرتی ہے۔

جلسہ سنگ بنیاد ۲۸/نومبر ۱۹۰۸ء میں آپ ضرور تشریف لایئے۔ میں ممنون ہوں گا۔

والسلام

شبلی

دفتر ندوۃ العلماء۔لکھنو

۲۸/شوال ۲۶ھ

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص۳۲]

تعلیقات و حواشی

(۱) مولوی عبدالقادر صاحب دریابادی، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے والد تھے۔ بڑے نیک، متقی اور پرہیزگار شخص تھے۔اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔اوراس زمانہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔تفصیل کے دیکھیں مولانا عبدالماجد دریابادی کی ''آپ بیتی''

○○○

[۳۸]

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی (۱) کے نام

[۱]

مبارک باد!

ریویو (۲) پڑھا اور بار بار پڑھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ تحسین بلکہ حسد کے قابل ہیں اور سچ یہ ہے کہ اگر آپ کسی کمپوٹیشن کے موقع پر آئیں تو مجھ میں اسی کم بخت فیلنگ کا ظہور ہوگا۔ یہ ریویو اخبار تک محدود رہ کر اڑ پڑ جائے گا۔ اس کو الگ رسالہ کی صورت میں چھپنا اور شائع ہونا چاہئے۔ اس سے اور عمدہ نمونے قائم ہوں گے۔ اور شاید رفتہ رفتہ حیاتِ جاوید کا کل خون فاسدان نشتروں سے نکل جائے گا۔ والسلام۔

شبلی

از حیدرآباد

۲۴رفروری ۱۹۰۲ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۲، باقیاتِ شبلی ص ۱۷۶]

---

[۲]

نہایت خوشی ہوئی کہ ندوہ کا رسالہ نکلنا تجویز ہوا (۳) اور آپ کی اڈیٹری میں۔ تنہا اس بار کو اٹھاتے ہوئے گھبراتا تھا، لیکن اگر آپ چاہیں تو اڈیٹری میں شرکت کر سکتا ہوں۔

رسالے کا پراسپکٹس عنایت فرمایئے گا۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ علماء کو قائل کرنا انہی کے

دانوں پیچ میں ہوسکتا ہے، اس لئے ہر پرچہ میں علوم قدیمہ میں سے کسی ایک پر ناقدانہ اور محققانہ ریویو بھی ہونا چاہئے۔ میرے خیال میں جو پیمانہ ہے اس کو لکھ کر بھیجوں گا یا زبانی کہوں گا۔

الغزالی کا اشتہار دے دیا گیا لیکن اب تک کتاب چھپ کر نہیں آئی۔

شبلی

[۲/]اگست ۱۹۰۲ء

[ماخذ: مقالات یوم شبلی ص ۲۴]

---

[۳]

............(۴)

اوراس سے زیادہ میری کوئی آرزو اور کوئی خواہش نہیں ہے کہ میں دارالعلوم کی خدمت کروں۔ حضرات اسلاف کی اس قدر دانی کا جس قدر شکریہ ادا کروں کم ہے۔ لیکن براہ کرم میرا یہ عریضہ بذریعہ نقول متعدد کے جملہ ارکان کی خدمت میں بھجوا دیجئے۔

میری حالت تو یہ ہے کہ مجھ کو جو منصب سو روپیہ ماہوار ملتا تھا اس کو فنانس کے دفتر نے بند کر دیا(۵) اور کہا کہ ایک ہی صیغہ علمی سے دو ماہوار نہیں مل سکتے۔ میں نے درخواست کی کہ منصب موجودہ تنخواہ سے چھڑا لیا جائے اور اصل منصب جاری رہے، لیکن کوئی شنوا نہیں ہوتا۔

میں اب اس کوشش میں مصروف ہوں کہ نوکری سے میرا استعفا لے لیا جائے، لیکن منصب جاری کر دیا جائے۔ جس وقت یہ کوشش کامیاب ہوئی میں فوراً نوکری چھوڑ کر چلا آؤں گا، لیکن جب تک یہ نہ ہو ارکان کی خدمت میں عرض ہے کہ کیوں کر آؤں۔ معاش کی کیا شکل ہوگی۔ نذر و نیاز نہ مجھ کو مل سکتی نہ میں قبول کر سکتا۔

تنخواہ میں کبھی ندوے سے لوں گا نہ ندوہ دے سکتا ہے۔

اب تیسری کیا صورت ہے؟ میں دوبارہ ارکان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور مستدعی ہوں کہ جو کچھ وہ بعد اس عریضہ کے فرمائیں اس کی تعمیل کروں۔

شبلی، حیدرآباد

۲۵/ مارچ ۱۹۰۳ء

[خطوط شبلی بنام شروانی ص ۸۰]

---

[۴]

مکرمی!

آپ صرف یہ کیجئے کہ مولوی عبداللہ ٹونکی وغیرہ کو یہ لکھ بھیجئے کہ ندوے نے نصاب کی اصلاح کا جس میں موجودہ زمانے کی ضرورتوں کا تو لحاظ ہوگا وعدہ کیا تھا، وہ کیوں کر پورا کیا جائے اور یہ کہ کتب موجودہ میں کون کون کتابیں نکال دینے کے قابل ہیں۔ جن کتابوں کا نکالنا منظور کریں ان کو فوراً نکال دیں۔

ابھی اثبات سے نہیں بلکہ نفی سے ابتدا کیجئے۔

سر دست تو نظامت کا فیصلہ ہونا شرط ہے۔

شبلی

۱۳/ جولائی ۱۹۰۳ء

[خطوط شبلی بنام شروانی ص ۸۴]

---

[۵]

مکرمی!

میرا ہر روز معتد بہ وقت ندوہ کے ادھیڑ بن میں صرف ہوتا ہے۔ ندوہ اب تک کیوں کامیاب نہیں ہوا، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہم میں سے کسی نے اپنے آپ کو ندوہ نہیں سمجھا۔ میں امرتسر میں ندوے پر ایک جلسہ میں اعتراض کر رہا تھا، اس پر آبزرور نے ٹوکا، یہ کس پر اعتراض ہے، خود اپنے آپ پر۔؟

مکرمی!

اب کم سے کم آپ کو اور مجھ کو یہ فیصلہ کر لینا چاہئے کہ ندوہ ہمیں لوگ ہیں۔ ملک میں ندوہ پر جو اعتراضات ہوتے ہیں، چونکہ ہماری دانست میں ہم پر اس کی زد نہیں پڑتی، اس لئے ہم پر یہ تیر اثر نہیں کرتے۔ فرض کیجئے چھرے کا اسکول (۶) یا انجمن اردو (۷) میں افسردگی آئے تو ہماری آپ کی کیا حالت ہوگی۔ معاف فرمایئے گا میں نے آپ کو جوش اور استقلال میں اپنا رہنما مانا تھا۔ لیکن آپ نے مجھ کو بھی سرد کر دیا۔ نصاب تعلیم اور ندوہ کے میگزین کی سکریٹری شپ تو آپ نے بے دریغ قبول کر لی، لیکن دونوں کے ساتھ کیا کیا؟ خیر اب طعن و تشنیع کا محل نہیں، کام شروع ہونا چاہئے۔ میں نے رسالہ کے لئے مولوی عبدالحی صاحب کو لکھا تھا۔ انہوں نے لکھا کہ ناظم صاحب (۸) سے اجازت طلب کرتا ہوں، پھر کچھ جواب نہ آیا۔ حالانکہ یہ مسئلہ طے ہو چکا تھا کسی کی اجازت کی کیا ضرورت ہے۔

میں نے وظیفہ کی اجراء کی جس قدر کوششیں کی سب برباد گئیں۔ اب اور نئے منصوبے سوچتا ہوں۔ خیر یہ تو جب ہوگا تب ہوگا۔ اس وقت دو کام ضروری ہیں۔

۱۔ ندوہ کا رسالہ: یہ ندوہ کی علمی عزت کو تھام لے گا۔ یقین کیجئے میری تصنیفات کا سارا زور اس پر صرف ہوگا۔ رسالہ میں حسب ذیل چیزیں ہوں گی۔

۱۔ علوم وفنون اسلامیہ پر ریویو

۲۔ علوم قدیمہ اور جدیدہ کا مقابلہ

۳۔ اثبات عقاید اسلامیہ از عقل

۴۔ تحقیقات جدیدہ

۵۔ کتب نادرہ قدیمہ پر ریویو

۶۔ اغراض ندوہ

۷۔ رپورٹ ماہواری ندوہ

ایڈیٹر آپ اور یہ خاکسار ہوگا، لیکن مضامین ہمیشہ بے نام چھپیں گے، کیونکہ نام کی صورت

میں ان مضامین کی عزت کا پایہ شبلی اور حبیب کی محدود عزت تک رہے گا اور یوں وہ مضامین ندوہ کی مجموعی طاقت کے مضامین ہوں گے ۔ قیمت صرف [۲/روپئے] اور غایت کثرت سے تمام ہندوستان میں پھیلایا جائے گا۔ یہاں تک کہ کم از کم دس ہزار پرچے شائع ہونے لگیں۔ وکلائے ندوہ کو اس کی اشاعت میں بہت کامیابی کی امید ہے۔ یقین کیجئے کہ اگر عمدگی سے اس پرچہ کو چلایا جائے تو ندوہ کی مستقل آمدنی ہو جائے گی اور خود وہ ایک بڑی قوت ثابت ہوگا۔ فوراً ناظم صاحب سے دریافت کر کے جواب لکھئے۔

شبلی

۵/اکتوبر ۱۹۰۳ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۳-۱۸۴، باقیات شبلی ص ۱۷۶-۱۷۹]

---

[۶]

مکرمی!

متعدد خطوط رسالہ [الندوہ] کے متعلق لکھ چکا ہوں، ان کے جواب کا انتظار ہے۔ آج مولوی مسیح الزماں صاحب کا خط آیا کہ رسالہ بلا تامل نکالنا چاہئے۔

ہاں! ایک بات خاص غور طلب ہے۔ مولوی مسیح الزماں صاحب کا ایک خط سابقاً آیا تھا کہ اب دارالعلوم کو کسی انتظام کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس کا انتظام سال بھر کے لئے منشی اطہر علی صاحب نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ آج کے خط میں وہ لکھتے ہیں کہ اب خوبی انتظام میں کیا کمی رہے گی۔ منشی صاحب نے کل انتظام ہاتھ میں لیا ہے۔ یہ الفاظ انہوں نے تعریض کے پیرایہ میں لکھے ہیں۔ یہ بھی لکھا تھا کہ منشی جی کی طرف سے انتظامات کی ایک اسکیم بھی شائع ہوئی ہے۔ یہ کیا معاملات ہیں۔ منشی جی کو نئے انتظامات کیا پھر دیدئے ہیں۔ اگر زاید اختیارات دئے گئے ہیں تو واقعی مضر ہے۔

میرا مذاق اگرچہ الارواح جنود مجندۃ کے موافق بالکل آپ کے مذاق کے موافق ہے،

لیکن ایک خاص بات میں سخت اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ آپ نیک طبع واقع ہیں، اس لئے آپ میں حسن ظن بہت ہے اور میں بالطبع سی الظن واقع ہوا ہوں۔ منشی جی کی نسبت میرا ہمیشہ سے خیال ہے کہ وہ نہایت خود پرست اور خود ی پسند ہیں یا نادان دوست۔ بہر حال ندوہ جس قدر منشی صاحب کے ہاتھ میں جائے گا خراب ہوگا۔ میں نے پہلے آپ کو لکھا تھا کہ میں ندوہ میں آتا ہوں، پھر رک گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گھر میں حمل کے آثار تھے۔ اب خدا کے فضل سے جمعہ کے دن لڑکا پیدا ہوا(۹)۔ زچہ کی حالت میں چھوڑ کر آنا ممکن نہیں، لیکن بہر حال شوال میں آنا ہی پڑے گا۔

آپ ذرا زور کے ساتھ کارروائی کیجئے۔ مکان ندوہ کا بدلنا ضرور ہے۔ اور اس کی صرف یہی تدبیر ہے کہ ایک دلال خاص اس کام پر مقرر کر دیا جائے۔ یاد رکھئے کہ ندوہ کی بڑی ذمہ داری ہے اور سہل انگاری سے پوری نہیں ہوسکتی۔ مرد ہو کر میدان میں آنا چاہئے۔ والتسلیم

شبلی

۵/اکتوبر ۱۹۰۳ء

[ماخذ: غیر مطبوعہ، عطیہ ڈاکٹر عطا خورشید صاحب]

---

[۷]

مکرمی!

میں سال بھر سے اس کوشش میں مصروف تھا کہ وظیفہ [حیدرآباد] جاری ہو جائے تو سال بھر کی رخصت لے کر ندوہ میں آؤں اور پھر ترک ملازمت کر دوں، لیکن دو ہفتے ہوئے نتیجہ اخیر ناکامی ہوئی۔ اب جو کچھ ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ چھ مہینے کی رخصت لوں اور ندوہ میں آؤں۔ رخصت میں تنخواہ نہ ملے گی، شاید صرف ابتدائی مہینوں کی ملے۔ اس وقت رخصت لینا اس لئے بیکار ہے کہ مہینہ بھر کے بعد رمضان کی تعطیل ہو جائے گی۔ اس کے سوا ندوے اور کانفرنس کے لئے پھر ادھر آنا پڑے گا۔ بہر حال اس وقت تین کام ہیں۔ اصلاح نصاب، اجرائے رسالہ، ندوہ کا موضع بسولی میں یا اور کسی مقام قریب لکھنؤ میں منتقل کرنا۔ پہلے دونوں کام یہاں سے بیٹھے بیٹھے

ہوسکتے ہیں۔لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اب دلیری اور مستعدی سے کام لیں۔رسالے کی تجویز پاس ہوچکی ہے۔ناظم صاحب سے طریقہ کارروائی طے کر لیجئے۔ندوہ کا منتقل کرنا البتہ مالی مشکلات کے لحاظ سے دقت طلب ہے۔موجودہ مکان اونے پونے بیچ ڈالے جائیں اور بسولی وغیرہ میں کچے مکانات سر دست تعمیر کرا دیئے جائیں۔بہر حال اٹھیئے اور کمر باندھیئے ورنہ خالی ممبر بننا بہت بڑے مواخذے کا مستوجب ہے۔والسلام

شبلی

۱۸/اکتوبر ۱۹۰۳ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۴-۱۸۵]

---

[۸]

مکرمی!

ابھی آپ کے نام ایک خط لکھ چکا تھا کہ آپ کا خط ملا۔افسوس ہے آپ اس حیثیت سے کام کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں کہ اصل کارکن کوئی اور ہے اور آپ صرف مامور ہیں۔یہی چیز ہے جس نے آج تک ندوے کو عضو معطل رکھا۔

اجازت اس میں لی جاتی ہے جو ناطے شدہ مسئلہ ہو۔رسالے کا نکلنا، روپئے کی منظوری، آپ کی ایڈیٹری یہ سب طے شدہ اجلاس سابق ہیں۔روز روز اجازت نہیں لی جاتی۔البتہ میرا ایڈیٹر ہونا طے شدہ نہیں ہے۔اس کو جانے دیجئے۔یوں ہی سہی۔آپ کو خود ہی اختیار ہے کہ کسی اور کو شریک ایڈیٹری کر لیں۔اس کے لئے عام اجازت مانگئے تو سب دے دیں گے۔ہاں خاص میرا نام لیجئے گا تو شاید منشی اطہر علی صاحب اور ان کے تابع فرمان روڑے اٹکائیں گے۔اچھا تو کیا اس غلامی سے ندوے کا کام چلے گا۔؟

مکرمی! اب مداہنت اور جھوٹی رعایت کا وقت نہیں ہے۔انگریزی تعلیم چھاتی جاتی ہے۔اس دفعہ یہاں یہ تجربہ ہوا کہ کانفرنس (۱۰) کے آگے لوگ ندوے کے نام لینے والوں کو دشمن سمجھنے

لگے۔حیدر آباد میں کالج (۱۱) کی ایک بڑی پارٹی ہے۔ان لوگوں کا منشا یہ تھا کہ دونوں کے ڈپوٹیشن کی موجودگی میں، میں ندوے سے بالکل الگ رہوں۔ دو عام جلسوں میں اس مسئلے پر مجھ کو بولنا پڑا۔لوگ ناراض بھی ہوئے۔اور میری مقبولیت میں فرق آیا،لیکن بے دریغ اور بے جھجک سچ کہا گیا۔میں نے صاف کہہ دیا کہ کالج اگر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ہماری مذہبی ضرورتوں کو بھی پورا کرے گا تو محض جھوٹا اور مکار ہے۔سیکڑوں ہزاروں آدمی کے سامنے یہ الفاظ کہے گئے۔ندوے کی بیکاری جس قدر ثابت ہوتی جاتی ہے،اسی قدر مخالفوں کو صریح شہادت ہاتھ آتی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ندوہ قوتوں کو پراگندہ کرتا ہے،اس لئے صرف ایک کالج کو مرکز بنانا چاہئے۔

ایسی حالت میں آپ ایسے کمزور ہاتھ سے کام لیتے ہیں اور ایسا سست ہاتھ آپ کا اٹھتا ہے۔

نصاب کی متفق علیہ کتب کو حکماً جاری کر دیجئے۔مختلف فیہ کو رہنے دیجئے تو کچھ ہرج نہیں۔

رسالہ بالکل اختیاری ہے۔اس کے لئے بھی دفتر کا منہ دیکھنا کیا معنی! آپ اگر گر پڑتے ہیں تو کون ثابت قدم رہے گا۔؟

شبلی

۱۹/اکتوبر ۱۹۰۳ء

[خطوط شبلی بنام شروانی ص ۹۲-۹۳]

---

[۹]

مکرمی!

۱۔اسلامی خبروں کو میں نے نکال ڈالا۔

۲۔ایڈیٹری کی تقسیم یوں ہوگی کہ ہر مہینہ میں نصف رسالے کا مضمون آپ اور نصف کا میں بھیجا کروں۔باہر سے جو مضامین آجائیں وہ بالائی آمدنی ہوگی۔

۳۔مضمون نگاروں کا یا کسی اور کا کوئی مضمون اس وقت تک نہ چھپنے پائے جب تک میں یا

آپ اس کو دیکھ نہ لیں۔

۴۔ معاوضہ مضامین کے لئے [۵۰/روپئے] ماہوار مخصوص ہوں گے۔ صلہ حسب عمدگی مضامین بہ اختلاف مراتب دیا جائے گا۔

۵۔ اصل دشواری طبع کی ہے۔ آگرہ کو میں ہرگز گوارا نہیں کرسکتا۔ ندوہ کا رسالہ کم از کم اردوئے معلّٰی (۱۲) اور مخزن (۱۳) سے زیادہ خوشخط اور نفیس الطبع ہو۔ اس کے لئے ندوہ خود ایک پریس کیوں نہ کھولے۔ ندوہ کے پاس چھاپنے کے لئے خود اتنا کام رہتا ہے کہ ایک پریس بخوبی چلا سکتا ہے۔ میں اپنی تصنیفات بلکہ انجمن اردو کی بھی تصنیفات اس کو دے سکتا ہوں۔ بعض قابل درس کتابیں بھی آخر چھپوانی پڑیں گی، یہ تجویز ضرور ہے۔

۶۔ ہاں نصاب کے لئے آپ نے کیا کیا۔ میں مفصل خط بھیج چکا ہوں، جس میں قابل اخراج کتابوں کے نام لکھے ہیں۔

شبلی

۲۳/اکتوبر ۱۹۰۳ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۵]

---

[۱۰]

مکرمی!

یورپ میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی علمی رسالہ نکالنا چاہتے ہیں تو قریباً سال بھر کے لئے مضامین تیار کر لیتے ہیں، تب نکالتے ہیں۔ الندوہ کے لئے بھی یہ ہونا چاہئے اور چونکہ بڑی دقت چھپنے کی ہے اس لئے میری تو یہ رائے ہے کہ دو تین مہینے کا ذخیرہ اس طرح چھپوالیا جائے کہ صرف ٹائٹل پیج اور علمی خبروں کے اضافہ کر دینے کے بعد رسالہ بن جائے۔ میں نے ایک چھوٹا سا مضمون فن تفسیر پر، ایک ریویو منطق پر، جس میں یونانی منطق کی غلطیاں بتائی ہیں۔ ایک فرنچ عالم کے ایک مضمون کا جو اسلام پر ہے ترجمہ کرلیا ہے۔ مثنوی مولوی روم پر تقریظ کا ایک وسیع سلسلہ شروع

کیا ہے۔ آپ بھی اسی طرح جستہ جستہ مضامین لکھ چلئے۔ صحابہؓ کے اخلاق سے شروع کیجئے اور جو جو خیال میں آتا جائے۔ ہاں یہ بتایئے تقطیع کیا ہو، کیا اردوئے معلیٰ کے برابر؟ لیکن خط اس سے جلی ہونا چاہئے۔ ایڈیٹر کا ترجمہ عربی میں کیا ہو۔ دبیر سے اچھا کوئی لفظ نہیں ملتا۔ لوح پر ایڈیٹروں کا نام لکھنا ہوگا۔ میں اس کو بھی اڑا دیتا، لیکن اول تو سرکاری احکام سے اس کی ضرورت ہے۔ دوسرے یہ کہ نئے لوگوں میں ندوہ کی ہوا اس قدر اکھڑ چلی ہے کہ محض ندوہ کے نام سے اس حلقہ میں اس کی کچھ وقعت نہ ہوگی۔ ہاں رسالہ کے صفحات کس قدر رہوں، میں تو دو جز کافی سمجھتا ہوں۔ والتسلیم

شبلی

۲۴؍اکتوبر ۱۹۰۳ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۵-۱۸۶]

---

[۱۱]

مکرمی!

رسالہ کے ٹائٹل پیج کا مسودہ لکھ کر بھیجئے۔ ابن خلکان پر عمدہ ریویو لکھا جائے تو کیا کہنا۔ انگریزی ترجمہ ابن خلکان سے بہت مدد ملے گی، کیوں کہ اس میں انڈکس بھی شامل ہے۔ میری ایڈیٹری کے لئے جلسہ کے مجتمع ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ ناظم صاحب کو لکھئے کہ وہ ممبروں کے نام خطوط بھیج دیں۔ اس سلسلہ میں یہ کہنا بھی ضرور ہے کہ میں آپ کو دنیا میں اپنا سب سے سچا اور مخلص اور بے ریا دوست سمجھتا ہوں۔ میرے دل میں اگر آپ کی طرف سے کھٹک پیدا ہوئی تو میری زندگی بدمزہ ہو جائے گی اور ندوہ پر بہت برا اثر پڑے گا۔ آپ کے الفاظ ایسے ہیں جن سے میری ایڈیٹری کی طرف سے بے دلی پائی جاتی ہے۔ مجھ کو اپنی نام آوری کی اب خواہش نہیں رہی، لیکن جب ندوہ کی طرف سے مجھ کو ایسا ہوا بنایا جاتا ہے کہ میرے نام لینے سے ندوہ کا سارا کارخانہ برہم ہو جائے گا تو میں بھی انسان ہوں، سخت رنج اور غصہ آتا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب نے اسی قسم کی باتوں سے ہمیشہ مجھ کو بے دل رکھا اور ندوہ کو نقصان پہنچایا۔ حالانکہ لوگوں کا یہ خیال بھی محض مکاری

ہے۔ جب میں نے حیدرآباد سے وظیفہ لیا تو اسی زمانہ میں خود میرے اشارہ سے ناظم صاحب نے ارکان سے دریافت کیا کہ میں آ کر ندوہ میں کام کروں تو کیسا ہے۔ اور موقعوں پر بھی ارکان سے رائے لی گئی۔ ہمیشہ مجارٹی میری طرف رہی۔ باوجود اس کے میں ایسا خطرناک شخص ہوں کہ میرے اظہار نام سے ایسی ہل چل پڑ جائے گی۔

مجی! یہ بہت بیہودہ اور ناپاک پالیسی ہے جو بعض لوگوں نے میرے ساتھ برتی۔ خدا نخواستہ آپ پر اس کی چھینٹیں نہ پڑنے پائیں۔ لوگ یہاں خیریت سے نہیں ڈرتے بلکہ اس سے ڈرتے ہیں کہ ان کی روشنی ماند نہ پڑ جائے۔ ہاں اس سلسلہ میں ایک راز کی بات کہتا ہوں، اپنے ہی تک رکھئے گا۔ کئی مہینہ سے نواب محسن الملک نہایت اصرار سے زور دے رہے ہیں کہ کالج آ جاؤ، دو سو مشاہرہ ہوگا اور وظیفہ حیدرآباد بھی بحال رہے گا۔ میں سال بھر سے کوشش کر رہا تھا کہ وظیفہ بحال ہو جائے تو نوکری چھوڑ کر ندوہ میں چلا آؤں۔ تین ہفتے ہوئے اس کوشش میں ناکامی ہوئی۔ نواب محسن الملک لکھتے ہیں کہ اگر کالج میں آؤں تو یہاں سے کوشش کرائی جائے اور وظیفہ جاری ہو جائے۔ اب فرمایئے کیا کروں۔ کالج میں ندوہ کیوں کر ہو سکے گا اور کالج میں نہ آؤں تو حیدرآباد رہ کر اور بھی ندوہ سے دوری ہے۔ کوئی معقول رائے دیجئے۔ والسلام۔

شبلی

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۶–۱۹۷]

---

[۱۲]

مکرمی!

الندوہ کے سلسلے میں اس قدر اور گذارش ہے کہ مصارف میں، مصارف طبع کے علاوہ سو روپیہ ایڈیٹر کی تنخواہ اور [۵۰/روپئے] ماہوار اجرت مضامین حساب میں داخل رکھنا چاہئے۔ ابھی ایڈیٹر کی ضرورت نہیں، لیکن مد محفوظ رکھنی چاہئے۔ کیا معلوم کس وقت کیا ضرورت پڑے گی۔ آمدنی جب مکتفی ہوگی تو مستقل ایڈیٹر مقرر کر لیا جائے گا اور مضامین کی اجرت تو ابھی سے دینی

پڑے گی۔فلسفہ جدیدہ کا حصہ انگریزی خواں بغیر معاوضہ کے کاہے کو پورا کریں گے۔ہاں مکان موجودہ بکنا اگر یوں ہی تو کلاًر ہا تو ممکن نہ ہوگا،لیکن ایک مشاہرہ دار شخص یا کوئی دلال بہ وعدہ کمیشن مقرر کیجئے کہ اونے پونے بیچ ڈالے۔یہ لیت ولعل کا کام نہیں۔مولوی عبدالحئی صاحب نے مجھ کو لکھا کہ بسولی (۱۴) کی آب وہوا اور موقع نہایت اچھا ہے۔فوراً وہاں جھونپڑے ڈالنے چاہئیں۔ میں اگر آیا تو مجھ کو صحابہؓ کی وہ سادہ زندگی موجودہ تکلفات سے بہت زیادہ محبوب ہے۔بہر حال ناظم حال کو لکھئے کہ دلال یا کوئی تنخواہ دار مقرر کریں۔

شبلی

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۷]

---

[۱۳]

مکرمی!

رسالے کے لئے میں نے جس قدر مضمون لکھے اور آیندہ لکھوں گا، سب کسی قدر دقیق ہیں اور ہوں گے، لیکن چونکہ مقصود یہ ہے کہ پرچہ کی اشاعت ہر گروہ میں ہو۔یہاں تک کہ پانچ سات ہزار تک نوبت پہنچ جائے، اس لئے کچھ لائٹ لٹریچر بھی ہونا چاہیے، جس کو عربی میں خطابیات کہتے ہیں۔اس میں اخلاق شامل ہوں اور عوام کے فہم کے قابل، اس کو کون لکھے۔رسالہ کے دستور العمل میں یہ دفعہ ضروری ہے کہ اس کی آمدنی بعد وضع مصارف، صرف اشاعت علوم قرآنی میں صرف ہوگی یعنی:

۱۔اس سے تفسیر پڑھنے والوں کو وظیفے دیئے جائیں گے۔

۲۔قرآن مجید کے متعلق کتابیں خریدی جائیں گی۔

۳۔نایاب کتب تفسیر اور متعلقات تفسیر شائع کی جائیں گی۔وغیرہ وغیرہ۔

ٹائٹل پیج کا مسودہ فوراً بھیجئے۔

شبلی

۷ر نومبر ۱۹۰۴ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۶]

---

[۱۴]

مکرمی!

آج کی ڈاک میں آپ کے خط کے ساتھ ناظم صاحب کا بھی خط آیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

''جلسۂ انتظامیہ میں آپ کی ایڈیٹری اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کی ایڈیٹری اور مولوی سید عبدالحی صاحب کی مہتممی طے ہوگئی۔ چنانچہ اول منشی صاحب ہی سے رائے لی گئی، ان کو بجز اقبال کے کوئی چارہ نہ تھا۔ بعد کو بہ اتفاق پاس ہوا۔ اب فقط سرکار سے اجازت طلب کرنا چاہئے۔ میرے نزدیک جلسہ سے قبل اشتہارات شائع ہو جائیں اور جلسہ میں رسالہ تیار ہو کر موجود رہے تو اور بھی بہتر ہوگا۔ ورنہ اشتہار تو ضرور اس وقت تک طبع ہو جائیں۔''

اب فوراً ٹائٹل پیج بھیجئے اور مولوی عبدالحی صاحب کو لکھئے کہ گورنمنٹ میں درخواست دیدیں۔ کیا اشتہار بھی بغیر وصولی حکم اجازت نہیں چھاپا جا سکتا۔ پہلے پرچہ میں آپ کا کوئی مضمون بھی ضروری ہے، ورنہ ایک دو پرچہ کے لیے تو خود میرے مضامین ہی موجود ہیں، جلدی فرمائیں۔

شبلی

۱۵ر نومبر ۱۹۰۳ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۷۱ء ص ۲۲۰-۲۲۱]

---

[۱۵]

مکرمی!

میں نے نواب محسن الملک کے خط کے جواب میں ان کو جو لکھا ہے وہ یہ ہے کہ [۲۰۰/ روپئے] ماہوار کالج پر خواہ مخواہ ایک بار ہے، اس لئے میری خواہش یہ ہے کہ میں کالج میں آ کر بلا معاوضہ کام کروں۔ البتہ یہ چاہتا ہوں کہ سال میں میرے قیام کالج کی مدت لازمی صرف چار پانچ مہینے قرار دیئے جائیں۔ باقی اختیاری۔ اس صورت میں ندوہ میں کام کرنے کا موقع اچھی طرح ملے گا۔ میں نے صراحتاً یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ہر حال میں ندوہ سے عملی تعلق رکھوں گا۔ ہاں آپ نے مکان ندوہ کے لئے لکھ دیا یا نہیں۔ مدرسہ دیہات میں اٹھ جائے گا تو وہاں رہنے کا لطف ہے۔

شبلی

۱۷/نومبر۱۹۰۴ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۸۶-۱۸۷]

---

[۱۶]

غمزہ اش تازہ کند رسم جفا کوشی را — جلوۂ یادت دہد از خویش فراموشی را
می بہ اندازہ زدن گررہ ورسمی است قدیم — طرح نو درفگن آئین قدح نوشی را
چشم مستش بہ جان قاعدہ تازہ نماند — شوخی و عربدہ ومستی ومدہوشی را
من فدائے بت شوخے کہ بہ ہنگام وصال — بمن آموخت خود آئین ہم آغوشی را
بنگر دست گہ کہ آں نرگس مست — بہم آمیختہ ہشیاری و مدہوشی را
شبلی سوختہ جاں گرچہ سراپا گنہ است — بس بود دامن عفو تو گنہ پوشی را

صرف ایک شعر کے لئے ساری غزل لکھی ہے، کون شعر؟ بتانے کی حاجت نہیں۔

شبلی

۱۶/ستمبر۱۹۰۶ء

[خطوط شبلی بنام شروانی ص ۱۰۳]

---

[۱۷]

اس ستم ظریفی کی کوئی حد ہے کہ شعرالعجم آپ ویلیو مانگتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں ۲۱/ فروری کا گھر سے نکلا ہوں، اس وقت تک کتاب ریلوے سے نہیں آئی تھی۔اب دفتر کولکھتا ہوں، پہنچ جائے گی۔مکرر کتابوں کی فہرست لکھنؤ پہنچوں تو بھیجوں۔ابھی تو دلی میں ہوں۔کل علی گڑھ روانہ ہوں گا۔ایک دودن وہاں رہوں گا۔آپ آجاتے تو زیارت ہوجاتی۔

شبلی

از دہلی۔۳۰/مارچ ۱۹۰۹ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۱]

---

[۱۸]

دفتر وقف اولاد، ندوہ لکھنو

مکرمی! تسلیم

فارم پہنچے۔آپ نے جس محنت اور جاں سوزی کے ساتھ دستخط حاصل کرنے میں مجھے مدد دی ہے، میں اس کا شکر گذار ہوں۔والسلام

شبلی نعمانی

۲۱/اکتوبر ۱۹۰۹ء (بقلم محرر)

[خطوط شبلی بنام شروانی۔ص ۱۲۳]

---

[۱۹]

مکرمی!

یہ جلسہ ندوے کی دوسری زندگی ہے، اس لئے زیادہ شان سے اور زیادہ نتیجہ خیز اور مفید ہونا چاہئے۔

بورڈنگ کا نقشہ سید جعفر حسین (۱۵) نے تیار کیا ہے۔ دو منزلہ عمارت ہوگی۔ ایک کمرے کا تخمینہ ساڑھے سات سو روپئے ہے۔ جس میں تین طالب العلم رہ سکیں گے۔

اب جلسہ انتظامیہ میں اس کی تعمیر شروع کر دینے کی منظوری ہوگئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بغیر بورڈنگ کے مدرسہ بیکار ہے۔ باقی امور پھر لکھوں گا۔ والتسلیم

شبلی

[خطوط شبلی بنام شروانی ص ۱۲۴]

---

[۲۰]

جناب من!

مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کی خواہش کے مطابق ۱۷ اپریل کو جلسہ خاص ہوگا۔ اس میں ہر قسم کے لوگ بلائے جائیں گے۔ غالباً آپ بھی تشریف لائیں اور ندوے کی قسمت کا فیصلہ ہوگا۔

مدرسین سے خط کتابت کی گئی۔ مجلس دارالعلوم کا جلسہ میں نے بلایا تھا۔ مولوی عبدالحی صاحب وغیرہ آئے، لیکن منشی احتشام علی صاحب اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے کہا کہ اب کوئی ممبر نہیں رہا، اس لئے جلسہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ دونوں صاحب نہیں آئے۔ جلسے میں پہلے اس بات پر بحث ہوئی۔ مولوی ظہور احمد (۱۶) وغیرہ نے کہا کہ عام معمول ہے کہ تاانتخاب ثانی برائے ممبر، ممبر سمجھے جاتے ہیں۔ مسلم لیگ میں مدت ممبری کو ڈیڑھ سال ہوا ہے اور وہی پہلے ممبر قائم ہیں۔ حالاں کہ صرف ایک سال کے لئے انتخاب ہوا تھا۔ بہرحال سب نے بہ اتفاق مولوی فضل حق مدرس مدرسہ عالیہ رام پور (۱۷) کے حق میں طے کیا اور وہ آمادہ بھی ہیں، لیکن چوں کہ وہ لوگ مولوی حفیظ اللہ کو بلانا چاہتے ہیں، اس لئے اس فیصلے پر راضی نہ ہوں گے اور ہرج ڈالیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مہینوں تک مدرسے میں تعلیم وغیرہ ابتر رہے گی۔

کل مولوی عزیز مرزا نے مدرسے میں جا کر انگریزی شاخ کا معائنہ کیا، سخت ابتری ہے، ہیڈ ماسٹر کو ٹیچروں کی خبر تک نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ حالت رہی تو ایڈ بند ہوجائے گی۔

انہوں نے رپورٹ بھی بھیج دی ہے۔کل مولوی ظہور احمد معائنہ کریں گے،لیکن ان سب پر ہیڈ ماسٹر صاحب سے کچھ مطالبہ نہیں ہوسکتا ہے، کیوں کہ وہ منشی صاحب کے سایہ حمایت میں ہیں اور ان سے کچھ پوچھنا منشی صاحب کو آزردہ کرنا ہے۔

آپ کا خیال ہے کہ منشی صاحب اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب خود دارالعلوم کو چلا لیں گے اور بورڈنگ وغیرہ کے لئے چندہ مہیا کردیں گے۔ بہت مبارک۔اس کا بھی تجربہ کرکے دیکھ لیجئے۔مجھ کو خود بھی دماغی آرام لینے کی ضرورت ہے۔اگرچہ جب پھر وہی پہلی حالت عود کر آئے گی تو غالباً آپ بھی حبیب گنج سے تشریف نہ لائیں گے کہ آ کر سنبھالیں۔ کماوقع قبل هذا.

میرے سامنے وہ لوگ کچھ بیان کرتے تو معلوم ہوتا کہ کس قدر غلط واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

آپ کے نزدیک مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کے ساتھ بھی پانچ ہزار آدمی ہیں،جیسا کہ آپ نے ضمنی تذکرے میں مجھ سے فرمایا۔گو خاص تعداد مقصود بالذات نہ تھی،اس لئے اچھی کیا بات ہے۔ایک ہزار آدمی بھی کام چلانے کے لئے کافی ہیں۔

لطف یہ کہ منشی احتشام علی صاحب اور ان کی پارٹی میرے مقابلے میں مولوی صاحب موصوف کو ناظم بناتی ہے،لیکن ۱۹۰۸ء جولائی کے جلسے میں نظامت کے جو ووٹ آئے تھے اور جس کو اب میں نے دیکھا،ان حضرات میں سے ایک نے بھی ان کے حق میں ووٹ نہیں دیا۔صرف انہی خانہ ساز حضرات یعنی جھجری (۱۸) و پانی پتی (۱۹) وغیرہ کے ووٹ تھے۔اور اس پر کل تعداد ۸/تھی۔اور شاہ سلیمان صاحب (۲۰) کے ۳۰/ووٹ تھے۔

مخدومی! تجربہ کرکے پچھتایئے گا اور افسوس ہے کہ پھر قیامت تک اس کی تلافی نہ ہو سکے گی۔ہر دفعہ گر کر سنبھلنا نہیں ہوتا۔ایک دفعہ ندوہ گر کر ابھرا تو ابھرا۔ ولا يكون ذالک كل مرة.

شبلی

۱۱/مارچ ۱۹۱۰ء

[خطوط شبلی بنام شروانی ص ۱۲۷-۱۲۹]

[۲۱]

مکرمی!

مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کا پارسال کا درد پھر ابھرا۔اب کے مولوی عبدالحق (۲۱) کی طرف سے جلسہ انتظامیہ میں انتخاب ناظم کی تجویز ان کی طرف سے پیش ہوگی اور وہی پارسال کا ہنگامہ قائم ہوگا۔

آپ نے پارسال مجھ سے کہا کہ ان کو ان کی اصل پوزیشن دینی اور بتا دینی چاہئے۔غرض یا تو ان کو ناظم بنا کر فیصلہ کیجئے یا ان کو مایوس کیجئے۔ورنہ وہ خود چین سے بیٹھیں گے نہ بیٹھنے دیں گے، اسی لئے میری رائے تھی کہ جلسہ سالانہ کے وقت جلسہ انتظامیہ سرے سے ہونا ہی نہ چاہئے یا صرف وہ امور پیش ہونے چاہئیں جن میں اختلاف نہ ہوں۔مولوی عبدالحق صاحب ہر طرح ندوے کے جلسے کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں کر رہے ہیں، بوجہ اس کے کہ ان کو خیال ہے کہ ندوے کا جلسہ ہدایت الاسلام (۲۲) کو نقصان پہنچائے گا۔

پنجاب تک یہ مشہور ہوگیا کہ ندوہ تھیٹر کے مکان میں ہوگا، لیکن خدا کے فضل سے عربک اسکول کی عمارت مل گئی اور اس الزام سے خدا نے بچالیا۔اب یہ خیال پھیلایا ہے کہ نذیر احمد جس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی (۲۳)، ان کو جلسے میں بلایا ہے۔حالاں کہ وہ ہرگز شریک نہ ہوں گے۔بہر حال آپ دو چار روز پہلے آیئے۔سہارن پوری صاحب (۲۴) ۲۰/تک آجائیں گے۔مولوی عبدالحی صاحب کا استعفا آپ تک نہیں پہنچا ہوگا۔اس کی وجہ بھی یہی غالباً مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کی ہنگامہ آرائیاں ہیں، جو کسی کو چین سے رہنے نہیں دیتے۔اصل یہ ہے کہ ان کو کوئی شعبہ ندوے کا دیجئے کہ وہ اس میں مشغول رہیں۔ورنہ ایک دفعہ اچھی طرح کیچڑ اچھلے گی۔

شبلی

۱۹/مارچ ۱۹۱۰ء

[خطوط شبلی بنام شروانی۔ص ۱۲۹-۱۳۰]

[۲۲]

مکرمی!

گرمیاں سخت ہوگئی ہیں۔ میں چند ضروری کام ندوہ کے انجام دے کر کشمیر وغیرہ بھاگ جانا چاہتا ہوں۔ شاید ایک ہفتہ کے اندر اندر، آزاد بھی ساتھ ہوں گے۔ نظامت کا مسئلہ معرکتہ الآرا ہے اور جتنی شورشیں ہیں سب اس کی تہ میں ہیں۔ میری بداعتقادی، دہریت، بے نظامی، تحکم اور استبداد۔ یہ تمام اوصاف پہلے ہی تھے، لیکن نظامت کی دور میں نہ ہونے سے نظر نہیں آتے تھے۔ بہرحال اس کا فیصلہ ضرور کیجئے، لیکن چھینٹا پڑنے کے بعد۔ ورنہ میں موجود نہ ہوں گا اور فیصلہ یک طرفہ ہوگا۔ قاعدہ کی رو سے ۳ر مہینے کے بعد جلسہ انتظامیہ ہونا چاہئے۔ تاکید کیجئے کہ اس وقت تک دستور عمل بن جائے۔ ترمیمات وغیرہ سب پیش ہو چکی ہیں۔ مولوی ظہور احمد کو تھوڑا سا کام ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب کو لکھئے کہ ان پر تاکید کریں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ دستور العمل موجودہ جو مولوی مسیح الزماں صاحب کے عہد میں بنا ہے۔ اس میں رکنیت کے لئے صاحب تقریر و تحریر ہونا، مشہور ہونا، بااثر ہونا شرط ہے، لیکن نظامت کے لئے صرف دو قیدیں ہیں، عالم باعمل ہو۔ ندوہ سے دلچسپی رکھتا ہو۔ یہ مفہوم اس لئے بنایا گیا ہے کہ ایسے حضرات پر بھی صادق آسکے۔ یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کام، محنت، صرف زر، صرف لیاقت اور لوگ کریں اور یہ لوگ صرف افسری جتائیں، لیکن **تجری الریاح بمالا تشتھی السفن** .

شبلی

۱۴ر اپریل ۱۹۱۰ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۱]

---

[۲۳]

مکرمی!

براہ کرم مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کو راضی کر دیجئے کہ مولوی فضل حق مدرس مدرسۂ عالیہ

رام پور کی پرنسپلی پر راضی ہو جائیں۔ٹونکی صاحب (۲۵) کو مفصل اور نہایت عاجزانہ خط لکھے گئے، جواب ندارد۔مولوی فضل حق صاحب، مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پروفیسر رہ چکے ہیں۔شاہ سلیمان صاحب،مولوی عبدالحی صاحب ان کے معترف اور اس عہدہ کے لیے ان کو موزوں تر سمجھتے ہیں۔ صرف منشی احتشام علی اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب،مولوی حفیظ اللہ صاحب کو دوبارہ بلانے کے .... مخالف ہیں۔پورے چھ مہینے ہوئے کہ عہدہ خالی اور تمام پڑھائی غارت ہے۔اب فرمائیں میں کیا کروں۔آپ بطور خود لکھئے اور اس مرحلہ کو سر کیجئے۔پرنسپل لائق آجاتا تو میں اور کاموں کی طرف متوجہ ہوتا۔

شبلی

۳۰/اپریل ۱۹۱۰ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۷۱ء ص ۲۲۱-۲۲۲]

---

[۲۴]

مکرمی!

میں نے آپ کو لکھا تھا کہ کمیشن کا اصلی ٹون مجھ کو مجرم کی حیثیت سے سامنے لانا ہے۔آپ نے تحاشی کی، لیکن اب جو رودادِ جلسہ مولوی عبدالحی نے شائع کی، اس سے بات صاف ہو گئی۔ رزولیوشن میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کے الفاظ اور پھر اس کی ترمیم، سب اس کی شہادت ہیں۔لطف یہ کہ تمام کارروائی بے ضابطہ ہے؛ کیوں کہ جلسے کو یہ اختیار نہیں کہ وقت کے وقت ایک رزولیوشن بنائے اور صرف حاضرین اس کو طے کر دیں۔جو یادداشت مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کی شائع ہوئی تھی اس میں معتمدی کی تبدیلی کا کوئی ذکر نہ تھا۔نہ وہ رزولیوشن کی صورت میں تھا۔

غرض یہ ہے کہ اگر نیک نیتی ہوتی تو مجلس دارالعلوم میں موجود ہے، اس میں یہ لوگ ہیں۔اس میں پہلے یہ معاملہ پیش ہوتا۔وہ خود دریافتِ حال کرتے۔پھر جو نتیجہ ہوتا کمیٹی کے سامنے پیش ہوتا۔

بے شبہ میرا ہٹا دینا آسان ہے اور میں خود ہٹ جاؤں، لیکن ان لوگوں سے پوچھئے کہ خود آ کر موجودہ حالت بھی قائم رکھ سکیں گے؟ ترقی تو درکنار۔ آخر ۴ر برس پہلے یہ بزرگ کہاں تھے اور لکھنؤ میں آ کر کتنے دن رہے تھے؟

ان کا ایک مفصل خط میرے پاس آیا ہے۔ اصلی داغ نظامت کا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ارکان نے منظور کر لیا تھا، تم نے نہ ہونے دیا۔

شبلی

۱۸ر اگست ۱۹۱۰ء

[خطوط شبلی بنام شروانی ص ۱۳۶-۱۳۷]

---

[۲۵]

میں پہلے سے افسردہ تھا۔ بیماری نے اول اول توڑ دیا۔ اپیل شائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے کام تقریباً چھوڑ دیا ہے۔ لوگ آئیں اور کام سنبھالیں۔ ۵۰ ہزار خرچ ہو چکے۔ عمارت ناتمام رہی۔ ۲۰ ہزار کی اور ضرورت ہوگی۔ اس کے علاوہ بورڈنگ کا سامان، اضافہ ماہوار، ترقی تعلیم، یہ سب کام ہیں۔ لوگ آئیں اور انجام دیں۔ میں ان شاء اللہ کسی اور صوبہ میں قیام کروں گا اور اور کوئی مشغلہ ڈھونڈھ لوں گا۔ مولوی سیف الرحمٰن (۲۶) کو بلوایئے اور تقرر کیجئے۔ مصر سے عربی کا نقشہ مل سکتا ہے۔ والتسلیم۔

شبلی

۲۷ر اکتوبر ۱۹۱۰ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۲]

---

[۲۶]

مکرمی!

آپ بھی عجیب بات فرماتے ہیں۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں خود نہ نکلوں بلکہ نکالا جاؤں۔ اب کی اصحاب ثلاثہ نے فیصلہ کیا ہے کہ یا مجھ کو نکالیں، ورنہ استعفا دے دیں۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اگر وہ اصلاحِ حالت چاہتے ہوں تو جو کچھ کریں مجھے منظور۔ دارالاقامہ سے میں بے تعلق ہو جاتا ہوں اور جو جو چاہیں کریں، سب تسلیم۔

لیکن انہوں نے تو ایک نصب العین رکھ لیا ہے اور اس کا ذریعہ ان کے نزدیک کمیشن ہے۔ گو کمیشن کا یہ نتیجہ لازمی نہیں، لیکن جب اس حیثیت سے اس کی کارروائی ہوتی ہے تو میں اس کو جائز نہیں رکھتا۔ میں کہتا ہوں آیئے، ہم سب مل جل کر ایک ایک چیز کو (۲۷)......

لیکن یہاں تو لوگ ٹھہرا لیے گئے ہیں کہ یہ یہ اظہار دیں گے۔ بہر حال، یا تو سقیفۂ ساعدہ کی طرح دست و گریباں کی نوبت آئے گی، اور اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے نہ آنا پڑے، یا پہلے ہی الگ ہو جاؤں۔

شبلی

۲ر نومبر ۱۹۱۰ء

[خطوط شبلی بنام شروانی ص ۱۴۵-۱۴۶]

---

[۴۷]

مکرمی!

مآثر رحیمی اور تذکرۂ خوش نویساں (۲۸) مولوی ہدایت حسین (۲۹) پروفیسر پریسیڈنسی کالج کلکتہ سے طلب فرمایئے۔

الٰہ آباد دسمبر سے پہلے پہنچنا ہے۔

یہاں (۳۰) کا معاملہ نہایت نازک اور قریب الانفجار ہو رہا ہے۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب چھ دن تک لوگوں کو دارالعلوم میں لیے مقیم رہے اور اعتراضات اور مطاعن کا صور پھونکا کیے۔ آواز شہر سے گذر کر دور دور تک پہنچی اور بالآخر اخباروں میں گئے۔ جہاں اب ہنگامہ برپا ہو رہا

ہے۔

یہاں شاہ صاحب اور مولوی صاحب (۳۱) موصوف میرے جرائم کی یادداشت تیار کر رہے ہیں۔ایک عقائد نامہ لکھا گیا ہے جو مجھ سے تصدیق کرایا جائے گا۔

بورڈنگ میرے قبضے سے بالکل نکال لیا گیا ہے۔مولوی حفیظ اللہ صاحب کو پھر بلا رہے ہیں کہ طلبہ ان کے ذریعے سے قابو میں آئیں۔مولوی حفیظ اللہ صاحب کی درخواستِ رخصت بار بار میرے پاس آرہی ہے۔مولوی شیر علی صاحب (۳۲) کے واپس کرنے کی کوششیں ہیں۔غرض **یرجع الی ماکان** ہوا چاہتا ہے۔

نواب وقارالملک آئے تھے۔حالات دیکھے اور سنے۔فریق ثانی بھی پہنچا تھا۔نہایت مصر تھے کہ ان کی طرف سے ایک یادداشت شائع کی جائے اور مخالفت کا زور توڑا جائے مولوی عزیز مرزا خط شائع کرنا چاہتے تھے۔میں نے مشکل سے روکا ہے۔

آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

کمیشن کی بدنمائی نے طرح طرح کے مضر نتیجے پیدا کیے۔

میں کب تک ان ٹکروں کو جھیل سکتا ہوں۔

شبلی

۲۴رنومبر ۱۹۱۰ء

[پس نوشت] لڑکے کا صرف خوراک ۳ روپے پڑے گا۔ (۳۳)

[خطوط شبلی بنام شروانی ص ۱۴۷-۱۴۸]

---

[۲۸]

جنابِ من! السلام علیکم ورحمۃ اللہ (۳۴)

آپ کو معلوم ہوگا کہ ارکان انتظامیہ ندوہ کی میعاد ممبری ختم ہوگئی اور ۴۸رارکان کے انتخاب کے ضرورت ہے۔میرا خیال ہے کہ آپ نے اب تک لوگوں کے نام انتخاب کر کے دفتر

میں نہیں بھیجے ہیں، اس لیے امور ذیل گذارش ہیں:

۱۔ آپ ۴۸/ آدمیوں کے نام پیش کر سکتے ہیں۔

۲۔ فہرست ارکان سابق مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب آپ کے پاس موجود ہوگی، اس کو پیش نظر رکھ کر جو بزرگ قابل انتخاب ہوں، ان کے نام انتخاب کیجئے۔ یہ انتخاب یا ان بزرگوں کی قابلیت علمی اور وجاہت دنیوی کے لحاظ سے ہو یا اس لحاظ سے ہو کہ ان لوگوں نے زمانہ ممبری میں عمدہ کارگزاری اور ہمدردی کا اظہار کیا۔

۳۔ جدید ارکان انتخاب کیجئے، یعنی ہر صوبہ کے مشاہیر اور ذی اثر اشخاص کو لیجئے، مثلاً مدراس میں مولانا عبدالسبحان، نواب غلام احمد خاں، بمبئی میں قاضی کبیر الدین، مولوی رفیع الدین بیرسٹر، حاجی یوسف ثعبانی، کلکتہ میں مولوی شمس الہدیٰ، مولوی یوسف، پنجاب میں مسٹر محمد شفیع، شیخ غلام صادق، بابو نظام الدین، ممالک متحدہ میں بہت سے لوگ ہیں جن کو آپ خود جانتے ہیں۔

۴۔ آپ خود اپنا نام بھی پیش کر سکتے ہیں۔

۵۔ مدت نامزدگی کم رہ گئی ہے، اس لیے فوراً دفتر میں منتخب اشخاص کے نام بھیج دینے چاہئیں۔

۶۔ دستور العمل کی رو سے انتخاب ارکان کا جو جلسہ ہوگا، اس میں صرف زبانی ووٹ [رائے] لی جائے گی۔ تحریری ووٹ کافی نہیں، اس لیے جب جلسہ کی تاریخ کی اطلاع دی جائے تو جلسہ میں آپ کو خود تکلیف فرمانا چاہئے یا بصورت مجبوری وہاں کے کسی معزز صاحب کو بھیجنا چاہئے۔

۷۔ انتخاب ارکان کے لیے ووٹ دینا ارکان انتظامی پر محدود نہیں بلکہ ہر ممتاز شخص ووٹ دے سکتا ہے، صرف یہ شرط ہے کہ [۲/ روپئے] بھیج کر ندوہ کا ممبر بن جائے اور موقعۂ انتخاب پر موجود ہو۔

شبلی

۱۰/ جنوری ۱۹۱۱ء

[پ ن] علماء میں حضرات ذیل قابل انتخاب ہیں:

مولانا لطف اللہ مفتی عدالت العالیہ حیدرآباد دکن

مولانا عبدالجبار غزنوی، مولوی عبداللہ غازیپوری

مولوی ثناءاللہ امرتسری، ابوبکر شہاب عرب حیدرآباد

مولوی حمیدالدین پروفیسر عربی یونیورسٹی الہ آباد۔

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۷۱ء ص ۲۲۲-۲۲۳]

---

[۲۹]

بمبئی کیوں کر جاؤں۔ درجہ مولویت کے طلباء کی کتابیں ناتمام پڑی ہیں۔ مدرس اول چھ مہینے سے ندارد۔ انتظامیہ کو دو مہینے ہوئے خبرے نبا شد۔ ہزار کہئے، ایک ایک احتمال پر اتنا بڑا کام موقوف۔ ڈائرکٹر خاص ان طلباء کے نام مانگتے ہیں جو درجہ مولویت میں ہیں۔ یہ سب کچھ ہے لیکن نہ مجھ کو اختیار نہ اور کوئی انتظام کرتا ہے۔ نہ کسی کو اس سے بحث۔ میں برابر یہیں ہوں۔ مولوی خلیل الرحمٰن راضی ہو جائیں تو سب راضی ہیں کہ مولوی فضل حق رامپور سے بلا لئے جائیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نواب صاحب تنخواہ پھر بڑھا کر ان کو بلا لیں گے۔ فرمایئے کیوں کر کام چلے۔ عمارت کا وہ حال، درس کی یہ کیفیت۔ انا اللہ۔

شبلی

لکھنؤ۔ ۷ر مئی ۱۹۱۱ء

(ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۲)

---

[۳۰]

مکرمی!

وہ کارڈ سرسری تھا، آپ غور اور سنجیدگی کے ساتھ سنیے کہ کام کیوں کر چل سکتا ہے، ایک

ایک امر کو لیجئے۔

عمارت:

۱۔عمارت کا کام یوں شروع ہوسکتا ہے کہ تعمیر اور جداگانہ کمروں کے لئے جو روپۓ آئے تھے، جن کی تعداد دس ہزار سے زائد ہے پہلے ان سے کام شروع کیا جائے اور دوسرے لوگوں کو ترغیب دی جائے۔آٹھ سات ہزار کے مستحکم وعدے ہیں، وہ فوراً مل سکتے ہیں، اگر ان کو یقین ہو کہ کام شروع ہورہا ہے۔لیکن یہ اس پر موقوف ہے کہ جمع شدہ رقم کا پہلے ٹھکانا لگے۔میں نے چند دفعہ کہا کوئی جواب نہیں ملا۔تعمیرات کا کوئی بجٹ نہ شائع ہوا، نہ جلسہ میں کبھی پیش ہوا۔کچھ معلوم نہیں کہ وہ رقمیں موجودہ تعمیر میں صرف ہوگئیں یا جمع ہیں اور جمع ہیں تو ان سے کام کیوں نہیں شروع ہوتا، ان حالات کے سوا کیا میں لوگوں سے چندہ مانگ سکتا ہوں اور کیا موعودہ رقمیں مل سکتی ہیں۔

۲۔دو دفعہ جلسہ انتظامیہ مدراس وغیرہ میں یہ طے ہو چکا کہ موجودہ عمارت فروخت کردی جائے۔ میں نے خریدار ٹھہرایا اور بہت زیادہ قیمت پر، لیکن منشی صاحب نے انکار کیا کہ مجلس انتظامیہ کو بھی جائداد کے فروخت کرنے کا اختیار ہی نہیں۔

تین چار مراسلات کے بعد میں چپ ہوگیا۔وہ رقم ملتی تو موجودہ عمارت پوری ہو جاتی اور طلبہ کی بھی بقدر حالت گنجائش نکل آتی۔

۳۔راجہ جہانگیر آباد (۳۵) کو ہر طرح منہ پھوڑ کر کہہ چکے۔ان سے کچھ ملنے والا نہیں۔ محمود آباد سے قوی امید ہے، لیکن ان کو کوئی عہدہ دیا جائے۔دستور العمل میں سرپرست ہر شخص ہو سکتا ہے لیکن مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے انکار کیا کہ وہ شیعہ ہیں۔...... دونوں کو بنا سکتے ہیں لیکن یہ بھی منظور نہیں۔راجہ صاحب محمود آباد (۳۶) بورڈنگ کا پورا یا بڑا حصہ بنوا دیں۔اب جب ہر طرف سے ہاتھ پاؤں باندھ دئے جائیں تو یہ اعجاز صرف آپ کر سکتے ہیں کہ کام ہی کریں۔باقی یہ کہ عام چندہ کھولو تو کہنا آسان ہے، لیکن کامیابی حاصل کرنا آسان نہیں۔

تعلیم کا بھی یہی حال ہے، لیکن کون اس داستاں کو سنائے۔

شبلی

۱۴رمئی ۱۹۱۱ء

(ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۷۱ء ص ۲۲۴-۲۲۵)

---

[۳۱]

تسلیم!

اکثر مطبوعاتِ یورپ اور بعض اور کتابیں یکمشت بک رہی ہیں۔ دو ہزار قیمت ہے۔ میں نے فہرست پرنس حمید اللہ خان (۳۷) کے پاس بھیج دی ہے، اور ان کو خریداری کے لیے لکھا ہے۔ آپ بھی دیکھ لیں، اور یہ نہ کہیں کہ مجھ کو خبر نہ کی۔

شبلی

لکھنؤ۔ ۲رفروری ۱۹۱۲ء

[خطوط شبلی بنام شروانی۔ ص ۱۵۷]

---

[۳۲]

صاحبِ اختیار افسران کالج سے دریافت فرما کر لکھئے کہ میں اگر آؤں تو کیا مجھ کو گیسٹ ہاؤس میں جگہ مل سکے گی یا اور کہاں؟ ''عشقیہ حضرت امیر خسروؒ'' کیا آپ کے کتب خانے میں ہے۔ ہاں کیا الغزالی، سوانح روم، الکلام اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر آپ کے ہاں ہے۔

شبلی

بمبئی۔ ۸رستمبر ۱۹۱۲ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۳]

---

[۳۳]

مکرمی! تسلیم

خط اور ترجمہ پہنچا۔ اس میں تو کہیں کہیں چوٹیں ہیں۔ مارگیولس (۳۸) کا تو ایک حرف بھی خالی نہیں۔

ندوہ کا معاملہ اس قدر مشکل نہیں جتنا آپ کے خیال میں ہے۔ آپ اپنی آمادگی تو ہمیشہ ظاہر کرتے ہیں، لیکن آپ کو کبھی یاد ہے کہ آپ ایک ہفتہ ٹھہرے۔ آپ ہر دفعہ کی مجموعی تعداد کو ملا کر دیکھتے ہیں اور میں ایک دفعہ چاہتا ہوں۔ تہ کی بات تو صرف اس قدر ہے کہ ایک صرف مولوی خلیل الرحمٰن صاحب بیچ میں نہ ہوں تو کچھ دشواری نہیں، منشی احتشام علی دو فقرے میں رام ہوتے ہیں۔ آخر میرا ابھی تو ان سے سابقہ رہا۔ خیر ضابطہ کی یہ بات ہے کہ صرف دو تین امور ہیں۔

۱۔ پرنسپل کو وہ اختیار کامل دے دیے جائیں جو عموماً پرنسپل اور ہیڈ ماسٹر کو ہوتے ہیں۔ اب تو یہ حالت ہے کہ وہ ایک آنہ کا جرمانہ تک نہیں کر سکتے، یا کسی مدرس کے متعلق کوئی حکم ان کا نافذ نہیں۔

۲۔ انگریزی اسٹاف کی حالت نہایت خراب ہے۔ ہیڈ ماسٹر بہرے اور سخت کاہل ہیں، لیکن چونکہ دوسری پارٹی ان کی حمایت میں ہے، وہ کچھ نہیں سنتے۔ تین دفعہ تین شخصوں نے ان کے کلاسوں کا معائنہ کیا، یعنی مولوی ظہور احمد وکیل، مولوی عزیز مرزا، ڈاکٹر ناظر الدین حسن تینوں نے سخت شکایت کی۔ پہلی دو شخصیتوں کی تحریری رپورٹ موجود ہے۔ مجلس دارالعلوم میں یہ مسئلہ پیش ہوا اور ان کے ایماء سے دونوں رپورٹیں ہیڈ ماسٹر کے پاس بھیجی گئیں، تین مہینے ہوئے جواب ندارد۔

اس کا انتظام ہونا چاہیے، ورنہ جو کچھ انگریزی پر خرچ ہو رہا ہے، سب بیکار جاتا ہے اور ایک دن ایڈ بند ہو جائے گی۔

۳۔ باقی میرا اور معتمد مال کا معاملہ ہے، وہ صرف اس قدر ہے کہ دونوں کے اختیارات کی تعیین ہو جائے۔ وہ ہر مہینہ میں جس کی تنخواہ یا وظیفہ چاہتے ہیں روک دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ علاوہ اور نقصانات کے، مدرسین پر ڈسپلن قائم نہیں رہا اور وہ گردہ ہو گئے۔

یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ کچھ آشتی اور کچھ بہ پابندی قاعدہ طے ہو جائیں گی۔ آپ اور

مولوی عبدالحی صاحب اور ڈاکٹر ناظر الدین حسن صاحب، تین شخص حکم بن جایئے۔ سب باتیں سنیے۔ کچھ فیصلہ کر کے دونوں فریق کو سنائیں۔ دونوں کے عذرات سنیے۔ غور کیجئے۔ ہزاروں لاکھوں روپے کی بربادی، کام کی ابتری، عام بدنامی، ترقی کی روک، ان سب کاموں کی قیمت آپ کا ایک ہفتہ بھی نہیں ہے۔ کام کرنے سے ہوتا ہے، نہ ہمت ہارنے سے۔

شبلی

بمبئی۔ ۱۲/ستمبر ۱۹۱۲ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۱۷ء ص ۲۲۵-۲۲۶]

---

[۳۴]

مکرمی!

مولوی عبدالباری سند یافتہ ندوۃ العلماء پرائیویٹ طرح پر انگریزی پڑھنے کے لیے جا رہے ہیں۔ آفتاب احمد خان صاحب (۳۹) نے پندرہ روپے وظیفہ دینا منظور کیا ہے، لیکن ان کے رہنے کا ٹھکانہ نہیں۔ کیا آپ کی کوٹھی میں جو شہر میں ہے، ایک طالب العلم کی گنجایش نکل سکتی ہے؟ دو چار مہینے کے بعد دیکھنا ہے کہ مدرسے میں کوئی صورت نکل آتی ہے، وہ صرف مذاقِ علم کے لیے انگریزی پڑھتے ہیں، نہ امتحان دینے کے لیے یا نوکری کے لیے۔

شبلی

۱۳/اکتوبر ۱۹۱۲ء

[پس نوشت] ہاں ہیڈ ماسٹر صاحب کا پمفلٹ میرے خلاف آپ کی نظر سے گزرا یا نہیں۔ کیا اس صورت میں کوئی مفید کام کر سکتا ہے؟ نہ دیکھا ہو تو بھیج دوں۔ انہوں نے تو تمام ممبروں کے پاس بھیجا ہے۔

شبلی

[خطوط شبلی بنام شروانی۔ ص ۱۶۸-۱۶۹]

---

[۳۵]

مکرمی!

عمارت پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ بورڈنگ کا تو ذکر ہی کیا، سرکاری تعلقات بھی ٹھٹر گئے۔ نئی تدبیروں میں ایک بڑی تدبیر یہ ہے کہ راجہ علی محمد خان کو مربی (پیٹرن) بنایا جائے۔ دستور العمل میں ممبر انتظامی کے لیے سُنّیت کی شرط ہے۔ مربی ہونے کے لیے رئیس ہونا کافی ہے۔ اسی بنا پر نوابِ رام پور سے خواہش کی گئی تھی۔ میں راجہ صاحب کو ٹٹول چکا ہوں، وہ نہایت معقول رقم دیں گے اور سرکاری تعلقات تازہ ہو جائیں گے۔ ہز آنر متوجہ ہو جائیں گے؛ لیکن اس کی تحریک میں کروں گا تو مخالفت ہوگی، اس لیے پہلے آپ ممبروں سے خط کتابت کریں۔ خط مطبوعہ میں آسانی ہوگی۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب بر بنائے شیعیت مخالفت کریں گے۔ بس ان کو رام کرنا ہے۔ انہی کا اثر منشی احتشام علی صاحب پر پڑتا ہے، پھر مطلع صاف ہے۔ مجارٹی اور کثرتِ رائے آپ کے ساتھ ہوگی۔

یہ بڑا اہم کام ہے۔

اور تدبیریں پھر عرض کروں گا۔

شبلی

۲۸؍اکتوبر ۱۹۱۲ء

[خطوطِ شبلی بنام شروانی۔ ص ۱۶۹-۱۷۰]

---

[۳۶]

مکرمی! تسلیم

ترکی کے واقعات نے تو اس قدر دل بٹھا دیا ہے کہ کسی کام کو جی نہیں چاہتا، تاہم آخر جینا مرنا، کھانا، پینا تو نہیں چھوٹ سکتا۔ ندوہ کا ایک مقصد ہے جس کو گوش گذار کرتا ہوں۔

آپ کا اور ہم سب لوگوں کا ندوہ سے ایک معمولی مدرسہ مقصود نہ تھا مگر خانہ جنگیوں نے وہ

سب منصوبے غلط کر دئے۔

میرے سامنے جو خاکہ ہے اس کو بہ تفصیل آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ معقول مشورہ اور تدبیریں قائم ہو سکیں، اس کے لیے یا تو کانفرنس سے ۵/دن پہلے یہاں آیئے، میں نے اپنے کمرہ کے برابر کا کمرہ بھی لے لیا ہے، نہایت آرام اور سکون سے آپ رہ سکیں گے۔

جو خاکہ ہے اس کی کامیابی اس پر موقوف ہے کہ تمام ہندوستان کو ندوہ میں عملاً شریک کیا جائے، اس کے لیے ضرورت ہے:

۱۔ ارکان کے دائرہ کی وسعت، اس کے ساتھ شعبہ دینی وغیرہ کی قید سے سبکدوشی جیسا کہ ندوہ کے پچھلے سالوں میں تھی۔

۲۔ تعلیم کے مختلف شعبے قائم کرنے، جیسا کہ آپ نے وقارالملک کی مجوزہ نیشنل یونیورسٹی کے پروگرام میں دیکھا ہوگا، یعنی جس کی بدولت وہ امراء وتجار بھی مذہبی اور دنیوی علوم پا سکیں، جو یونیورسٹی کے امتحانات کے شائق نہیں۔

۳۔ اشاعت اسلام کا عملی کام۔

اس بات سے آپ مطمئن رہیں کہ کوئی چیز عسیر الحصول نہیں اور نہ میری کوشش کی دستگاہ سے باہر ہے۔ آپ سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اچھا خاکہ مرتب ہو جائے اور نیز یہ کہ وہ صاحب خلل انداز نہ ہوں، اصل مصیبت یہی ہے۔

آپ نہ آسکیں تو میں آؤں، ۲۰ کو ہزآنر نے ملنے کا وقت مقرر کیا ہے، ورنہ میں ابھی سے آجاتا، بہرحال تسلی بخش جواب دیجئے۔

شبلی

۹/دسمبر ۱۹۱۲ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۷۱ء ص ۲۲۶-۲۲۷]

[۳۷]

مکرمی!

اگر چہ تین چار دن کی متصل محنت اور ہنگامہ کے بعد دماغ تھک چکا ہوگا، تاہم خیر آپ آئیں تو سہی اور دو چار دن قیام کریں لیکن جو امور فیصلہ کن ہیں ان کے صرف اتفاق رائے سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ استواری اور پامردی کی ضرورت ہے۔ امور فیصلہ کن یہ ہیں:

۱۔ عمارت کی تکمیل۔ اس میں تمام تر دقت یہ ہے کہ سکریٹری تعمیرات کا دفتر ایسا ہے کہ نہ کوئی حساب شائع ہوتا ہے، نہ کچھ پتہ لگتا ہے، نہ پوچھنے سے جواب ملتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مقامی اشخاص اپنا چندہ ادا کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور سلسلہ بہ سلسلہ باہر تک یہ اثر جاتا ہے۔ ماسٹر شاہد حسین (۴۰) نے ڈائرکٹر سے کہا کہ گورنمنٹ نے مدد دی ہے۔ انہوں نے اسٹمٹ اور حساب مانگا معتمد صاحب تعمیرات نے جو جواب لکھا ہے اور میرے پاس آیا ہے اس کو دیکھئے گا، انکار اور پہلو تہی ہے۔ فروخت مکانات کا معاملہ بھی اسی میں ہے۔

۲۔ آیندہ............ کام مجلس تعمیرات کا آج تک کوئی اجلاس نہیں ہوا، نہ کبھی ہوگا۔

۳۔ ندوہ کی طرف عام ملک کا رجحان اس پر موقوف ہے کہ ہر حصہ کے لوگ ممبر بنائے جائیں۔ یہ اس لیے نہیں ہوتا کہ پرائیویٹ کوششوں سے ممبری انہی پچھلے اشخاص میں محدود رکھی جاتی ہے۔

۴۔ غرض تمام اسکیم میں مقدم یہ ہے کہ کچھ پامردی اور استقلال دکھائیے۔ صرف ایک ہفتہ کافی ہوگا، پھر برسوں کے لیے کام چل پڑے گا۔

شبلی

۲۱/دسمبر ۱۹۱۲ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۷۱ء ص ۲۲۸]

---

[۳۸]

جناب من!

اس بدقسمتی کا ٹھکانا ہے کہ ہزآنر سے بہت کچھ امیدیں پیدا ہوئی تھیں کہ الندوہ میں جہاد پر اس طرح کا باغیانہ مضمون نکلا! آپ اس مضمون کو پڑھیں اور بالخصوص بارہویں دلیل، جس میں ثابت کیا ہے کہ مسلمان کو کافر کا محکوم ہو کر رہنا ہی جائز نہیں۔

اب مجھ کو تحریر فرمائیں کہ کیا تدبیر کی جائے:

۱۔کیا اس کی ضرورت نہیں ہے کہ چوں کہ الندوہ میں مضمون نکلا، اس لیے تمام ارکان کی طرف سے برأت کی تحریر اخبارات میں شائع ہو۔

۲۔کیا یہ بات ضروری نہیں کہ مضمون نگار کا تعلق مدرسے سے فوراً منقطع کر دیا جائے۔

۳۔اور کیا مناسب تدبیریں اختیار کرنی ہوں گی۔

جواب جلد عنایت ہو۔

میرے پہلے عریضے کا جواب بھی باقی ہے، اور نیز سلسلۂ دینیات۔

شبلی

از کوٹھی مسٹر اسحاق، صحبتیا باغ، الہ آباد

۳۰؍جنوری ۱۹۱۳ء

[پس نوشت] مولوی عبدالحی صاحب کا مطبوعہ خط پہنچا ہوگا۔ جلسۂ انتظامیہ میں آپ کی شرکت ضروری ہے۔ ورنہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مولوی عبدالکریم کی طرف داری کریں گے، اور اور لوگوں کو بھی ہم زبان بنائیں گے۔

[خطوط شبلی بنام شروانی۔ ص۱۷۳-۱۷۴]

---

[۳۹]

جواب بواپسی

کارروائی جلسۂ معتمدین اخبارات میں شائع کرادی جائے۔ نیز اطلاع جلسۂ انتظامیہ ہر

رکن کو بذریعۂ رپورٹ سکریٹری، کارروائی جلسۂ معتمدین سے اطلاع دی جائے۔ نیز اس امر کی کہ جلسۂ انتظامیہ قطعی فیصلہ کے واسطے طلب کیا جاتا ہے۔ مولوی عبدالکریم (۴۱) رافعِ مقدمہ کا تعلق مدرسہ سے نہ رہے۔ ارکان انتظامیہ کی جانب سے برأت بعد جلسہ انتظامیہ شائع ہو۔ الندوہ کی اشاعت معتمد اہل قلم ملنے تک ملتوی رہے۔ ایک مبسوط مضمون، مضمونِ جہاد کی تردید میں شرعی روایات کی بنا پر شائع کیا جائے، جس میں صراحت ہو کہ سلطنت انگریزی (جس کے زیر سایہ مسلمان آزادی سے احکام شرعی کی بجا آوری میں مصروف ہیں، نیز اور مصائب سے محفوظ ہیں جو خود آج کل اسلامی سلطنت کے مسلمانوں پر نازل ہو رہے ہیں، اور جن سے وہ سلطنتیں مسلمانوں کو محفوظ نہیں رکھ سکتیں) کے مقابلے میں جہاد حکم شرعی کے خلاف ہے۔

شبلی

۴؍فروری ۱۹۱۳ء

[خطوط شبلی بنام شروانی۔ ص ۱۷۴-۱۷۵]

---

[۴۰]

مکرمی!

آپ نے جو کچھ کہا، تمام تر صحیح ہے؛ لیکن چند امور پر لحاظ فرما لیجیے:

مولوی عبدالکریم کی حمایت میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ارکان کو (خصوصاً مولویوں) کو متفق کریں گے، اور کم سے کم ان کو موقوف نہ کرانے دیں گے۔ مولوی عبدالباری صاحب ہم لوگوں کے جلسے میں شریک تھے۔ وہ بڑی مشکل سے اس پر راضی ہوئے کہ تا جلسۂ انتظامیہ معطل کیے جائیں۔ ان کو اصرار ہے کہ وہ ہرگز موقوف نہ کیے جائیں۔ لطف یہ ہے کہ دلیل یہ کہ عام مسلمان ندوے سے بے دل ہو جائیں گے۔ ان کے اصرار سے منشی احتشام علی اور مولوی ظہور احمد بھی ڈھیلے ہو چکے تھے۔ خیر، میں نے معلق طور پر معطل کرا لیا۔ ایسی حالت میں ہز آنر کو اگر اطلاع دی گئی اور جلسۂ انتظامیہ نے ان کی علاحدگی نہ کی تو اور سخت برا اثر ہوگا۔

اس لیے فوراً جلسۂ انتظامیہ کر لیجیے، تب بہت کچھ کیا جائے۔ تعجب ہے کہ مولوی عبدالحی صاحب کا مطبوعہ خط نہیں پہنچا۔ اب بھی نہ پہنچا ہو تو میں بھیج دوں۔

مولوی عبدالکریم سخت سازشی آدمی ہیں۔ مولوی سلطان احمد (۴۲) کے معاملے میں انہوں نے ہی تمام ارکان کے نام مطبوعہ خطوط بھجوائے تھے۔

اس واقعے کے بعد سے دو خط گمنام میرے پاس لکھنؤ آ چکے: ایک پر طلبۂ دارالعلوم لکھا ہے اور لکھا ہے کہ ہم سب تیرے خون کے پیاسے ہیں اور تیرا منہ کالا کر کے دارالعلوم سے نکلوا دیں گے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ مولوی عبدالکریم کا الگ کرنا آسان نہیں ہے۔ دوسرے خط میں مجھ کو قرآن فروش لکھا ہے۔ غرض یہ سب کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ میں نے مدت تک مولوی عبدالکریم کے تقرر کی مخالفت کی تھی، لیکن لوگوں نے نہ مانا اور ان کو مقرر کرایا۔

بہرحال، یہ بڑی استقامت کا وقت ہے۔ ہز آنر کو میں نے عمارتِ زیرِ تعمیر کا فوٹو بھیجا تھا۔ جواب میں لکھا ہے کہ میں امید رکھتا ہوں کہ یہ خوب صورت عمارت جلد تیار ہو سکے گی۔

افسوس ہے کہ اس کم بخت کارروائی نے سب پر پانی پھیر دیا۔ میری عمر اس میں گذری کہ جہاد صرف مدافعت ہے۔ اور اب خود الندوہ میں یہ مضمون دیکھنا پڑا۔

آپ فوراً مولوی عبدالحی صاحب کو بھی تو خط لکھئے۔

شبلی

۵ر فروری ۱۹۱۳ء

صحبتیا باغ، کوٹھی محمد اسحاق، الہ آباد

[خطوط شبلی بنام شروانی۔ ص ۱۷۵-۱۷۶]

---

[۴۱]

تسلیم!

قلتِ فرصت کی وجہ سے صرف رسید دیتا ہوں۔ جواب بعد کو، بھول جاؤں تو یاد دہانی کا

مستدعی ہوں۔

شبلی

بمبئی۔۹؍اگست۱۹۱۳ء

[پس نوشت] کیا آپ نے استعفاواپس لیا۔مطلع فرمائیے۔

[خطوط شبلی بنام شروانی۔ص۱۸۰]

---

[۴۲]

آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

آپ نے دیکھا،ادھراوقاف اسلامی کی تحریک شروع ہوئی ادھر گورنمنٹ نے یادداشت شائع کی اورایک کانفرنس اسی مہینہ میں بٹھانے والی ہے۔خیر میرا کام تو اس کے پیچھے جان لڑادینا ہے:

آگے نصیب ہے جسے پروردگار دے

ہاں دارالمصنّفین پر آپ نے کیوں سکوت کیا۔آپ سے بڑھ کر اس کی شرکت کا کس کوحق ہے۔میں اس عمارت کوانشاءاللہ پورا کر کے رہوں گا اور شاید وہی میرا مدفن بھی ہو۔۲۴؍سے پہلے علی گڑھ پہنچوں گا۔

شبلی

لکھنؤ۔۱۶؍فروری۱۹۱۴ء

[ماخذ:نقوش،لاہور،مکاتیب نمبرص۱۹۶]

---

[۴۳]

عزیز مرحوم کے واقعہ نے مجھ پراس قدرسخت اثر کیا کہ تمام عمر کبھی نہیں ہوا تھا،حالاں کہ مہدی مرحوم کا واقعہ اسی درجہ کا گذر چکا تھا۔بہرحال میں اعظم گڑھ چلا آیا۔محمڈن شبلی اسکول جو

۳۰/ برس ہوئے میں نے قائم کیا تھا (۴۳)، ہائی اسکول سے مڈل اسکول تک آ گیا، عزیز مرحوم اس کو انٹرنس تک پہنچانا اور تمام برادری کے قصبات میں اسکول اور مکاتب قائم کرنا چاہتے تھے، دو مہینے کا دورہ رکھا تھا اور پانچ سو روپیے مصارف دورہ کے لیے الگ کر دیے تھے، اشتہارات اور رسید یہاں سب چھپ گئی تھیں۔ مجھ کو اس کام کے علاوہ دارالمصنّفین اور دارالتکمیل کی فکر ہے۔ ندوہ میں کام کرنا ممکن نہ تھا، ۶ برس تک کشاکش میں گزرے، جو ہو گیا وہ تعجب انگیز ہے، بہر حال صورت موجودہ یہ ہے کہ اسکول کے پاس ہی میرا اور میرے خاندان کا باغ ہے، جس کا کل رقبہ گیارہ بیگہ پختہ ہے، اس کو وقف کر رہا ہوں اور شرکا بھی راضی ہو گئے ہیں، مسودہ لکھا جا چکا، رجسٹری کرانا ہے، دو بنگلے پہلے سے موجود ہیں، کتب خانہ [دوبارہ] بقدر معتدبہ مہیا ہو گیا ہے اور بڑھتا جاتا ہے، دفتر سیرت کا کل سرمایہ اس طرف منتقل ہو جائے گا بلکہ صرف کتب خانہ کے لیے کافی ہوگا اور دارالمصنّفین کی عمارت کے لیے کچھ اضافہ ہوگا، چاہتا ہوں کہ اس کے چار کمرے چار عناصر اردو کے نام سے تعمیر ہوں اور عمارت پر تمام موجودہ معززین ارباب قلم کے نام کندہ ہوں، چندہ مشروط نہیں، ہر صاحب قلم چندہ دے بھی نہیں سکتا، اس کے ساتھ دارالتکمیل کھول رہا ہوں، یعنی ادب اور تفسیر کی تکمیل کے طلبہ کو تیار کروں، دو مددگار رہوں گے، انتہائی صفوں کو خود پڑھاؤں گا، سر دست طلبائے تصنیف کی تعلیم کا یہ طریقہ ہوگا کہ پہلے چھوٹے چھوٹے عنوانات اور ان کے متعلق ذخیرۂ معلومات اور کتابیں ان کو دی جائیں گی، جو کچھ لکھیں گے، اس کا عیب و ہنر بتایا جائے گا، پھر پمفلٹ، رسالے اور پھر تصانیف کرائی جائیں گی، وظائف تصنیفی مقرر ہوں گے جو کم از کم ۲۰، ۲۵ روپئے ماہوار ہوں گے، دستاویز کی رجسٹری ہو جائے تو باغ کی کانٹ چھانٹ اور عمارت کی داغ بیل ڈالی جائے، ایک کمرہ مرحوم کے نام سے بھی تعمیر کرانا مقصود ہے، یہ آخر عمر کا خواب ہے اور امید ہے کہ

چوں ہنر ہائے دگر موجب حرماں نہ شود

نواب عمادالملک نے دارالمصنّفین کی صدر انجمنی قبول کر لی ہے۔ تکمیل دستاویز کے بعد انجمن کے قواعد اور ممبروں اور عہدہ داروں کے نام شایع ہوں گے۔

والتسلیم

شبلی

۱۶/اپریل ۱۹۱۴ء

(ماخذ: حیات شبلی ص ۵۱۸-۵۱۹)

---

[۴۴]

مکرمی!

اسٹرایک (۴۴) کے الزام میں مولوی سید علی صاحب (۴۵) بھی لیے گئے ہیں۔ اسٹرایک کے معاملات سے مجھ کو کافی واقفیت ہے۔ میں شرعی شہادت دے سکتا ہوں کہ وہ ہرگز شریک نہ تھے، بلکہ انہوں نے مولود کے منع کرنے کے وقت ۱۱/بجے رات تک اس میں کوشش کی، ورنہ اسی وقت اسٹرایک کا خطرہ تھا۔

آپ اگر میری شہادت پر اعتبار کرسکیں تو جلسے میں اپنی رائے ان کی برأت کے متعلق لکھیں، یا یہ لکھیں کہ مولوی ظہور احمد و حکیم عبدالولی صاحب سے اچھی طرح تحقیقات کرائی جائے۔ وہ بہت پرانے ملازم ہیں اور ان کے ندوے پر حقوق ہیں۔

شبلی

بمبئی، بھائی کلہ، اکبر بلڈنگ

۸/جون ۱۹۱۴ء

[خطوط شبلی بنام شروانی۔ص ۱۸۴-۱۸۵]

---

[۴۵]

مکرمی! تسلیم

بہارستان [تذکرۂ شعراء از مصنف مآثر الامراء] میں نے دیکھا ہے، اگر چھپ جائے تو

خوب ہے۔حیدرآباد میں موجود ہے۔

شبلی

بمبئی۔۲۶رجون ۱۹۱۴ء

[خطوط شبلی بنام شروانی۔ص۱۸۶]

تعلیقات و حواشی

(۱) نواب مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی [۱۸۶۷-۱۹۵۰ء] رئیس حبیب گنج علی گڑھ، عالم و ادیب تھے۔مصنف ومولف تھے۔دسیوں کتابیں ان کے قلم سے نکلیں۔ان کے علمی و ادبی مقالات کا مجموعہ''مقالات شروانی'' شائع ہو چکا ہے۔فارسی کے قادرالکلام شاعر تھے۔حسرت تخلص کرتے تھے۔ مجموعہ کلام''کاروان حسرت'' شایع ہو چکا ہے۔ برسوں تک ریاست حیدرآباد میں وزیر محکمہ امور مذہبی رہے۔جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے پہلے وائس چانسلر ہونے کا فخر انہیں کو حاصل ہے۔تحریک ندوہ میں پیش پیش رہے اوراس کی بڑی خدمت انجام دی۔علامہ شبلی ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور خود ہی انہیں حبیب شبلی کا خطاب دے ڈالا۔

شبلی وشروانی کی خط وکتابت کا عرصہ قابل ذکر ہے۔علامہ شبلی کا جو پہلا خط شروانی صاحب کے نام دستیاب ہے وہ ۸رفروری ۱۸۹۹ء کا ہے اور آخری خط ستمبر ۱۹۱۴ء کا ہے۔گویا ۱۶ربرس خط وکتابت کا سلسلہ قائم رہا۔ان کے نام مکاتیب کی تعداد ایک سو چونسٹھ [۱۶۴] ہے۔''مکاتیب شبلی'' مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی میں ۱۱۸رخطوط شامل ہیں۔۴۶رخطوط اس کے بعد دریافت ہوئے ہیں۔ان میں انیس خطوط''شبلی بنام شروانی'' سے لئے گئے ہیں۔جو حال میں شائع ہوئے ہیں۔

(۲) سرسید کی سوانح حیات جاوید پر ریویو۔جو مقالات شروانی [ص۴۷-۶۸] میں شامل ہے۔

(۳) ماہنامہ الندوہ کا اجراء

(۴) اس خط کی ابتدائی سطور کرم خوردہ ہیں۔

(۵) علامہ شبلی کا وظیفہ حیدرآباد

(۶) چھرہ: علی گڑھ کے قریب ایک مقام ہے، وہاں کے اسکول کے ذمہ دار مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی تھے۔

(۷) انجمن ترقی اردو

(۸) ناظم صاحب یعنی مولانا محمد علی مونگیریؒ

(۹) اس خط کے مطابق بچے کی تاریخ پیدائش ۷/ اکتوبر ۱۹۰۳ء ہوتی ہے۔

(۱۰) آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ

(۱۱) ایم اے او کالج علی گڑھ

(۱۲) مولانا حسرت موہانی [۱۸۸۱-۱۹۵۱ء] کا رسالہ اردوئے معلیٰ جسے انہوں نے ۱۹۰۳ء میں پہلے علی گڑھ سے شائع کیا۔ بعد میں اس کا دفتر کان پور منتقل ہو گیا تھا۔

(۱۳) سر شیخ عبدالقادر [۱۸۷۴-۱۹۵۰ء] کا ماہنامہ مخزن لاہور، جو ۱۹۰۱ء جاری ہوا تھا۔

(۱۴) بسولی: لکھنو کا ایک گاؤں

(۱۵) ندوہ کی بورڈنگ کے نقشہ نویس خان بہادر سید جعفر حسین بلگرامی انجینئر تھے۔ ون روپی فنڈ انہیں کا جاری کیا ہوا تھا۔ اسلامیہ اسکول اٹاوہ کو کالج بنانے میں ان کا بڑا اہم کردار تھا۔ ۱۹۳۷ء میں انتقال کیا۔

(۱۶) مولوی سید ظہور احمد [م: ۱۹۴۲ء] قصبہ منڈا ضلع الہ آباد کے رہنے والے تھے۔ لکھنو میں وکالت کرتے تھے۔ ان کا شمار لکھنو کے کامیاب وکلا میں ہوتا تھا۔ مسلم لیگ کے سکریٹری بھی رہے۔ اکثر قومی کاموں میں شریک رہتے۔ ۱۹۰۵ء میں مجلس دارالعلوم ندوہ کے رکن منتخب ہوئے اور پھر مدۃ العمر ندوہ کی خدمت میں مصروف رہے۔ نیک طینت بزرگ تھے۔ ۲۷/ جون ۱۹۴۲ء کو وفات پائی۔

(۱۷) مولوی فضل حق رام پوری [م: ۱۹۴۰ء] رام پور کے رہنے والے نامور عالم گذرے ہیں۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور مولانا عبدالحق خیرآبادی کے شاگرد تھے۔ معقولات پر بڑی گہری نگاہ تھی۔ مدۃ العمر مدرسہ عالیہ رام پور میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔ درس وتدریس میں مہارت حاصل تھی۔ یہی وجہ تھی کہ علامہ شبلی نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی پرنسپلی کے لئے ان کا انتخاب کیا تھا۔ مگر بعض علما کی ناراضگی کے سبب وہ ندوہ نہ آسکے۔ ۸۱/ سال عمر میں جنوری ۱۹۴۰ء میں رام پور میں انتقال کیا۔ اور رام پور ہی کی

خاک کے سپرد ہوئے۔

(۱۸) جھجری: غالباً مولانا شاہ نظام الدین جھجری جو اراکین ندوہ میں بڑے سرگرم تھے۔

(۱۹) پانی پتی: قاری عبدالسلام انصاری پانی پتی [م: اکتوبر ۱۹۱۸ء] مولانا قاری عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی کے صاحبزادے اور ندوہ کے رکن تھے۔

(۲۰) مولانا شاہ سلیمان پھلواروی۔

(۲۱) مولوی عبدالحق حقانی دہلوی: صاحب تفسیر حقانی ایک بڑے عالم اور مفسر تھے۔ ندوہ کے ابتدائی ارکان میں تھے۔ انہیں خدا جانے علامہ شبلی سے کیا بیر تھا۔ مخالفت شبلی میں خوف خدا جاتا رہتا۔ انہوں نے علامہ شبلی کی تکفیر کے فتوے تیار کرا کے تقسیم کرائے۔

(۲۲) ہدایت الاسلام: مولوی عبدالحق حقانی کی انجمن کا نام ہے۔

(۲۳) مولوی نذیر احمد دہلوی کی کتاب امہات الامہ جس کی زبان و بیان سے صحابیاتؓ کی تضحیک کا پہلو نکلتا تھا اور جو نذر آتش کر دی گئی۔

(۲۴) سہارن پوری سے مراد مولانا خلیل الرحمٰن سہارن پوری ہیں۔

(۲۵) شمس العلماء مفتی محمد عبداللہ ٹونکی [م: ۷/نومبر ۱۹۳۰ء] ہندوستان کے مشاہیر علماء میں تھے۔

(۲۶) مولوی سیف الرحمٰن: بڑے عالم فاضل، مولانا لطف اللہ علی گڑھ اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور مجاہد آزادی تھے۔ قید و بند کی اذیت بھی اٹھائی۔ پشاور کے رہنے والے تھے۔ مختلف مدارس میں تدریس کی خدمات بھی انجام دیں۔ ۲۵/جنوری ۱۹۵۰ء کو وفات پائی۔ علامہ شبلی انہیں ندوہ سے وابستہ کرنا چاہتے تھے۔

(۲۷) لیکن انہوں نے................ مزید عبارت دستیاب نہیں۔

(۲۸) تذکرہ خوش نویساں: مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی کی تصنیف ہے۔ اس میں ہند و بیرون ہند کے متعدد خوش نویسوں کا تذکرہ قلم بند کیا گیا ہے۔ ۱۹۱۰ء میں ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے شائع ہوئی۔

(۲۹) شمس العلما مولانا ہدایت حسین پروفیسر عربی و فارسی پریسیڈنٹی کالج کلکتہ

(۳۰) یہاں سے مراد ندوہ ہے۔

(۳۱) مولوی صاحب: مولوی خلیل الرحمٰن سہارن پوری

(۳۲) مولوی مفتی شیر علی پرنسپل دارالعلوم ندوہ۔علامہ شبلی نے ان کا تقرر مولوی حفیظ اللہ بندوی کے ڈھاکہ جانے کے بعد کیا تھا۔

(۳۳) خط کے آخر میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

(۳۴) یہ خط ایک مراسلہ معلوم ہوتا ہے۔یہی خط مولوی قیام الدین بخت جونپوری کے نام گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔اس میں جن اشخاص کا ذکر آیا ہے ان کا تذکرہ بھی اوپر آچکا ہے۔

(۳۵) راجہ جہاں گیر آباد : راجہ سرتصدق رسول خاں تعلقہ دار جہاں گیر آباد۔میونسپل بورڈ اور یو پی لجسلیٹو کونسل کے رکن تھے۔ندوہ کے بھی رکن تھے۔اس کے تیرہویں سالانہ اجلاس کی مجلس استقبالیہ کے صدر تھے۔بڑا عمدہ صدارتی خطبہ دیا تھا، جسے بہت پسند کیا گیا۔۲۵ ستمبر ۱۹۱۶ء کو یکا یک انتقال کیا۔

(۳۶) راجہ علی محمد خاں [م:۱۹۳۱ء] راجہ محمود آباد۔لکھنو کے ممتاز اور نامور لوگوں میں سے تھے۔فیاض اور سخی تھے۔لوگوں کے کام آتے تھے۔دینی وملی مسائل سے بھی دلچسپی لیتے۔علامہ شبلی سے ابتدا میں گہرے مراسم تھے۔بعد میں اچھے نہیں رہے۔

(۳۷) پرنس حمیداللہ خاں: بیگم سلطان جہاں کے صاحبزادے اور ریاست بھوپال کے آخری حکمراں تھے۔سیرت نبویؐ سے متعلق انگریزی کتابوں کی خریداری کے لئے جیب خاص سے دو ہزار روپئے علامہ شبلی کی خدمت میں پیش کئے تھے۔کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ سیرت کی تالیف وتدوین میں بیگم سلطان جہاں اور دونوں صاحبزادوں نے مشترکہ طور پر حصہ لیا تھا۔

(۳۸) پروفیسر مارگو لیوتھ Margoliouth [۱۸۵۸–۱۹۴۰ء] انگلستان کا مشہور مستشرق جو اصلاً یہودی تھا، ترک مذہب کر کے عیسائی ہوا۔نیو کالج آکسفورڈ سے بی.اے.کیا۔عربی، ترکی، فارسی، عبرانی اور آرمینین زبانوں میں مہارت حاصل کی۔۱۸۸۸ء میں ڈاکٹریٹ کی سند لی۔عملی زندگی کا آغاز ایک پادری کی حیثیت سے کیا۔۱۸۸۹ سے ۱۹۳۷ء تک آکسفورڈ میں عربی کا پروفیسر رہا۔اس نے پوری زندگی اسلام اور اسلامی علوم کے مطالعہ میں صرف کی اور اس کے خلاف علمی انداز میں تخریبی کاموں میں مشغول رہا۔متعدد کتابیں لکھیں۔اس نے اپنی کتاب محمدؐ اور عروج اسلام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات

گرامی کو(نعوذ باللہ) کذب وافترااورمکروفریب کا مرقع قرار دیا۔علامہ شبلی نے اپنے متعدد خطوط میں اس کے کذب و افترا کا ذکر کیا ہے۔ اصلاً اسی کی کتاب کو دیکھ کر علامہ شبلی کو سیرت نبویؐ پہ مستشرقین کے اعتراضات کا رد لکھنے کا خیال آیا تھا۔۱۹۱۶ء میں وہ ہندوستان آیا تھا۔ یہاں کے بعض اہل علم سے اس کے روابط تھے۔

(۳۹) صاحبزاداہ آفتاب احمد خاں:[۱۸۶۷-۱۹۳۰ء] مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے ابتدائی طلبہ میں تھے۔علی گڑھ کے بعد۱۸۹۱ء میں بیرسٹری کے لئے لنڈن گئے ۔۱۸۹۳ء میں بیرسٹر ہوئے۔ایک سال مزیدرک کرتاریخ میں سند لی۔سرسید احمد خاں نے انہیں مدرسۃ العلوم کا ٹرسٹی مقرر کیا۔ان کا تعلق مسلم لیگ سے تھا۔اس کے وہ نہ صرف رکن تھے بلکہ دستور ساز کمیٹی کے ارکان میں بھی شامل تھے۔وہ یوپی قانون ساز کونسل اوراسٹیٹ کونسل آف انڈیا کے بھی رکن رہے۔۱۹۲۲ء میں مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر منتخب ہوئے۔نواب محسن الملک کے بعد آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے بھی ذمہ دار رہے۔

ندوہ میں علامہ شبلی کی شدید مخالفت ہوئی تو صاحب زادہ آفتاب احمد نے مخالفین شبلی کی نہ صرف ہم نوائی کی،ساتھ دیا بلکہ ان کی حمایت میں تقریر بھی کی۔

(۴۰) ماسٹر شاہد حسین:تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۴۱) مولوی عبدالکریم صاحب ضلع ہزارہ سرحد کے رہنے والے تھے۔بڑے عالم وفاضل شخص تھے۔ندوہ کے ممتاز اساتذہ میں تھے۔علامہ شبلی نے جب ماہنامہ الندوہ کی ایڈیٹری سے استعفاء دیدیا تو یہ اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور پہلے ہی شمارے میں جہاد پر ایسا مضمون لکھ کر شائع کیا کہ ارباب ندوہ کو انہیں معطل کرنا پڑا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماہنامہ الندوہ پھر سنبھل نہ سکا اور بند ہوگیا۔مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اسے دوبارہ جاری کیا،مگر وہ بھی جاری نہ رکھ سکے۔

مولوی عبدالکریم صاحب نے اپریل۱۹۱۴ء میں لو لگنے سے لکھنو میں وفات پائی۔

(۴۲) مولوی سلطان احمد:تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۴۳) شبلی نیشنل پی.جی کالج اعظم گڑھ

(۴۴) ندوہ کی اسٹرائیک

(۴۵) مولوی سیدعلی زینبی: بڑے جید عالم دین تھے۔امروہہ کے رہنے والے تھے۔ندوہ میں ادب کے استاد رہے۔کچھ دن نائب مہتمم بھی رہے۔آخر میں لکھنو یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں استاذ ہو گئے تھے۔تدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی انہوں نے دلچسپی لی اور مضامین ومقالات لکھے جن میں بعض شائع بھی ہوئے۔یکم ستمبر ۱۹۴۸ء کو وفات پائی۔

○○○

[۳۹]

مولانا سید عبدالحی حسنی (۱) کے نام

[۱]

مولانا!

باوجود تمام معائب کے جو مجھ میں موجود ہیں، یہ غالبًا آپ جانتے ہوں گے میں دنیا سازی نہیں جانتا اور جھوٹی خوشامد نہیں کرتا، اس لئے جو کہوں گا سچ کہوں گا۔

مجھ کو معلوم ہوا کہ آپ کو اس بات سے میری انانیت کا خیال پیدا ہوا کہ میں نے آپ کو کوئی خاص خط نہیں لکھا بلکہ عبدالسلام (۲) وغیرہ کو لکھتا رہا۔ مولانا خدا شاہد ہے کہ اس کو کوئی تعلق آپ کی کمی شان سے نہیں۔ کوئی امر اہم نہ تھا کہ خاص آپ کو لکھتا۔ میں جو آپ کی وقعت کرتا ہوں بخدا آپ اس سے واقف نہیں۔ آپ کے علوِ نسب، مذہبی زندگی، ایثار نفس، محاسن اخلاق کا میرے اوپر جو اثر ہے اس کے لحاظ سے میں اپنے آپ کو آپ کا ایک خادم سمجھتا ہوں۔ میں اپنی نسبت گو کتنا ہی مغرور ہوں، لیکن یہ سمجھتا ہوں کہ ایک دنیادار شخص ہوں۔ گنہگار ہوں، بداخلاق ہوں، اس لئے مجھ کو مقدس اور برگزیدہ حضرات سے کیا نسبت۔ افسوس ہے کہ آپ کو ایسا خیال ہوا۔ میں شکستہ پائی کی وجہ سے مجبور ہوں، ورنہ حاضر ہوتا اور آپ کو ایسے خیالات کا موقع نہ ملتا۔ امید ہے کہ آپ ایسے خیالات دل سے نکال ڈالیں گے۔

شبلی

۲۴/اگست

(ماخذ: حیات عبدالحی ص۱۷۹)

[۲]

مکرمی!

۱۔ دوتین ہفتے کے اندر جلسہ انتظامیہ کیجیے۔

۲۔ ایک تحریر بھیجتا ہوں یہ صرف ارکان موجودہ لکھنؤ اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب و مولوی حبیب الرحمٰن صاحب و مسیح الزماں صاحب کے پاس بھیجی جائیں۔ ارکان موجودہ لکھنؤ کے پاس ایک ہی نقل بھیجنا کافی ہوگا۔

۳۔ آپ کو جو ضروری امور پیش کرنے ہوں، قلم بند کر لیجئے۔ جلسہ میں اب تاخیر نہ کیجیے۔ بہت سے کاموں کا ہرج ہوتا ہے اور اشاعت اسلام وغیرہ سب بیکار پڑے رہیں گے۔

شبلی

۱۴ر جون ۱۹۱۰ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف شبلی نمبر ص ۲۱۶]

---

[۳]

جناب مولانا سید عبدالحی صاحب

یہ امر اب مخفی نہیں رہا کہ ارکان ندوہ میں سخت ناچاقی ہے جو روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور جس کا اثر اب اعلانیہ پڑنے لگا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کبھی آج تک یہ قصد نہیں کیا گیا کہ ناراض اصحاب آپس میں مل بیٹھ کر شکایتوں کا باہم اظہار کریں اور جس کی شکایت ہے وہ اپنا جواب پیش کرے۔ مجھ کو یقین ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور بہت سی شکایتیں رفع ہوگئی ہوتیں۔

یہ ظاہر ہے کہ ہم لوگوں میں کوئی خاندانی عداوت نہیں ہے، اس لئے ذاتی مخالفت کی کوئی وجہ نہیں۔ ہم لوگوں کو رو در رو تمام شکایتوں کو حل کر لینا چاہئے اور ایک طریقہ کارروائی آئندہ کے لئے منضبط کر لینا چاہئے۔ اس بنا پر میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ دوتین دن کے اندر تمام معتمدین اور نائب ناظم صاحب کو ایک معین وقت میں تشریف لانے کی تکلیف دیں۔ میرا

خیال ہے کہ صلح سے لڑائی کی بہ نسبت زیادہ کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ جو قوت آپس کی مخالفت میں کئی سال سے صرف ہورہی ہے، یہ ندوہ کی ترقی اور قوت میں صرف ہوگی۔

شبلی

۷/نومبر ۱۹۱۰ء، ۴/ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ

(ماخذ: تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم۔ صفحہ ۶۸)

تعلیقات وحواشی

(۱) مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے والد مولوی حکیم سید عبدالحی حسنی [۱۸۶۹- ۱۹۲۳ء] ناظم ندوۃ العلما بلند پایہ عالم ومورخ اور اہل قلم تھے۔ تحریک ندوہ کے انتہائی سرگرم اور فعال ارکان میں سے تھے۔ انہوں نے متعدد کتابیں الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، نزہۃ الخواطر، یادایام اور گل رعنا وغیرہ لکھیں۔ نزہۃ الخواطر ان کا بڑا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ حیات عبدالحی از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، اردو مراٹھی پبلی کیشنز: پونہ ۱۹۸۸ء

(۲) غالباً مولوی عبدالسلام ندوی مصنف شعرالہند۔

○○○

[۴۰]

مولانا ظفر علی خاں (۱) کے نام

[۱]

عزیزی مولوی ظفر علی خاں صاحب دام قدرہ

السلام علیکم!

میں نے جو فتویٰ لکھا (۲) اس سے علمائے فرنگی محل بھی متفق ہیں۔ اور مولوی عبدالباری صاحب کا خط بھی شائع ہو چکا ہے۔ ہدایہ میں اس کا جزئیہ موجود ہے۔ (۳) البتہ ہدایہ میں صرف جواز ہے۔ اور میں نے افضلیت کا فتوی دیا ہے۔

بھائی ترکوں کی اعانت اس وقت فرض عین ہے۔ اور قربانی کا درجہ واجب سے زیادہ نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ سنت ابراہیمی موقوف نہ ہو۔ ہاں وہی سنت مقصود ہے۔ فرق یہ ہے کہ آپ اس سنت کو لیتے ہیں جس کا مینڈھے پر عمل ہوا اور میں وہ پیش نظر رکھتا ہوں جو اسماعیل علیہ السلام پر مقصود تھی۔ کیا ترکوں کی جان مینڈھے سے بھی کم ہے۔؟

شبلی

۱۶ / نومبر ۱۹۱۲ء

[ماخذ: حیات شبلی ص ۵۶۰]

---

[۲]

میں نے ندوہ کی معتمدی سے جو استعفا دیا ہے، اس سے عام لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا

ہے کہ میں ندوہ سے بے تعلق ہوگیا ہوں۔

استعفا کے بعد سے چونکہ میں نے بالکل سکوت وخاموشی اختیار کی حالانکہ اس بات کی ضرورت تھی کہ اپنے استعفا کے بعد ندوہ کی موجودہ اور آئندہ حالت پر ایک مفصل تحریر شائع کرتا، جس سے وہ خیال قوت پکڑتا گیا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ ندوہ میری تمام زندگی کا مرکز ہے۔ میں اس سے کسی طرح کبھی الگ نہیں ہوسکتا۔ البتہ ان دنوں بہ وجہ مصروفیت تالیف سیرت نبویؐ اور ضعف وعلالت ندوہ کے علمی کاموں میں حصہ نہ لے سکا۔ لیکن عنقریب ایک مستقل تحریر شائع کراسکوں گا جس سے صحیح حالات کا انکشاف ہو، میرے طریق عمل میں، تفصیل سے بتاسکوں گا کہ ندوہ میں تمام قوم کا مشترکہ کام سمجھا جاسکتا ہے۔ ندوہ کا سب سے بڑا نقص یہی ہے کہ ابھی تک اس میں قوم کی پوری طاقت شریک نہیں ہے۔ دیوبند کے علماء ابتداء سے اس سے الگ رہے۔ انگریزی تعلیم یافتہ گروہ میں بہت سے لوگ اس کو قومی تعلیم گاہ علی گڑھ کا حریف سمجھتے رہے۔ موجودہ حالات نے ہر مسلمان میں یہ احساس پیدا کردیا ہے کہ قوم کا جو کام ہو اب مجموعی قوت کے ساتھ ہونا چاہئے۔

شبلی

[ماخذ: روزنامہ زمیندار لاہور، ۱۲؍ستمبر ۱۹۱۳ء]

تعلیقات و حواشی

(۱) مولانا ظفر علی خاں [۱۸۷۰-۱۹۵۶ء] نامور ادیب، شاعر، مترجم، صحافی، سیاسی رہنما اور مشہور مجاہد آزادی تھے۔ ماہنامہ دکن ریویو، پنجاب ریویو، روزنامہ زمیندار لاہور اور ہفت روزہ ستارہ صبح لاہور کے مدیر اعلی رہے۔ زمیندار کی ادارت میں سر دھڑ کی بازی لگادی، ضمانتیں ضبط ہوئیں، قرقیاں ہوئیں، قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر نشہ آزادی ذرہ برابر کم نہیں ہوا۔ تحریک خلافت اور ملک کی آزادی میں ان کا بڑا نمایاں حصہ ہے۔

مولانا ظفر علی خاں علامہ شبلی کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ (مکاتیب شبلی ج ا ص ۳۲۸) ایم

اے او کالج علی گڑھ میں طلبہ کی تنظیم لجنۃ الادب اور اخوان الصفا کے وہ سرگرم رکن رہے۔ تحصیل علم کے بعد وہ ریاست حیدر آباد کے دارالترجمہ میں ملازم ہوئے مگر ان کے باغیانہ خیالات کی وجہ سے انگریزوں نے نظام حیدر آباد سے کہہ کر وہاں سے نکلوا دیا۔ اس کے بعد وہ اپنے والد کے اخبار زمیندار سے وابستہ ہوئے اور اسے آزادی وحریت کا نقیب بنا دیا۔ علامہ شبلی کی بھی تحریریں اس میں چھپتی تھیں۔

انہیں ابتدا ہی سے شعر گوئی سے بڑی دلچسپی تھی۔ علی گڑھ کی طالب علمی کے زمانہ میں بھی وہ اردو فارسی میں شعر کہتے تھے۔ ان کے متعدد شعری مجموعے بہارستان، نگارستان، اور چمنستان وغیرہ شائع ہوئے۔ اپنے استاذ علامہ شبلی کو شمس العلماء کا خطاب ملنے پر بڑا زبردست فارسی قصیدہ پیش کیا تھا جو حیات شبلی میں درج ہے۔ متعدد مواقع پر اختلاف کے باوجود وہ آخر تک اپنے استاذ کا بڑے احترام سے ذکر کرتے رہے۔ ۲۷ر نومبر ۱۹۵۶ء میں گجرانوالہ میں انتقال کیا۔

(۲) علامہ شبلی کو ترکوں سے بے پناہ محبت تھی۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں یورپ کی سلطنتوں کی شہ پر بلقان کی ریاستوں نے ترکی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا تو سارا عالم اسلام مضطرب ہوا۔ علامہ شبلی کے جذبات کو بھی ٹھیس پہنچی۔ اس زمانہ میں ان کی فکر کا تمام تر محور ترکی تھا۔ چنانچہ اسی زمانہ میں بقرعید آئی تو علامہ شبلی کو یہ خیال ہوا کہ ''اگر ہندوستان کے مسلمان اس سال قربانی کے روپئے ترکی کے فنڈ میں داخل کر دیں تو اچھا ہے کہ قربانی کا روپیہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا جو اس وقت اپنی حقیقی قربانی کر رہے ہیں۔'' علامہ شبلی کے اس فتوے کی جیسا کہ خط میں بھی موجود ہے علمائے فرنگی محل نے تائید کی تھی۔ مگر مولانا ظفر علی خاں نے استاذ کے موقف سے اختلاف کیا۔ اسی سلسلہ میں علامہ شبلی نے ان کو یہ خط لکھا ہے۔

(۳) علامہ شبلی نے اپنی تائید میں ہدایہ کی جو عبارت پیش کی تھی مولانا سید سلیمان ندوی نے اسے بطور حاشیہ یہاں درج کیا ہے۔ (حیات شبلی ص ۵۶۰، طبع جدید)

ooo

[۴۱]

منشی نجم الدین (۱) کے نام

[۱]

نجم الدین!

سید صاحب (۲) ایک کتاب لکھوانا چاہتے ہیں لیکن وہ صرف دو ہفتے کے لئے مستعار ملی ہے۔ تم سے مفصلہ ذیل باتوں کا جواب مطلوب ہے:

۱۔ تم مدرسے سے رخصت لے سکتے ہو یا نہیں اور لے سکتے ہو تو کب سے، کیوں کہ آج اگر رخصت ملے تو آج ہی سے کام شروع ہو جانا مقصود ہے۔

۲۔ یہیں آ کر کتاب لکھنا ہوگا، صبح سے شام تک، کھانا دن کا سید صاحب کے ہاں سے ملے گا۔

۳۔ اجرت خواہ اجزا پر خواہ ماہانہ حساب سے۔ غرض جس طرح مرضی ہو مل سکے گی۔

والسلام

جواب طلب شبلی نعمانی

[ماخذ: فکر و نظر، علی گڑھ، ستمبر ۱۹۸۵ء]

تعلیقات و حواشی

(۱) منشی نجم الدین [۱۸۷۰-۱۹۶۰ء] سرسید احمد خاں کے رفیق اور علی گڑھ کے شیخ زادوں میں تھے۔ بالائے قلعہ رہتے تھے۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اکاؤنٹنٹ رہے۔ عمدہ خوش نویس اور زود نویس

تھے۔قدیم کتب ومسودات کی نقل کا کام بڑی مہارت سے کرتے تھے۔پہلے کالج کے ابتدائی اسکول میں استاد تھے۔پھرعلامہ شبلی کے مشورہ اوراپنی کوشش سے مسودہ کی صفائی پر مامور ہوئے۔علامہ شبلی نعمانی سے مراسم وتعلقات گہرے تھے۔انہی نے سرسید سے منشی نجم الدین کا تعارف کرایا تھااوروہ مسودہ نویسی پر مامور ہوئے۔

(۲) مراد: سرسیداحمدخاں ہیں۔

ooo

[۴۲]

خواجہ کمال الدین (۱) کے نام

[۱]

مبارک ہو۔

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی زندان قدح خوار ہوئے

کچھ کریں گے تو آپ ہی لوگ کریں گے اور سب آپ کا ساتھ دیں گے۔ رسالہ کے لئے احباب اور دوستوں کو لکھتا ہوں۔

شبلی

۲/مارچ ۱۹۱۴ء (۲)

[ماخذ: زمیندار لاہور، ۲۷/اپریل ۱۹۱۴ء]

تعلیقات و حواشی

(۱) خواجہ کمال الدین [۱۸۷۰-۱۹۶۵ء] احمدیہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کرسچین کالج لاہور سے بی.اے. اور لا کالج سے وکالت کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۲ء میں انگلینڈ گئے اور ۱۹۱۳ء میں ووکنگ مشن قائم کیا۔ مشہور انگریزی رسالہ اسلامک ریویو انہیں نے جاری کیا تھا۔ انہوں نے انگریزی میں متعدد کتابیں بھی لکھیں۔ وہ جس زمانہ میں لندن میں تھے علامہ شبلی نعمانی سے خط و کتابت کی اور ان کی بعض کتابیں منگوائیں۔ سانحہ مسجد کان پور پر علامہ شبلی کی نظمیں بے حد مشہور ہوئیں تھیں۔ خواجہ کمال الدین نے ایک خط

میں لکھا تھا کہ میں ان کو پڑھ کر رو پڑا۔

(۲) جواب خواجہ

مکرمی! السلام علیکم

اگر چھ ہزار کوس دور بیٹھے ہوئے کسی بات نے مجھے بچوں کی طرح رلا دیا تو آپ کے طبع زاد جدید کے اس مصرعہ نے ع

چراغ کشتۂ محفل سے اٹھے گا دھواں کب تک

کیا حقیقت اور صداقت ہے اور کیسا یاس افزا منظر سامنے آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

کمال الدین

○○○

[۴۳]

منشی محمد امین زبیری (۱) کے نام

[۱]

مجبی!

مسودہ بعد تصحیح رجسٹرڈ بھیج چکا، کیا اب تک نہیں ملا؟

ندوہ کے متعلق ایک موٹی سی بات یہ ہے کہ اس قدر احتجاج اور قومی مطالبے کے، وہ لوگ کسی قومی ثالثی پر کیوں راضی نہیں ہوئے؟ اور صرف لکھنو کے چند اشخاص اس جابرانہ قبضے کے بعد کس حق سے بھوپال اور رام پور سے اجرائے وظیفہ کے خواستگار ہیں؟

سید سلیمان (۲) کو تاکید کی ہے۔ وہ کسی قدر مجبوریوں میں ہیں کہ پونا میں کوئی کتب خانہ نہیں۔ البتہ ایک دو مہینے میں جب وہاں تین مہینے کی تعطیل ہوگی تو ان کو کافی موقع ملے گا۔ وہی اس کام کو پورا کریں گے۔ میں ہر طرح مدد کروں گا۔

مسودہ سیرت کی نسبت دیوبند (۳) سرے سے انکار کرتا ہے۔ میں نے عبداللہ صاحب ٹونکی کا نام بھی پیش کیا تھا، اگر ان کی نسبت رضامندی ہو تو وہاں بھیج دوں۔ گو بخدا مجھ کو یہ ذلت سخت گراں ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر مولوی محمود حسن صاحب (۴) باضابطہ انکار کریں تو سرکار کا فرض پورا ہو چکا۔ علماء اگر کتمان شہادت کریں تو روسا کا کیا قصور؟

شبلی

بمبئی۔ ۳۰؍ جولائی ۱۹۱۴ء

[مجلّہ اردو، کراچی ج ۸۹-۹۰، شمارہ ۱۴، سنہ ۲۰۱۳ء ص ۳۸]

تعلیقات و حواشی

(۱) منشی محمد امین زبیری[۱۸۷۰ء-۱۹۵۸ء] نینی تال میں پیدا ہوئے رامپور میں تعلیم حاصل کی۔ ریاست بھوپال میں صیغہ تاریخ کے مہتمم اور ریاست کے سرکاری رسالہ ماہنامہ ظل السلطان بھوپال کے مدیر کی حیثیت سے برسوں کام کیا۔ یہ تقریباً ۲۴ر سال ریاست بھوپال سے وابستہ رہے۔ انہوں نے دو درجن سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ ایک رسالہ سفیر بھی جاری کیا تھا۔ ریاست بھوپال کے خاتمہ کے بعد پاکستان چلے گئے اور وہیں ۵ر ستمبر ۱۹۵۸ء کو کراچی میں انتقال کیا۔

زبیری صاحب علامہ شبلی کے بڑے قدرداں تھے۔ سیرۃ النبی کی تالیف کے لئے ریاست بھوپال سے علامہ شبلی کو جو وظیفہ ملا تھا اس کے ملنے میں ان کی کوششوں کا بھی دخل تھا۔ مگر علامہ شبلی کی وفات کے بعد ان کے تئیں زبیری صاحب کا رویہ اچھا نہیں رہا اور انہوں نے ''شبلی کی رنگین زندگی'' نامی کتابچہ لکھ کر شائع کیا۔ پھر حیات شبلی شائع ہوئی تو اس کے خلاف ایک طویل تبصرہ ''ذکر شبلی'' کے نام سے لکھا، جس میں علامہ شبلی پر بڑی سخت چوٹیں کیں۔ عطیہ فیضی کے نام علامہ شبلی کے خطوط انہیں نے شائع کئے تھے، جس پر مولوی عبدالحق نے مقدمہ لکھا تھا اور جس میں انہوں نے شبلی کی شبیہ بالقصد خراب کی۔

(۲) جانشین شبلی مولانا سید سلیمان ندوی[۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] نہایت ممتاز اہل قلم، سیرت وسوانح نگار، مورخ ومصنف، ادیب وانشاپرداز بلکہ جامع الکمالات تھے۔

(۳) مسودہ سیرت النبیؐ

(۴) مولانا محمود حسن صاحبؒ دیوبندی جنہوں نے مسودہ سیرت دیکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ علامہ شبلی کی خواہش تھی کہ وہ دیکھ لیں کہ سیرت کس معیار پر لکھی جارہی ہے تاکہ سب کے اطمینان کا باعث ہو۔

ooo

[۴۴]

سید ہمایوں مرزا(۱) کے نام

[۱]

مکرمی!

ہم لوگ نیلام (۲) جا رہے ہیں ۔اگر آپ کے سونے یا کسی اور کام کا وقت نہ ہوتو چلئے۔

شبلی

۱۹/ اکتوبر ۱۸۹۸ء

[ماخذ: ماہنامہ سب رس حیدرآباد، جنوری ۱۹۴۰ء بحوالہ باقیات شبلی ص ۱۶۶]

---

[۲]

مکرمی!

تسلیم ۔مشکور یادآوری ہوں، لیکن علیل ہوں ۔اس وقت صرف ذیل کی سطریں حاضر کرسکتا ہوں۔

''مشیر نسواں'' (۳) یہ کتاب ایسی حالت میں مجھ کو ملی کہ پیہم تین راتوں سے نیند نہیں آئی ہے اور دماغ بالکل بیکار ہے، تاہم کتاب کو جا بجا سے دیکھا۔ مجھ کو ہرگز توقع نہ تھی کہ ہمارے زمانہ کی مخدرات (۴) ایسی قابلانہ، مفید، دلچسپ اور فصیح کتابیں تصنیف کرسکتی ہیں ۔ یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے۔

شبلی

۱۷/ مارچ ۱۹۱۳ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر ص ۱۹۳-۱۹۴، باقیات شبلی ص ۱۶۷)

تعلیقات و حواشی

(۲) سید ہمایوں مرزا [۱۸۷۰-۱۹۶۲ء] پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید الفت حسین فریاد صاحب دیوان شاعر تھے۔ ان کا شمار رؤساء عظیم آباد میں ہوتا ہے۔ وہ عالم دین اور فارسی کے نغز گو شاعر تھے۔ ان کی سوانح ''حیات فریاد'' ان کے شاگرد شاد عظیم آبادی نے لکھی ہے۔ سید ہمایوں مرزا ان کے لائق فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم پٹنہ میں حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان گئے۔ بیرسٹر ہو کر ۱۸۹۴ء میں ہندوستان آئے۔ اردو میں داد سخن دیتے تھے۔ ''میری کہانی میری زبانی'' ان کی خودنوشت ہے، جسے ان کی شریک حیات صغرا بیگم ہمایوں مرزا [۱۸۸۴-۱۹۵۸ء] نے ۱۹۳۹ء میں شائع کرایا۔

(۲) نیلام ایک جگہ کا نام ہے۔

(۳) مشیر نسواں: یہ صغری بیگم ہمایوں مرزا کی کتاب کا نام ہے۔ اسی نام کا ایک رسالہ مولوی سید ممتاز علی کی بھی تصنیف ہے۔ مولوی سید ممتاز علی کا رسالہ زیادہ شہرت رکھتا ہے اور کتب خانوں میں دستیاب ہے۔ اس کے برعکس صغرا بیگم کا رسالہ نایاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر علامہ شبلی نے جو تقریظ لکھی تھی وہ ابتک دستیاب نہیں ہوئی ہے۔

(۴) صغری بیگم ہمایوں مرزا اردو کی ممتاز اہل قلم، خطیب اور مصنفہ تھیں۔ ان کے قلم سے متعدد عمدہ کتابیں نکلیں اور مقبول ہوئیں۔ ادبی اور سماجی کاموں میں بھی وہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔

ooo

[۴۵]

سکھ دیال سنگھ شوق (۱) کے نام

[۱]

علی گڑھ ۲۲/مارچ ۱۸۹۴ء

جناب من!

دونوں حصے ناول (مہابھارت) کے پہنچے۔ میں آپ کو آپ کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ آپ نے اس نئے طرز کو نہایت صاف اور لطیف کر دیا ہے۔ اب وہ قبول عام حاصل کر سکتا ہے۔ نہایت عمدہ بات یہ ہے کہ بخلاف اور ناولوں کے آپ کی کتاب عشق کے بیہودہ جھگڑوں سے پاک ہے۔ یہ واقعی کمال کی بات ہے کہ آپ نے عشق کی چاشنی کے بغیر لٹریچر میں ایسی دلآویزی پیدا کی ہے۔ میں دل سے اس کتاب کی خوبی کا معترف ہوں۔

آپ کا دوست
شبلی

(ماخذ: مہابھارت مکمل ص ۹، بحوالہ ماہنامہ معارف اپریل ۲۰۱۸ء ص ۲۹۶)

تعلیقات و حواشی

(۱) سکھ دیال سنگھ شوق خورجہ کے رئیس اور ناول نگار تھے۔ دلربا کے نام سے ان کا ناول مشہور ہوا۔ انہوں نے مہابھارت کو بطرز ناول تین حصوں میں لکھا ہے۔ جو مطبع مفید عام آگرہ سے ۱۸۹۴ء میں شائع ہوا۔ (ماہنامہ معارف اپریل ۲۰۱۸ء) مزید تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

[۴۶]

طیبہ بیگم بلگرامی (۱) کے نام

[۱]

مکرمہ من تسلیم!

کل میں نواب عماد الملک بہادر (۲) سے ملا اور اتفاق سے کل ہی میرے نام ایک خط خواجہ صاحب (۳) کا ولایت سے آیا۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ ریاست سے تو امداد ممکن نہیں لیکن خواجہ صاحب کو لکھ دو کہ بہت جلد یعنی دس پندرہ دن کے بعد ہم لوگ ان کے مشن کے لئے ایک معقول ماہوار رقم مہیا کر دیں گے۔

جناب نواب صاحب موصوف اور مولوی انوار اللہ صاحب (۴) مل کر اس کام کو کریں گے۔ لیکچر کے لئے میں حاضر ہوں۔ خواجہ صاحب کا خط مع اپنی تائید کے کسی اخبار میں شائع کرا دوں گا۔

شبلی

شہر پور سنہ ۱۳ اف

کاچی گوڑہ

[ماخذ: ماہنامہ سب رس، حیدر آباد، جنوری ۱۹۴۰ء بحوالہ باقیات شبلی ص ۲۲۲]

---

[۲]

مکرمہ من تسلیم!

خواجہ کمال الدین کے لئے جو کچھ یہاں کر سکا، اس کی اطلاع دے چکا ہوں اس وقت تحریر یہ ہے کہ ظل السلطان (۵) خاص خواتین کا پرچہ ہے اور حضور سرکار عالیہ (۶) کی سرپرستی میں نکلتا ہے، اس لئے آپ کبھی کبھی اس میں کچھ لکھا کریں تو بہت منت ہوگی۔

شبلی

۱۷؍ دسمبر ۱۹۱۳ء

[ماخذ: ماہنامہ سب رس، حیدرآباد، جنوری ۱۹۴۰ء بحوالہ باقیات شبلی ص ۲۲۴]

تعلیقات و حواشی

(۱) طیبہ بیگم بلگرامی [۱۸۷۳-۱۹۲۱ء]، نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی کی نامور صاحبزادی تھیں۔ ۱۸۷۳ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم حیدرآباد میں حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۹۱۰ء میں مدراس یونیورسٹی سے بی اے پاس کیا۔ بقول نصیرالدین ہاشمی ''آپ ہی پہلی مسلم خاتون ہیں، جنھوں نے بی اے میں کامیابی حاصل کی۔ (خواتین دکن کی اردو خدمات ص ۲۸)

۱۸۹۶ء میں حیدرآباد میں ان کی شادی نواب خدیو جنگ ڈاکٹر مرزا کریم خاں سے ہوئی۔ جو سرکار آصفیہ میں ناظم طبابت کے عہدہ پر فائز تھے۔ وہ ہمیشہ سماجی خدمت کے جذبے سے سرشار رہے۔

طیبہ بیگم بلگرامی کو خواتین کی تعلیم وتربیت سے خصوصی دلچسپی رہی۔ ۱۹۰۲ء میں حیدرآباد لیڈیز ایسوسی ایشن قائم کی۔ حیدری کلب اور محبوبیہ گرلس کالج کی بنا انہیں کی ڈالی ہوئی ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر اور مہاراشٹر کے گورنر علی یاور جنگ انہیں کے صاحبزادے تھے۔

وہ ایک ممتاز اہل قلم تھیں۔ خواتین کی اصلاح کے لئے انہوں نے متعدد سماجی ناول لکھیں۔ انوری بیگم، حشمت آراء اور اسرار سلیمانی ان کے ممتاز ناولوں کے نام ہیں۔ متنوع علمی وادبی مضامین بھی رسائل میں لکھا کرتی تھیں۔ ان کے مضامین اس عہد میں بہت مقبول تھے۔ ان کا ایک مجموعہ سکینہ بیگم نے ''رسائل طیبہ'' کے نام سے ۱۹۴۰ء میں شائع کیا۔

(۲) نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی

(۳) خواجہ کمال الدین۔

(۴) مولوی محمد انوار اللہ خاں، حیدرآباد کے مشہور عالم وفاضل اور وہاں کی بااثر شخصیات میں تھے۔

(۵) ماہنامہ ظل السلطان بھوپال سے منشی محمد امین زبیری کی ادارت میں چھپتا تھا۔ خاص خواتین کا رسالہ تھا۔ اس کے شمارے متعدد کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔

ooo

[۴۷]

خواجہ حسن نظامی (۱) کے نام

[۱]

آپ ہم کو عجیب، بزرخ کبریٰ ہاتھ آئے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے مقدس آستانوں تک رسائی ہوتی ہے۔ وہ مبارک تحریریں بڑی خشوع سے جلسہ میں پیش کی گئیں۔ شکریہ۔ ان بزرگوں کی خدمت میں الگ الگ مرسل ہوگا۔

جلسہ خیر وخوبی سے ختم ہوا۔ آپ بہت یاد آئے۔ سرمایہ مستقل کا رزولیوشن پاس ہوا اور دس بارہ ہزار کا چندہ ہوا۔ ہزار روپیہ آپ کے حقیر خادم نے بھی نذر کیا۔ والسلام

شبلی

۱۷/اپریل ۱۹۰۶ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۴۶]

---

[۲]

مکرمی!

کل ہی لکھنؤ آیا۔ اور آج والا نامہ پہونچا۔ تعمیل ارشاد بسر وچشم لیکن حضرات صوفیہ کے متعلق میں کیا لکھ سکتا ہوں۔ یہ لوگ چشم باطن سے نظر آتے ہیں اور یہ آنکھیں یہاں کہاں۔؟ عرس میں میں بھی ارادۂ شرکت کر رہا ہوں۔ انگریزی کس تاریخ کو ہے لیکن آؤں گا تو صرف دن کی حاضری ہوگی، شب کو دلی میں رہوں گا۔ کیونکہ ہجوم میں مجھ کو نیند نہیں آسکتی۔

ہاں! حضرت اس کے کیا معنی کہ البشیر (۲) کے لئے آپ حلقہ صوفیہ سے خریدار بہم پہنچائیں اور ایک مذہبی اور علمی پرچہ الندوہ اس توجہ سے محروم۔

شبلی

۲۳۔مئی ۱۹۰۶ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۴۷]

---

[۳]

قسمت تو دیکھنا کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند۔

ایک ہفتہ سے بیمار ہوں۔ بظاہر عرس شریف کے موقعہ پر حاضری کی امید نہیں۔

شبلی

۵ جون ۱۹۰۶ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۴۸]

---

[۴]

آپ بھی غضب کرتے ہیں۔علی گڑھ میں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ آپ صرف دو تین دن دہلی رہ سکتے ہیں۔ پھر میسور چلے جائیں گے۔ میں نے بخار کی حالت میں اتنی مدت کے لیے تکلیف اٹھانا بیکار سمجھا۔ خیر اب پھول والوں کی سیر تک واپس آیئے گا یا نہیں۔

شبلی

ندوہ لکھنؤ

۲۲/جولائی ۱۹۰۶ء

(ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۴۸)

---

[۵]

مخدومی!

علالت کی خبر سے افسوس ہوا، لیکن آپ کے بخار کی طرح افسوس بھی عارضی ہے۔ آپ جلد اچھے ہوں گے اور ہم لوگوں کی دعائیں بیکار نہ جائیں گی۔

آپ کا مسودہ مانگنا میرے فخر کا باعث ہے، لیکن میں دو مہینے سے باہر ہوں۔ یاد نہیں کہاں رکھا ہے۔ کل لکھنؤ جاتا ہوں، ڈھونڈھ کر ارسال کروں گا۔ ہاں یاد آیا مسودہ غالباً مطبع میں ہوگا۔

اے لیجئے پھر بھولا مطبع میں مبیضہ گیا ہے۔ غرض بعد تلاش ارسال کروں گا۔ میں دلی دو گھنٹہ کے لیے اسٹیشن پر ٹھہرا تھا۔ آپ کی بیماری کا حال معلوم ہوتا تو دیکھتا آتا۔ جلدی یہ تھی کہ میری بھتیجی کا عقد تھا۔

شبلی

۳۰ ستمبر ۱۹۰۶ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۴۹]

---

[۶]

السلام علیکم

کارڈ پہونچا۔ خدا آپ کو صحت عاجل دے۔ مسودہ کے حاضر کرنے میں ذرا بھی میری طرف سے بے اعتنائی ہو تو میں کافر۔ کیا کروں تین چار برس کی تصنیف، حیدرآباد کا زیادہ قیام، معلوم نہیں کن کاغذات میں رل مل گئے، مطلق پتہ نہیں لگتا ورنہ یہ تو میرے لئے فخر تھا۔ آپ کی استدعا کی بات نہ تھی۔

کسی کو لکھئے یا نہ لکھئے لیکن مجھے تو دو کلمہ خیریت ضرور لکھ دیا کیجئے۔ امید ہے کہ خود حاضر ہوکر آستان بوسی کروں گا۔ والتسلیم

شبلی

لکھنو۔ ۱۷/نومبر ۱۹۰۶ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۰]

---

[۷]

تسلیم!

خدا کا شکر ہے کہ پیش کش قبول ہوئی۔ مدت کے بعد گھر آیا ہوں۔ بندہ زادہ (۳) اتفاق سے یہیں پیشکاری پر ہے۔ بہو کو بھی بلوایا ہے۔ چندروز بال بچوں میں رہنے کو جی چاہتا ہے۔

افسوس کہ شرکت عرس کی امید نہیں۔ ابھی گرمی میں سفر کا تحمل نہیں، برسات کے آغاز میں بمبئی اور حیدرآباد کا ارادہ ہے۔ شاہ سلیمان صاحب.................. اور شاید آزاد (۴) بھی ہوں۔ آپ بھی کیوں اس پر لطف صحبت میں شریک نہ ہوں۔ آزاد دارالسلطنت (۵) میں پھنس کر نکل گئے۔ اب وکیل (۶) نے ڈورے ڈالے ہیں۔ غریب نازک گردن کس کس سے بچ سکتی ہے۔

حضرت امیر خسرو (۷) پر کچھ لکھا تھا۔ وہ بھیجئے تو الندوہ میں دیدوں۔ کبھی ہمارے کام بھی آیئے یا ہمیشہ رقیبوں ہی کی قسمت میں رہئے گا۔

شبلی

اعظم گڑھ، ۱۵/مئی ۱۹۰۷ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۰-۵۱]

---

[۸]

تسلیم!

دلی کیونکر آتا۔ حکیم صاحب (۸) نے اطلاع تک نہ دی۔ حمایت الاسلام کا قصد تھا۔ طاعون کی خبر سے رک گیا۔ جی چاہتا ہے کہ چندروز امن وسکون سے بسر کروں اگر خدا چاہے۔

شبلی

۲۷/ مارچ ۱۹۰۷ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۱-۵۲]

---

[۹]

بخدمت مکرمی جناب مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب زادمجدکم

گرامی نامہ آیا۔ حالات معلوم ہوئے۔ مولوی عبدالحی صاحب اس زمانہ میں مبتلائے آلام ومصائب رہے۔ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ وہ خود علیل رہے۔ اس لئے وہ جواب خط دینے سے معذور رہے۔ اب وہ لکھنؤ سے آ گئے ہیں مگر ابھی تک ضعف باقی ہے۔

وفد کی کارروائی ابھی کچھ دنوں کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے۔ اس وقت سب سے مقدم جلسہ سنگ بنیاد کی کارروائی ہے۔ آپ کی شرکت تو ضروری اور یقینی ہے۔ لیکن آپ کی ذات سے صرف اسی قدر توقع نہیں بلکہ یہ بھی امید ہے آپ کے اثر سے آپ کے بہت سے احباب شریک ہو سکیں گے اور بھی جلسہ کے متعلق آپ کی وجہ سے کامیابیاں ہوں گی۔ ابوالکلام آزاد بھی آئیں گے۔ مولانا حالی (۹) معہ نظم تشریف لائیں گے۔ نواب وقار الملک بہادر اور علی گڑھ اور اودھ کے تمام تعلقدار اور رؤسا شریک ہوں گے۔ بہرحال جلسہ کے ابتدائی آثار اچھے نظر آتے ہیں۔ آئندہ کامیابی خدا کے ہاتھ ہے۔ والسلام

شبلی

دفتر ندوہ لکھنؤ

۲۵/ اکتوبر ۱۹۰۸ء/

۲۸/ رمضان المبارک ۱۳۲۶ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۲-۵۳]

---

[۱۰]

مکرمی!

آپ کی کوششوں کا کیا کہنا۔ آیئے انشاءاللہ ہر طرح کا انتظام ہوگا۔ قیام، خوراک، خاطر داری وغیرہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اکثر معزز حضرات آ رہے ہیں۔ قیام اگر چاہیئے گا تو دارالعلوم میں ورنہ مقام تعمیر میں خیمہ اور چھولداریوں کا انتظام کیا گیا ہے جو پسند ہو۔

لفٹنٹ گورنر بہادر نے الہ آباد میں جلسہ سالانہ یونیورسٹی میں جو اسپیچ دی اس میں ندوہ کا خاص تذکرہ کیا۔

شبلی

۱۷رنومبر ۱۹۰۸ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص۵۳-۵۴]

---

[۱۱]

مکرمی!

کیا عرض کروں جن لوگوں کے ہاتھ میں انتظامی کام ہے۔ ایسے خود پرست اور اناڑی ہیں اب تک کچھ نہ کر سکے۔ مشائخین کو ہمیں دارالعلوم میں شاید ٹھہرانا بہتر ہوگا۔ خیر اس وقت تک فیصلہ ہو جائے گا۔

سائل صاحب (۱۰) آپ کے نہیں بلکہ میرے ہیں، میں نے دانستہ ان کو تکلیف نہیں دی۔ بہر حال ان کو آج ہی لکھتا ہوں۔ آزاد دو ہفتہ سے چپ ہیں۔

شبلی

۲۰رنومبر ۱۹۰۸ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص۵۴]

[۱۲]

نظام المشائخ کا ذکر آپ نے کارڈ میں کیا لیکن ایک کاپی بھی اس کی نہیں آئی۔ اب تک انتظار ہے۔

وہاں کی آب وہوا کیسی ہے؟ کیا وہاں آؤں؟ کیا آپ کچھ فیض انگیز یاد دلائیں گے۔

شبلی

۱۱/ستمبر ۱۹۰۹ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۵]

---

[۱۳]

کل یا پرسوں روانہ ہوں گا۔ بشرطیکہ آزاد جو کلکتہ سے کل یہاں پہنچیں گے، بمبئی گھسیٹ نہ لے جائیں۔ امید تو ہے کہ آپ کی کشش غالب رہے۔

شبلی

۱۶۔ستمبر ۱۹۰۹ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۶]

---

[۱۴]

برہان پور ٹھہرتا ہوا بمبئی پہنچا، لیکن بمبئی بے آپ کے بے لطف تھی۔

حلقہ کے مقاصد ضروری بلکہ ضروری تر ہیں۔ کہاں تک کامیابی ہوگی، یہ آپ کی محنت نکتہ سنجی اور زمانہ شناسی پر منحصر ہے۔

شبلی

۲۵۔اکتوبر ۱۹۰۹ء

پالن جی ہوٹل۔ بھائی کھلہ، بمبئی

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۶]

---

[۱۵]

مکرمی!

میں اب تک چشم براہ رہا۔ میں نے لکھ دیا تھا کہ کل سے پھنساؤ ہو جائے گا۔ اس لئے مبارک بود فال فرخ زدن، آج ہی ہونا چاہئے۔ میں حاضر ہوں، جب چاہے آیئے۔ آزاد آٹھ بجے کی گاڑی میں آئیں گے۔

شبلی

۱۳۔ مارچ ۱۹۱۰ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۷]

---

[۱۶]

محبوب المحبوب!

عربک سکول میں جا کر خواجہ تصدق حسین (۱۱) سے معلوم ہوا [وہ صاحب البیت ادری بما فیہ] کہ ۱۱ بجے کوئی ٹرین نہیں جاتی، اس لئے واپس آیا۔ ۶ بجے شام کو جاؤں گا۔ اگر قصد ہو تو ۵ بجے آ جایئے۔ یہ کیا بات ہے کہ میں ایرانی المذاق نہیں اور ہوتا بھی تو آپ میں کوئی ایرانی جوہر نہیں، تاہم آپ سے سیری نہیں ہوتی۔ دل میں آپ وہیں ہیں جہاں پہلے تھے۔

شبلی

۱۹/ مارچ ۱۹۱۰ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۷]

---

[۱۷]

اب کے آپ جلسہ [ندوہ] میں تشریف نہ لائے تو عمر بھر کے لئے یاری کٹ، ایسے موقع قسمت سے ہاتھ آتے ہیں ضرور تشریف لایئے۔

شبلی

لکھنؤ۔۲۹/مارچ ۱۹۱۲ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۸]

---

[۱۸]

جناب مکرم! السلام علیکم

۱۴/روز سے بعارضۂ پیچش صاحب فراش ہوں۔ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہے۔ میں شکر گذار ہوں کہ آپ نے مسلم گزٹ (۱۲) کے مضامین کے متعلق کچھ لکھنا میرے استفسار پر محمول رکھا۔ یہ واقعہ میرے ذاتی اختیار سے نہیں ہوا بلکہ تمام معتمدین اور کثرت ارکان کے مشورہ سے بھی مناسب سمجھا گیا۔ (۱۳) بعد صحت اس کے متعلق تفصیل سے لکھوں گا۔

شبلی

۱۸/اپریل ۱۹۱۳ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۸]

---

[۱۹]

تسلیم!

اگر آپ جیسے قدر دانوں اور نکتہ سنجوں کا دل میری نظموں سے بھر گیا تو عام لوگوں کے لئے بھی تو اجیرن ہو گیا ہو گا۔ اس لئے بہتر ہو گا کہ میں یہ سلسلہ بند کر دوں

ع ازاں پیشتر بس کن کہ گویند بس

میں بمبئی سے تبدیل ذائقہ کے لئے حیدرآباد چلا آیا۔ کچھ دنوں غالباً رہنا ہو۔ آپ حیدرآباد کیوں نہ آئیں۔ آپ کے لئے تو ہر جگہ آنکھیں بچھی ہیں۔ یہاں سیرت کے متعلق بھی کچھ کچھ نیا مواد مل گیا ہے: ع

دانہ مے چیدم در آں روزے کہ خرمن داشتم

شبلی

۳۰/اکتوبر ۱۹۱۳ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۹]

---

[۲۰]

تسلیم!

میں نے گو دریافت نہیں کیا [اب کروں گا] لیکن قیاساً کہتا ہوں کہ آپ شجرہ ممنوعہ میں نہ ہوں گے۔ یہاں سے عنقریب روانہ ہوتا ہوں۔ سردست لکھنؤ، الہ آباد پھر وہی بمبئی۔ اب تو ارادہ ہے بمبئی میں مستقل مکان لے لوں۔ اور ملے تو مکین بھی۔

عشق در ایام پیری چوں بہ سہ ما آتش است

آپ کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ اس شریعت کے امام تو آپ ہی لوگ ہیں۔

شبلی

حیدرآباد

۶/نومبر ۱۹۱۳ء

[ماخذ: اتالیق خطوط نویسی، حصہ دوم ص ۵۹-۶۰]

تعلیقات و حواشی

(۱) شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی [۱۸۷۶-۱۹۵۵ء] صوفی بزرگ اور اردو کے صاحب طرز

ادیب اور اہل قلم تھے۔مختلف موضوعات پر سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ان کا رسالہ ''منادی'' جو آج بھی جاری ہے ایک زمانہ میں دہلی کا بڑا مقبول رسالہ تھا۔اس میں ان کے روزنامچے شائع ہوتے تھے۔علامہ شبلی سے بڑے بے تکلفانہ مراسم تھے۔خط و کتابت بھی تھی۔انہوں نے کئی حصوں میں ''اتالیق خطوط نویسی'' کے نام سے مشاہیر اہل علم وادب کے خطوط شائع کئے ہیں۔علامہ شبلی کے مذکورہ خطوط اسی سے نقل کئے گئے ہیں۔ان خطوط سے دونوں کی باہمی محبت و یگانگت کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۲) ماہنامہ البشیر ،اٹاوہ،ایڈیٹر خان بہادر مولوی بشیر الدین

(۳) خلف شبلی،حامد حسن نعمانی

(۴) مولانا ابوالکلام آزاد

(۵) اخبار دارالسلطنت،کلکتہ

(۶) ہفت روزہ وکیل،امرت سر

(۷) امیر خسرو دہلوی[۱۲۵۳-۱۳۲۵ء]ہندوی کے مشہور شاعر،کئی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔کئی سلاطین کے دربار سے وابستہ رہے۔متعدد کتابیں سپرد قلم کیں۔کئی دیوان شائع ہوئے۔ان کی تصنیفات میں غرۃ الکمال،نہایۃ الکمال،قران السعدین،خزائن الفتوح،تغلق نامہ،پنج گنج وغیرہ مشہور ہیں۔حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔سلطان غیاث الدین تغلق انہیں اپنے قریب رکھتا تھا۔علامہ شبلی نے شعرالعجم حصہ دوم میں ان کے کلام پر مفصل تبصرہ کیا ہے۔

(۸) حکیم اجمل خاں دہلوی

(۹) مولانا الطاف حسین حالی[۱۸۳۷ء-۱۹۱۴ء] مرزا غالب [۱۷۹۷ء-۱۸۶۹ء] کے شاگرد تھے۔ان کا شمار اردو کے عناصر خمسہ میں ہوتا ہے۔ان کے ذکر کے بغیر اردو شعر وادب کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔انہوں نے اردو کو آبرو بخشی اور شعروادب کے مختلف میدانوں میں وہ کارنامے انجام دئے جو ان سے پہلے ہماری ادبی روایت کا حصہ نہ تھے۔ان کے مقدمہ شعروشاعری نے اردو میں انقلاب برپا کیا اور آج بھی وہ تنقید کے دستور اساسی کا حکم رکھتا ہے۔وہ ادیب،شاعر،نقاد اور بلند پایہ سوانح نگار تھے۔ مدوجزر اسلام (مسدس حالی،مطبوعہ ۱۸۷۹ء) حیات سعدی (مطبوعہ ۱۸۸۶ء) دیوان حالی (۱۸۹۳ء)

مقدمہ شعر و شاعری [مطبوعہ: ۱۸۹۳ء] یادگار غالب (۱۸۹۷ء) حیات جاوید (۱۹۰۱ء) ان کی اہم علمی ادبی، تاریخی اور سوانحی یادگاریں ہیں۔

مولانا حالی شرافت و مروت میں انسان نہیں فرشتہ تھے۔ عمر میں علامہ شبلی سے بیس برس بڑے ہونے کے باوجود ان کی عزت واحترام اور اعتراف علم وفضل میں کمی نہ کرتے۔ فرماتے ہیں:

ادب اور مشرقی تاریخ کا ہو دیکھنا مخزن
تو شبلی سا وحید عصرو یکتائے زمن دیکھیں

علامہ شبلی نے بھی مولانا حالی کی قدر ومنزلت اور عزت وعظمت کا ہمیشہ خیال رکھا۔ ان کے فضل وکمال، تصنیفات، سوانح نگاری اور علمی اجتہادات کا برملا اعتراف کیا۔ البتہ سرسید احمد خاں کی سوانح عمری 'حیات جاوید' (مطبوعہ ۱۹۰۱ء) کے بارے میں ان کے خیالات ان کی دیگر کاوشوں کے برعکس تھے۔ اسے انہوں نے کتاب المناقب اور مدلل مداحی قرار دیا ہے۔

(۱۰) نواب سراج الدین احمد خاں سائل دہلوی [۱۸۶۴-۱۹۴۵ء] داغ دہلوی کے شاگرد اور داماد تھے۔ حیدرآباد سے ایک رسالہ معیار الانشاء جاری کیا۔ ان کا شمار دہلی کے بلند پایہ شاعروں میں ہوتا ہے۔ ان کی نامکمل مثنوی نور علیٰ نور جس میں انہوں نے جہاں گیر اور نور جہاں کی داستان محبت بیان کی ہے، قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ سائل دہلوی نے علامہ شبلی کے مشہور شہر آشوب اسلام پر تضمین بھی کی ہے۔

(اولڈ بوائے، علی گڑھ، فروری ۱۹۱۳ء ص ۳۷-۴۱)

(۱۱) خواجہ تصدق حسین: فرزند مولانا الطاف حسین حالی۔

(۱۲) مسلم گزٹ لکھنؤ: اسے ۱۹۱۲ء میں میر سید جان نے جاری کیا۔ یہ اصلاً علامہ شبلی کی ایک کوشش تھی۔ سید میر جان نے اس شرط پر اسے جاری کیا تھا کہ علامہ شبلی اس کی ذمہ داری لے لیں، چنانچہ علامہ شبلی نے ذمہ داری قبول کی۔ مولوی وحید الدین سلیم کو ایڈیٹر مقرر کرایا۔ مضامین لکھے اور لکھوائے۔ اور اسے ایک مقبول اخبار بنادیا۔

(۱۳) مولوی عبدالکریم کی ندوہ سے معطّلی۔

○○○

[۴۸]

مولانا محمد علی جوہر(۱) کے نام

[۱]

میں نے ایک مطبوعہ خط کے ذریعے جو زمیندار میں شائع ہوا ہے، حضرات علما اور ارباب تعلیم جدید سے اظہار رائے کی درخواست کی ہے۔ اس کے متعلق مزید تفصیل کی ضرورت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ''نظام'' ایک ایسا وسیع لفظ ہے اور اس کے دائرہ عمل میں اس قدر مطالبات شامل ہیں جس کا روئے خطاب علما اور ایجوکیٹڈ سے سے مخصوص نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو اس میں رائے دینے کا حق ہے اور تعمیم سوال بہر حال مفید ہے۔

''نظام'' میں یہ امور بھی داخل ہیں کہ جامعہ کے نظم و نسق میں تمام ممالک اسلامی کے لوگ شریک کیے جائیں۔ اس کی مجلس عمومی و خصوصی (سینٹ و سنڈیکیٹ) کے ممبر (فیلو) ہر ملک سے لیے جائیں۔ تمام اسلامی ممالک کے دار الاقامہ (بورڈنگ) الگ الگ ہوں جو انھی ممالک کی فیاضی سے تکمیل پائیں اور ان ممالک سے جو طلبا تعلیم کے لیے بھیجے جائیں انھی دار الاقامہ میں قیام کریں۔ زبان عام اور لباس سب کا عربی قرار دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے امور میں ہر مسلمان رائے دے سکتا ہے اور مسلمانوں سے عموماً اور اہل الرائے حضرات سے خصوصاً اس کے متعلق رائے اور مشورہ طلب کیا جا سکتا ہے۔

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اصولی اور اہم امور کے متعلق عنوانات قائم کر دیے جائیں اور ان کے متعلق اظہار رائے کی درخواست کی جائے۔ چناں چہ اس غرض کے لیے چند عنوان درج ہیں:

۱۔مصارف کا سرسری تخمینہ۔

۲۔کیا اس غرض کے لیے حجاج پر ایک روپیہ فی کس اعانتی ٹیکس لگانا بہتر ہوگا جو ترکی حکومت وصول کرے گی۔

۳۔سرمایہ مجتمعہ سے فائدہ اٹھانے کی کیا صورت ہوگی۔

۴۔جامعہ کی زمین شہر سے کس قدر فاصلہ پر ہونی چاہیے اور اس کی تخمینی مقدار کیا ہونی چاہیے۔

۵۔عمارت کا طرز اور اسلوب کیسا ہونا چاہیے۔کیا مختلف ممالک کے دارالاقامہ وہاں کے طرز تعمیر کے موافق ہوں؟

۶۔تعلیم کے شعبے کیا کیا ہوں گے؟

۷۔کیا کچھ مدت تک خاص بدووں کی تعلیم کا نصاب اور طریقہ جدا رکھنا ہوگا؟

۸۔کیا یہ مناسب ہوگا کہ صنعتی تعلیم (کسی نہ کسی قسم کی) ہر شعبہ کے لیے لازمی قرار دی جائے؟

۹۔علوم جدیدہ میں سے کسی شاخ کو لیا جائے یا بالکل احتراز کیا جائے؟

۱۰۔ ایک گروہ ایسا تیار کیا جائے جن کی معاشرت اور تربیت درویشوں اور صوفیوں کی طرح پر ہو اور اس گروہ سے اشاعت اسلام کا کام لیا جائے۔

۱۱۔خاص خاص فنون میں کمال بہم پہنچانے کے [لیے] معقول وظیفے مقرر کیے جائیں جو ان طلبا کو دیے جائیں جو فارغ ہو کر جامعہ میں قیام کریں اور کسی خاص فن میں کمال بہم پہنچائیں جس کا امتحان بذریعہ تصنیف و تالیف کرانے کے لیا جائے۔

۱۲۔نصاب تعلیم میں قدما کی کتابیں زیادہ تر رکھی جائیں یا متاخرین کی؟

۱۳۔تعطیل کے زمانہ میں ہمیشہ ایک وفد تیار ہو جو بادیہ نشینوں میں جا کر ان کو تعلیم کی رغبت دلائے اور ان سے مل جل کر ان کی لغات و محاورات جدیدہ کی تدوین کرے۔

۱۴۔چوں کہ بڑا مقصود، بدوؤں کو تعلیم دینا ہے اور وہ بغیر مالی توقع کے سر دست تعلیم پر

مائل نہیں ہو سکتے، اس لئے نہایت کثرت سے وظیفے مقرر کئے جائیں کہ بدووں کے لڑکے اس سے تعلیم پائیں۔ یہ ظاہر ہے کہ بدو، مصارفِ قیام وخورد ونوش برداشت نہیں کر سکتے۔

۱۵۔ عربی زبان کے سوا اور کن کن زبانوں کی تعلیم دی جائے؟

۱۶۔ جس طرح ترکی گورنمنٹ اس یونیورسٹی کی سند کو تسلیم کرے گی اور اسلامی سلطنتوں اور ریاستوں سے بھی درخواست کی جائے کہ وہ بھی تسلیم کریں۔

۱۷۔ چوں کہ جو طلبا دور دراز سے جائیں گے وہ بڑی عمر کے ہوں گے اور ضرور ہے کہ وہ پہلے سے کچھ تعلیم حاصل کر چکے ہوں گے اس لئے ایسے طلبا کی تعلیم درجہ متوسط اور درجہ اعلیٰ پر محدود رکھی جائے اور اس کے داخلہ کے لئے کوئی امتحان مقرر کیا جائے۔ جو شخص اس امتحان میں کامیاب ہو وہ درجہ متوسط یا درجہ اعلیٰ میں داخل ہو سکے۔

۱۸۔ تمام علوم وفنون میں جہاں تک ممکن ہو اصلی اور مقصود بالذات علوم مثلاً تفسیر، حدیث، اصول فقہ، فقہ، کلام وغیرہ کی تعلیم میں زیادہ صرف کیا جائے اور علوم آلیہ بقدر ضرورت لئے جائیں۔

۱۹۔ یونیورسٹی کا ایک خاص مطبع ہو جس میں علاوہ کتابوں کے ایک ماہوار رسالہ عربی زبان میں شائع کیا جائے۔ یہ پرچہ محض علمی پرچہ ہو اور اس میں نہایت اعلیٰ درجہ کے مضامین علمی اور ادبی لکھے جائیں۔ اور زیادہ اس میں یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبا مضامین لکھیں۔

۲۰۔ احکام مذہبی کی پابندی سختی سے کرائی جائے۔ کسی طالب کی نسبت اگر ثابت ہو کہ وہ ادائے فرائض میں سست اور لاپرواہ ہے تو ایک آدھ دفعہ تجربہ کر کے اس کو قطعاً مدرسہ سے خارج کر دیا جائے۔

شبلی نعمانی

۳۰؍مئی ۱۹۱۳ء

بمبئی۔ نیونا گپاڑہ روڈ، اکبر بلڈنگ

[ہمدرد۔ دہلی ۵؍جون ۱۹۱۳ء]

تعلیقات وحواشی

(۱) مولانا محمد علی جوہر[۱۸۷۸-۱۹۳۱ء]علامہ شبلی کے شاگرد، ادیب، شاعر، خطیب، سیاست داں اور عظیم محبّ وطن تھے۔رام پور میں پیدا ہوئے۔علی گڑھ کالج اور آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کی۔ انگریزی ہفت روزہ کامریڈ اور ہمدرد جاری کیا۔تحریک خلافت دراصل علی برادران کا دوسرا نام ہے۔ کانگریس کے حامی تھے۔اوراس کے پروگراموں میں سرگرم حصہ لیا۔انگریزوں کے خلاف مضمون لکھنے اور ان کی مخالفت کرنے کی پاداش میں نظر بند کئے گئے۔انہوں نے عدم تعاون تحریک کے لئے علی گڑھ کالج کے طلبہ کو ہم خیال بنا کر کالج سے علاحدہ ہونے کے لئے تیار کیا اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔انہوں نے یہ اعلان کر کے کہ برطانوی حکومت کی نوکری حرام ہے،انگریزی حکومت کو چیلنج کردیا جس کے نتیجہ میں انہیں گرفتار کرلیا گیا۔سائمن کمیشن کی زبردست مخالفت کی۔چار سال نظر بند رہے۔۱۹۳۰ء کی گول میز کانفرنس میں شریک ہوکر انگریزوں کے سامنے اعلان کیا کہ ''میں اپنے ملک واپس نہیں جاؤں گا یا تو ہندوستان کو ڈومنین اسٹیٹس دو ورنہ میرے لئے ایک قبر کھود دو میں غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا۔'' چنانچہ وہیں لندن میں ۴؍جنوری ۱۹۳۱ء کوانتقال کیا۔ان کی نماز جنازہ مصر میں اور تدفین بیت المقدس میں ہوئی۔علامہ شبلی کے خاص شاگردوں میں تھے۔اورانہیں اپنے استاذ پر فخر تھا۔وہ اس کا ذکر بھی کرتے رہتے تھے۔اپنی خودنوشت میں بھی کیا ہے۔

(مولانا محمد علی جوہر بحیثیت تاریخ اور تاریخ ساز کے،ص ۷۷-۷۸)

علامہ شبلی کے سیاسی خیالات بالخصوص اتحاد اسلامی کے جذبات کو جن لوگوں نے پروان چڑھایا، ترقی دی،ان میں مولانا ابوالکلام آزاد کے علاوہ ایک اہم نام مولانا محمد علی جوہر کا بھی ہے۔

○○○

[۴۹]

مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱) کے نام

[۱]

جناب مخدوم ومکرم مولانا عبدالباری صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا والا نامہ موسومہ مولوی حفیظ اللہ صاحب میرے پاس آیا۔ چونکہ ان سوالات سے اصل میں مجھ کو تعلق ہے، اس لئے بہ حیثیت معتمد دارالعلوم جواب عرض ہے۔ یہی جواب مولوی حفیظ اللہ صاحب کی طرف سے بھی سمجھا جائے۔ اگر مزید اعتبار منظور ہو تو میرا خط ان کے پاس بھیج دیجیے گا۔ ہم لوگ سب کے سب درس نظامیہ ہی کے نمک خوار ہیں اور اس آستانہ کی جبہ سائی ہمارا ایمائے عزت ہے۔ اگر معمولی تغیر کر دیا جائے تو نظامیہ کا انتساب چھوٹ نہیں سکتا۔ حرم محترم کی موجودہ عمارت سرتاپا حجاج بن یوسف (۲) کی ہے۔ مسجد نبویؐ میں اب ایک ذرہ بھی عہد نبوت کا نہیں، سب کچھ سلطان عبدالمجید (۳) کا بنوایا ہوا ہے، تاہم وہی کعبہ ابراہیمی اور وہی مسجد نبویؐ ہے۔ اب جوابات بہ ترتیب دفعات عرض ہیں۔

۱۔ درس مروجہ دارالعلوم کے علاوہ درس نظامی قدیم دارالعلوم میں جاری ہوسکتا ہے اور طلبا دونوں میں سے جو چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ البتہ اس کے لئے زائد مدرسین کی ضرورت ہوگی۔ جب تک یہ سامان نہ ہو عملی کارروائی کے لیے انتظار کرنا پڑے گا۔

۲۔ دارالعلوم ندوہ میں تحفظ عقائد اہل سنت و جماعت سب سے مقدم چیز ہے۔ تمام مدرسین اسی طریقہ کے ہیں اور ہمیشہ یہ اصول ملحوظ رکھا گیا ہے۔

۳۔ عقائد میں پہلے اقتصاد امام غزالی تھے، لیکن وہ بہت مشکل تھے، اس لئے تمہید ابوشکور سلمی رکھی گئی جو مشہور مستند کتاب ہے اور اب امام رازی کی کتاب معالم اصول الدین کے داخل کرنے کا ارادہ ہے۔

۴۔ ہاں زائد نگرانی ہوسکتی ہے۔

۵۔ اگر موجودہ علمائے فرنگی محل ارکان انتظامیہ میں داخل ہونا منظور رفرماویں تو یہ دارالعلوم کا اور ہمارا فخر ہے اور ہم ہمیشہ سے اس کے آرزومند ہیں اور خود یہ درخواست کر چکے ہیں۔ ہاں اس قدر ملحوظ رہے کہ تعداد کل ارکان کی ۳۵ ہے، اس میں جو جگہ خالی ہوتی ہے اس کے لئے انتخاب ہوتا ہے۔ غالباً اس وقت دو ممبروں کی جگہ خالی ہے اور اس پر غایت خوشی سے علمائے فرنگی محل کا انتخاب ہوگا۔ والسلام

شبلی

۱۵/ جولائی ۱۹۰۸ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، خطوط نمبر حصہ دوم ص۱۸۹]

---

[۲]

مکرمی! تسلیم

خط مطبوعہ پہونچا۔ ندوہ سخت اصلاح طلب ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی مقدم کام نہیں، لیکن کامیابی کی کوئی امید نہیں۔ یہ مانا کہ ایک باوقعت کمیٹی اصلاحی قائم ہو، تمام انتظامی امور کی ایک باقاعدہ اسکیم بنادے لیکن عمل کون کرے گا۔ موجودہ دستورالعمل میں یہ ایک دفعہ ہے کہ نائب ناظم یا ناظم ہر مہینہ کا بجٹ بنائے گا اور معتمد مال اس پر تصدیقی دستخط کریں گے، پھر تمام ارکان کے پاس جاوے گا اور اس کے موافق کام ہوگا۔ کیا کبھی اس پر عمل ہوا اور کیا آپ یہ جرأت کریں گے؟ کیا اب بھی اس پر عمل نہ ہو۔ آپ علانیہ میدان میں آئیں اور جو عہدہ دار اپنا کام انجام نہ دے اس کو برطرف کرادیں۔ آپ کے ذہن میں ابھی جلسہ انتظامیہ کی بڑی وقعت ہے کیوں کہ آپ نے

کوئی جلسہ اس کا دیکھا نہیں لیکن جب تجربہ ہوگا تو آپ کو جلسہ میں آتے ہوئے شرم آئے گی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ برسوں سے ایک بھی اجلاس نہیں ہوا اور مقرر کیا گیا تو نصاب جلسہ پورا نہیں ہوا۔ لوگ سمجھ گئے کہ بیکار جھک جھک سے کیا حاصل۔ تعمیرات کی ایک کمیٹی تھی، اس کا کوئی اجلاس نہیں۔ روپیہ برابر خرچ ہو رہا ہے، یہاں تک کہ تقریباً بارہ ہزار روپیہ جو بورڈنگ کا تھا، وہ مدرسہ کی موجودہ عمارت پر لگا دیا گیا۔ نہ کسی سے پوچھا گیا، نہ کسی جلسہ میں پیش ہوا۔ کیا ان کارروائیوں کو آپ رد کریں گے۔ کام بہت ضروری ہے لیکن اس کے لئے بہت دلیری اور مردانہ زور آوری کی ضرورت ہے۔

شبلی

۶/جون ۱۹۱۲ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، خطوط نمبر حصہ دوم ص ۱۸۹-۱۹۰]

---

[۳]

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ پہنچا۔ آپ کی نیک نیتی کا میں معترف ہوں لیکن بعض باتیں تعجب انگیز ہیں۔ مثلاً ایک فرنگی محل کے ۵ ممبر۔ تین اب آپ منتخب کرتے ہیں، دو پہلے سے ہیں۔ مولانا دنیا میں کہیں یہ قاعدہ نہیں کہ ایک گھر کے اس قدر ممبر ہوں۔ یہ تو ندوہ پر پہلے سے سخت اعتراض ہے، مثلاً ایک کاکوری کے ۳ ممبر ہیں۔

اس طریقہ سے ایک پارٹی جب چاہے اپنا زور قائم کر لے، اس کے علاوہ دوسرے حقدار محروم رہ جاتے ہیں۔ ہاں ایک امر یہ ہے اور آپ اس کو فوراً دفتر نظامت میں لکھ بھیجیں کہ انتخاب کا یہ طریقہ نہیں کہ ایک کی رائے سے دوسروں کو بالکل خبر نہ ہو۔ قاعدہ یہ ہے کہ ایک وقت معینہ تک تحریکیں آ جاتی ہیں، اس کے بعد ان رایوں اور ناموں کو مشتہر کیا جاتا ہے کہ ناواقف ارکان کو واقفیت ہو اور ان کو رائے دینے میں مدد ملے۔ مثلاً آپ نے جو نام بھیجے مجھ کو پہلے سے معلوم ہوتے

تو میں ان میں خود کئی شخصوں کے حق میں رائے دیتا۔

شبلی

۱۴؍ستمبر ۱۹۱۲ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، خطوط نمبر حصہ دوم ص ۱۹۰]

---

[۴]

مجمع الفضائل جناب مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی مد فیوضہ

امتحان دارالعلوم ندوۃ العلماء کے پرچے غالباً جناب کی نظر سے گزر چکے ہوں گے۔ چونکہ حسب قاعدہ امتحان سالانہ کا نتیجہ شائع ہو جانا چاہئے، اس لئے گزارش ہے کہ تمام پرچے حامل رقعہ کو عنایت فرمایئے۔ والسلام

شبلی نعمانی

بقلم محمد علی دفتر ندوۃ العلماء

۱۸؍ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

[ماخذ: نقوش، لاہور، خطوط نمبر حصہ دوم ص ۱۹۰]

---

[۵]

مکرمی! سلام مسنون

آپ کی نیت بخیر تھی اور ہے لیکن تجربہ یہ ہے کہ اب جو جلسہ ہوتا ہے وہ پرخطر دنگل ہوتا ہے۔ اب کے بھی وہی سامان نظر آتے ہیں۔ آپ نے اپنی یادداشت میں لکھا تھا کہ کسی کے عزل و نصب کی بغیر ارکان میں اصلاح اور قواعد کی پابندی کرائی جاوے۔ ارکان کی مدت دو سالہ ختم ہونے کو ابھی چھ مہینہ باقی ہیں لیکن مولوی عبدالحی صاحب نے جو خط جاری کئے ہیں، ان میں سب سے پہلی دفعہ تقرر عہدہ داران و انتخاب ارکان ہے۔ میں نے ان کو بار بار لکھا کہ اس قصہ کو اس

وقت نہ چھیڑیئے، لیکن انہوں نے خیال نہیں کیا۔ اتنے سہارے سے پرانے زخم پھر ہرے ہو گئے اور دبی ہوئی چنگاری پھر چمک اٹھی۔ سنتا ہوں کہ اب کی پھر اس پہلی مہابھارت کا سامان ہو رہا ہے۔ دو ایک خط لکھنؤ سے اسی مضمون کے پہنچے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں اپنا ایک مدرسہ ہے۔ ندوہ میں کسی قسم کی برہمی ہوئی تو طرح طرح کے خیالات آپ کی نسبت پیدا کرے گی۔ مولانا خدائے پاک کی قسم اگر ذرہ بھر اس بات کا یقین ہو کہ یہ لوگ مدرسہ کو چلائیں گے تو ندوہ کو چھوڑ کر الگ نہ ہو جانا گناہ عظیم سمجھتا ہوں۔ غور فرمایئے کہ جب سے یہ مخالفتیں لوگوں نے شروع کر دی ہیں، کیا حالت ہو رہی ہے۔ عمارت کھلی ہوئی پڑی ہے، چھت تک نہیں بن سکتی۔ بہرحال آپ مولوی عبدالحی صاحب کو لکھئے یا ان سے ملئے اور کہئے کہ عزل و نصب کا قصہ رہنے دیں۔ اصلاحی باتیں پیش کریں۔ صلح کیجئے بس لڑائی ہو چکی اور اگر آپ کو بھی خدانخواستہ تماشا دیکھنا منظور ہے تو بہتر، ایک دفعہ اور دیکھ لیجئے۔ امید ہے کہ آپ مجھ کو جواب سے مشرف کریں گے۔

شبلی

بمبئی پالن جی ہوٹل

۲۲ر رمضان المبارک

[ماخذ: نقوش، لاہور، خطوط نمبر حصہ دوم ص ۱۹۱]

---

[۶]

جناب مولانا! رکن دارالعلوم

مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی نہیں آئے۔ اب کوئی اور پرنسپل تجویز کرنا ہے۔ مولوی حفیظ اللہ صاحب اور مولوی شیر علی صاحب میں سے آپ کس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اول الذکر صاحب کی نسبت آپ کا کیا اعتقاد ہے۔ کیا وہ پورے حنفی ہیں یا مائل بہ عدم تقلید۔ اپنی رائے سے کل مطلع فرمایئے۔

شبلی

اکتوبر ۱۹۱۱ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، خطوط نمبر حصہ دوم ص ۱۹۱]

---

[۷]

جناب مولانا عبدالباری صاحب دام لطفہ　　　　سلام مسنون

کیا مدرسہ نظامیہ آپ نے بغرض وصول چندہ (تعرصب طلبہ؟) آپ نے بند کردیا ہے۔ کیا دیوبند کی نسبت بھی یہ خبر ہے۔

شبلی

۱۰ر نومبر ۱۹۱۲ء

[ماخذ: نقوش، لاہور، خطوط نمبر حصہ ۲، اپریل، مئی ۱۹۶۸ء، ص ۱۹۱]

---

[۸]

بخدمت جناب مولوی عبدالباری صاحب زادمجدہ

میں نے سنا ہے کہ لوگ یہ مشہور کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے مناظرہ کیا اور آپ کو بند کردیا۔ میں اس قدر عرض کرتا ہوں کہ میری عادت نہ مناظرہ کرنے کی ہے نہ میں نے ہرگز یہ کہا۔ کسی شیطان نے یہ کہا ہوگا۔ میں اس سے بالکل بری ہوں۔

افسوس کی بات ہے کہ لوگ اس قسم کی بیہودہ باتیں مشہور کرتے ہیں۔

شبلی

ندوہ لکھنؤ۔ ۱۲ محرم الحرام

[ماخذ: نقوش، لاہور، خطوط نمبر حصہ ۲، اپریل، مئی ۱۹۶۸ء، ص ۱۹۱]

تعلیقات و حواشی

(۱)　مولانا عبدالباری فرنگی محلی [۱۸۷۸-۱۹۲۶] ان علماء میں تھے جنھوں نے مسلمانوں کی بیداری

کے لئے جدوجہد کی۔ وہ فرنگی محل میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم حاصل کی اور پھر وہیں درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ جنگ بلقان اور حادثہ مسجد کان پور نے انہیں بے حد متاثر کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے بڑی جدوجہد کی۔ حرمین شریفین کے تحفظ کے لئے مسلمانوں بالخصوص علماء کو متوجہ کیا اور انجمن خدام کعبہ قائم کی اور اس کے صدر منتخب ہوئے۔ اس انجمن کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو بیدار کرنا اور انگریزوں کے خلاف ابھارنا تھا۔ ۱۹۱۸ء میں انہوں نے گاندھی جی [۱۸۶۹-۱۹۴۸ء] جو تحریک خلافت کے ہم نوا تھے، سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر مختار انصاری، مشیر حسین قدوائی اور مولانا شوکت علی وغیرہ سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ تحریک خلافت کے بنیاد گزاروں میں ان کا بھی نام آتا ہے۔ تحریک ندوہ اور دارالعلوم ندوہ کے سلسلے میں انہوں نے بعض خدشات کا ذکر کیا تھا۔ اسی سلسلے میں علامہ شبلی سے خط وکتابت ہوئی۔ انہوں نے کم عمری میں وفات پائی۔

(۲) حجاج بن یوسف: جنہوں نے قرآن مجید پر نقوط واعراب لگوائے۔

(۳) سلطان عبدالمجید: دولت عثمانیہ ترکی کے ایک خلیفہ۔

○○○

[۵۰]

ڈاکٹر سر ضیاء الدین (۱) کے نام

[۱]

مجبی

آپ کا خط مجھ کو کچھ دیر میں ملا کچھ اور اسباب سے جواب میں تاخیر ہوئی۔

۱۔ قانون مسعودی رام پور کے کتب خانہ سرکاری اور قاہرہ کے کتب خانہ خدیویہ میں موجود ہے۔

۲۔ ابوریحان کی تصانیف کی فہرست مفصل، ترجمہ انگریزی کتاب الہند مصنفہ ابوریحان بیرونی مطبوعہ لندن ۱۸۸۷ء میں جس قدر دی ہے، اس سے زیادہ نہیں مل سکتی۔

۳۔ اس کی اکثر تصنیفات علم ہیئت کتب خانہ خدیویہ میں موجود ہیں۔

۴۔ عمر خیام کی تصنیفات حسب روایت، تاریخ الحکماء شہر زوری جس کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے، حسب ذیل ہے۔

ایک مختصر رسالہ طبیعات میں۔ ایک رسالہ وجود کی حقیقت پر۔ ایک رسالہ تکون و تعلف پر

عرایس النفایس

۵۔ ابوریحان کا سنہ وفات طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ میں ۴۳۰ لکھا ہے اور کتاب مذکورہ بہت مستند خیال کی جاتی ہے۔

۶۔ ابوریحان کی کتابیں کتب خانہ رام پور۔ و پٹنہ۔ و قاہرہ میں مل سکتی ہیں۔

مسلمان ریاضی دانوں میں سے ابوالوفاء جوز جانی۔ بتانی خازن بڑے پایہ کے لوگ اور

مجتہد الفن ہیں، ان کی تحقیقات پر بھی توجہ کیجئے۔(۲)

شبلی نعمانی

اعظم گڑھ

۳۰ر جنوری ۱۹۰۵ء

(ماہنامہ العلم کراچی جنوری ۱۹۵۲ء، ص۴۲-۴۳)

تعلیقات و حواشی

(۱) مشہور ریاضی داں اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد [۱۸۷۸-۱۹۴۷ء] کو علامہ شبلی سے خاص تعلق تھا۔ انہوں نے اپنی مجلس مقنّنہ کی تقریروں میں متعدد مقامات پر علامہ شبلی کے حوالے دئے ہیں۔ انہوں نے دار العلوم ندوۃ العلماء کے تاسیسی جلسہ میں میجک لینٹرن سے خطاب کیا تھا اور علماء کو ہیئت کے مسائل سمجھائے۔(العلم کراچی جنوری ۱۹۵۲ء، ص۴۲)

ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد جس وقت جرمنی میں زیر تعلیم تھے اس وقت علامہ شبلی سے خط و کتابت کی تھی۔ مذکورہ بالا خط اسی زمانہ کا ہے۔ اور العلم کراچی جنوری ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا ہے۔ اس خط سے ایک دوسرے کے مراسم اور علم و تحقیق سے دونوں کے گہرے شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۲) یہ خط نقوش لاہور مکاتیب نمبر ۱۹۵۷ء میں بنام مولوی عبدالحق شائع ہوا ہے۔ جبکہ ۱۹۵۲ء میں العلم کراچی میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے نام شائع ہوا۔ راقم یہ خط مکتوبات شبلی طبع اول میں مولوی عبدالحق کے نام سے شائع کر چکا ہے۔ مگر اب اسے ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے نام سہ ماہی العلم کے حوالہ سے شامل کیا جا رہا ہے۔ اس کی ایک وجہ داخلی بھی ہے۔ خط کے بین السطور سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ یہ خط ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے نام ہے۔

○○○

[۵۱]

پروفیسر زماں مہدی (۱) کے نام

[۱]

آپ کا خط آیا۔ نہایت تسلی ہوئی۔

آپ کی توجہ سے اگر عزیز مذکور (۲) کسی کام [کے] قابل ہو گئے تو آپ میرے ساتھ وہ احسان کریں گے جو کبھی کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ والتسلیم

شبلی

الٰہ آباد۔ ۲/ مارچ ۱۹۰۰ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۲]

دربھنگہ تک حامد (۳) کا پتہ لگا۔ لیکن اب وہاں بھی نہیں ہے۔ آپ کو کچھ معلوم ہوا تو لکھئے۔ ہم لوگوں کا کھانا پینا چھوٹ گیا ہے۔ میری حالت موت سے بدتر ہے۔ اس کے ساتھی صادق علی (۴) کا خاص وطن کہاں ہے۔ کچھ سہارا ملے تو میں خود جا کر ڈھونڈوں۔

خدا کے لئے میری مدد کیجئے۔ ہمارے تمام خاندان میں حامد ہی صرف ایک لڑکا ہے۔ (۵) آپ کے نام اس کا خط کس مضمون کا تھا۔ والسلام

شبلی

اعظم گڑھ۔ ۱۶/ اپریل ۱۹۰۰ء

[پ،ن] ۱۰/اپریل سے وہ در بھنگا سے بھی مفقود ہے۔

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۳]

اقبال (۶) سے اتنا اور پوچھ کر اطلاع دو کہ سب سے پہلا خط جو میں نے ان کے خط کے جواب میں لکھا تھا اور جس میں لکھا تھا کہ مجھ کو معلوم نہیں حامد کیوں ناراض ہیں اور مجھ کو ہر طرح ان کی خوشی منظور ہے۔ اس کے مضمون سے اقبال نے حامد کو مطلع کیا تھا یا نہیں اور کیا تھا تو کس تاریخ تک۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حامد نے انتظار کر کے جب دیکھا کہ کسی نے خبر نہ لی تو مایوس اور غضب ناک ہو کر کہیں نکل گیا۔

شبلی

۲۱/اپریل ۱۹۰۰ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

تعلیقات و حواشی

(۱) پروفیسر مہدی زمان خاں [۱۸۷۹-۱۹۴۱ء] سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ ایم اے او کالج علی گڑھ میں تحصیل علم کے بعد الہ آباد یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ ۱۸۹۹-۱۹۰۰ء میں علی گڑھ میں تاریخ اور فلسفہ کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۰۱ء میں پنجاب پروانشیل سروس مقابلہ کا امتحان پاس کر کے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر منتخب ہوئے۔ مسلم لیگ اور بعض دوسری تنظیموں سے بھی وابستہ رہے۔ علامہ اقبال سے بڑا تعلق تھا۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کی بڑی مدد کی۔ ۱۵/مارچ ۱۹۴۱ء میں اپنے آبائی گاؤں بھرت شرقی میں انتقال کیا۔ یہ جب علی گڑھ میں پروفیسر تھے علامہ شبلی کے صاحبزادے حامد حسن نعمانی وہاں طالب علم تھے۔ اور غالباً ان کے بہت قریب تھے۔ اور وہ بوجوہ وہاں سے فرار ہو گئے۔ اس مسئلہ میں علامہ شبلی نے ان سے خط کتابت کی تھی۔ یہ خطوط حامد حسن نعمانی نے اشاعت کے لئے نہیں دئے۔ لیکن محفوظ رکھا

تھے۔حال میں ان کے داماد کیپٹن سہیل سلطان نے وہ خطوط ناچیز کو فراہم کئے۔افسوس اب وہ بھی وفات پا چکے ہیں۔اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے۔

علامہ شبلی کے ان خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ پروفیسر مہدی زماں سے قریبی تعلقات تھے۔

(۲) حامد حسن نعمانی

(۳) خانقاہ پھلواری: پھلواری شریف بہار کی مشہور خانقاہ۔

(۴) صادق: ایم اے او کالج کے طالب علم اور حامد حسن نعمانی کے دوست تھے۔

(۵) حامد حسن نعمانی اس وقت علامہ شبلی اور ان کے برادران میں اکلوتے فرزند تھے۔

(۶) سر اقبال احمد سابق چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ علامہ شبلی کے بھتیجے اس وقت ایم اے او کالج علی گڑھ کے طالب علم تھے۔

ooo

[۵۲]

شاکر میرٹھی (۱) کے نام

[۱]

مکرمی! تسلیم

سنین تصنیف تو بغیر ملاحظہ کتب بتا نہیں سکتا، البتہ ترتیب تصنیف یہ ہے:

مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم (غالباً ۱۸۸۴ء)، المامون، سفرنامہ روم، الفاروق، علم الکلام، الغزالی، الکلام، موازنہ، شعرالعجم، رودادیں الگ ہیں۔

علمی شوق والد اور گھر کی تربیت کا اثر تھا۔ خاندان میں علم کا چرچا تھا اور تمام بزرگ مصروف علم تھے۔ اس زمانہ کی طالب علمی بہت مشکل تھی۔ یکہ پر سفر کرتے تھے۔ پیدل بھی چلنا پڑتا تھا۔ یہ سب میں نے خوشی سے گوارا کیا تھا۔ دو دفعہ والد کی اجازت کے بغیر چپکے نکل گیا۔ یہ خاص التزام رہا [اور اس میں میں منفرد تھا] کہ ہر فن مثلاً ادب، منطق، حدیث، اصول فقہ، کے لیے انہی علماء کے پاس دور دراز کا سفر کر کے گیا جو ان علوم میں تمام ہندوستان میں ممتاز تھے۔ مثلاً حدیث کے لیے مولانا احمد علی سہارنپوری (۲) ادب کے لیے مولانا فیض الحسن (۳) لاہور میں۔

والد اور تمام خاندان کی مرضی بلکہ حکم تھا کہ میں علمی مشاغل چھوڑ کر وکالت اور ملازمت کروں۔ چنانچہ مجبور ہو کر امتحان دیا اور کامیاب ہوا۔ چند روز وکالت کی، لیکن وکالت اور ملازمت سب چھوڑ دی اور علمی اشغال میں مصروف ہوا اور اس لیے معمولی معاوضہ پر اول علی گڑھ کی پروفیسری کی [۴۰/روپئے] ماہوار پر۔

متعدد دفعہ حیدرآباد اور دیگر ریاستوں میں بیش قرار تنخواہ پر بلایا گیا، لیکن علمی مشغلہ کو چھوڑ

کرنہ گیا۔حیدرآباد سے جومعمولی وظیفہ مقرر ہے،اس پرقناعت کی۔

ریاستوں نے صلے اورنذرانے دئے اوردینے چاہے لیکن ہمیشہ انکارکیااورواپس کردیا۔

رائے میں ہمیشہ آزادرہا۔سرسید کے ساتھ ۱۶ربرس رہا لیکن پولٹیکل مسائل میں ہمیشہ ان سے مخالف رہااورکانگریس کوپسندکرتارہااورسرسید سے بارہا بحثیں رہیں۔

سفرترکی ومصرصرف علمی تحقیقات کے لیے کیااورتمام مصارف خودگوارہ کئے۔ریاست رامپورنے مصارف دینے چاہے،انکارکیا۔بزرگوں نے قسطنطنیہ میں روپئے بھیجے وہ بھی واپس کر دئے۔

ہمیشہ بڑے بڑے اہم مقاصدپیش نظررہے۔

وطن یعنی اعظم گڑھ میں مسلمانوں کا کوئی اسکول نہ تھا اورمسلمان انگریزی سے الگ تھے۔میں نے نیشنل ہائی اسکول قائم کیا،اس کے اکثرمصارف خودادا کیے۔

پھرندوہ کی تحریک میں جزوغالب اورجب ندوہ بالکل مرگیا تھاتواس کواز سرنوزندہ کرکے ترقی دی۔

تصنیفات میں خاص یہ خیال رہا کہ مستقل شاخیں مکمل کردوں۔چنانچہ علم کلام،تاریخ، لٹریچر[موازنہ انیس ودبیر،شعرالعجم]تین شاخوں پرسیریزطیارکردی۔

فارسی شاعری میں زبان کواہل زبان کےاصول پربرتا۔

ملازمت تواکثرعلمی ہی اختیارکی لیکن وکالت اورسرکاری ملازمت کے زمانہ میں بھی درس وتدریس کا مشغلہ جاری رکھااوریہ فطرت تھی۔بچپن سے میری صحبت بدچلن لوگوں میں تھی اوروہ لوگ ہمیشہ ان مشاغل کی تحریک کرتے تھے،لیکن کبھی ناچ رنگ بلکہ گانے میں بھی شریک نہ ہوا۔

جب راجہ کشن پرشاد(۴)وزیرہوئے اورحسب دستورنذردینے گیا تو ان کے ایڈی کانگ نے کہا کہ آپ نے توتہنیت کاقصیدہ لکھا ہوگا؟میں نے کہا یہ اوروں کاپیشہ ہے۔میں یہ کام نہیں کرتا۔اس پرردوبدل ہوئی اورمیں نے ناگواری کے ساتھ جواب دیا کہ ''میں کسی کی مدح نہیں کرتا۔''

قلمی اور نایاب کتابیں بہت بہم پہنچائیں اور کثرت سے مطالعہ کیں۔ یہ سرسری باتیں لکھ دیں، خود اپنا آلہا کیا گاؤں۔؟

شبلی

۲۳؍ستمبر۱۹۱۲ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، نومبر۱۹۲۳ء ص۳۹۴-۳۹۵]

تعلیقات و حواشی

(۱) پیارے لال شاکر میرٹھی [۱۸۸۰-۱۹۵۶ء] میرٹھ کے رہنے والے اردو کے ممتاز ادیب اور شاعر تھے۔ ماہنامہ ادیب الہ آباد کے ایڈیٹر رہے۔ اس کے پہلے شمارے پر مولانا عبدالسلام ندوی نے ماہنامہ الندوہ لکھنو میں تبصرہ کیا تھا اور بڑی تحسین وستائش کی تھی۔ شاکر میرٹھی اخبار ریاست سے بھی کچھ دنوں تک وابستہ رہے۔ ارباب ذوق نے ان کی شاعری کی ستائش کی ہے۔

(۲) مولانا احمد علی محدث سہارن پوری [م:۱۸۸۹] علامہ شبلی کے استاذ حدیث، اپنے عہد کے ممتاز محدث۔ انہوں نے احادیث کی متعدد قلمی کتابیں مرتب کر کے شایع کیں۔ جامع ترمذی ۱۲۶۵ھ میں اور صحیح بخاری ۱۲۶۷ھ میں انہوں نے شائع کیں۔ قدیم علماء اور سلف کی یادگار تھے۔

(۳) مولانا فیض الحسن سہارن پوری [م:۱۸۸۷ء] علامہ شبلی کے استاذ، ہندوستان میں ادب عربی کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر رہے۔ [تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مولانا فیض الحسن ادیب سہارن پور حیات وخدمات۔ از مولانا عتیق الرحمٰن اصلاحی]

(۴) مہاراجہ سرکشن پرشاد شاؔد [۱۸۶۴-۱۹۴۰ء] وزیر اعظم حیدرآباد۔ قادرالکلام شاعر تھے۔ اہل علم کے بڑے قدر داں اور بڑے وضع دار شخص تھے۔ پیش کاری سے ترقی کر کے ریاست حیدرآباد کے مدارالمہام وصدر اعظم کے عہدہ پر پہونچے۔ متعدد کتابیں لکھیں۔ چند کے نام یہ ہیں: باغ شاد، بیاض شاد، جذبات شاد، رباعیات شاد، مثنوی آئینہ وجود، پریم درپن، جلوہ کرشن، جام جہاں نما وغیرہ۔ ان کی خدمات کے صلہ میں برطانوی حکومت نے سر اور ریاست حیدرآباد نے یمین السلطنت کے خطاب سے نوازا۔

[۵۳]

قاضی محمد خلیل (۱) کے نام

[۱]

مکرمی!

والا نامہ پہنچا۔ آپ کے جوش اسلامی کا معترف ہوں لیکن ترجمانی سے کہاں کام چل سکتا ہے۔ اپنا دل اور زبان دوسرے کو کیونکر دے دوں۔

اور ندوہ کی یہ حالت ہے کہ غریبوں نے راس المال بھی خرچ کیا۔ اب بالکل صفائی ہے۔ سب سے بڑا کام سرمایہ کا محفوظ رکھنا، روپیہ کا جمع کرنا۔

شملے کے لوگوں نے بلایا تھا، میں گیا اور بقدر حیثیت وہاں سے کامیاب آیا۔ تمام ہندوستان کا دورہ کرنا ہے۔ جا بجا خطوط بھیجے ہیں۔ ندوہ اسی لئے ہے کہ ضرورت کے موافق مولوی پیدا ہوں، لیکن ندوہ مدت سے بے والی و وارث رہا۔ میں نے آ کر انگریزی کے صیغہ پر خاص توجہ کی۔ اب وہ ابتدا سے لازمی کر دی گئی۔ فراغ تحصیل کے بعد اور پڑھنے پر طلباء اس قابل ہوں گے کہ انگریزی میں وعظ کہہ سکیں۔

آپ الندوہ کے خریدار ہیں یا نہیں؟ وہ ہر حیثیت سے خریدنے کے قابل ہے۔ پرزور ماہوار علمی رسالہ ہے۔ ندوہ کے حالات بھی ہوتے ہیں۔ قیمت کل [۲/روپئے] سالانہ ہے۔ ضامن سے فرمایئے کہ ویلو کی اجازت دیں اور آپ خود بھی۔

میری آخر تصنیفات علم الکلام، الکلام شائع ہو گئی ہیں۔ سوانح عمری مولانا روم مدت سے مطبع میں گئی ہے۔ والسلام

شبلی

۲۹/اگست ۱۹۰۵ء

[ماخذ: مکتوبات مشاہیر ص ۴۵، مرتبہ مولوی لطیف احمد، الہ آباد)

تعلیقات و حواشی:

(۱) خان بہادر قاضی محمد خلیل حیراں[۱۸۷۹-۱۹۳۹ء] رئیس اعظم بریلی، خلیفہ سوم کی نسل سے تھے۔ان کا خانوادہ مدت دراز سے بریلی کے عہدہ قضا پر فائز تھا۔خود قاضی محمد خلیل حیراں بھی اس عہدہ پر فائز رہے۔

یہ قاضی عبدالجمیل جنون کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔مولانا ہدایت علی اور مولانا محمد فضل حق پرنسپل مدرسہ عالیہ رام پور سے شرف تلمذ حاصل تھا۔علوم دینیہ کے ساتھ شعروادب سے بھی آراستہ تھے۔شاعری میں مہارت حاصل تھی۔ان کا کلام راقم کی نظر سے گذرا ہے۔

قاضی محمد خلیل حیراں میں قومی وملی جذبات بھی بہت تھے۔فلاح و بہبود کے کاموں میں بڑھ کر حصہ لیتے۔پبلک انسٹی ٹیوٹ بریلی کے رکن اور بریلی کالج کے ٹرسٹی تھے۔علاوہ ازیں ایجوکیشنل کانفرنس بریلی اور انجمن اسلامیہ روہیل کھنڈ کے نائب صدر، یتیم خانہ اسلامیہ بریلی کے گورنر، مسلم لیگ بریلی کے چیرمین اور مدرسہ عالیہ عربیہ مصباح العلوم کے بھی صدر رہے۔چونکہ سرکاری طور پر عہدہ قضا پر فائز تھے اس لئے دربار میں شریک ہوتے۔۱۹۳۹ء میں بریلی میں وفات پائی۔

قاضی صاحب کے نام علامہ شبلی کے خط سے واضح ہے کہ دونوں کے درمیان خط وکتابت تھی۔ مگر اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔مولوی لطیف احمد کی مرتب کردہ کتاب ''مکتوبات مشاہیر'' مطبوعہ الہ آباد میں علامہ شبلی کا ایک خط شامل ہے۔

○○○

[۵۴]

حامد حسن نعمانی (۱) کے نام

[۱]

کالج بند ہوگا۔ اب کتابوں کی کیا ضرورت ہے؟ کیا تم نے حساب دیدیا ہے۔ کیا تم تعطیل میں بھی علی گڑھ رہوگے۔

کان پور میں ہفتہ سے زیادہ رہوں گا۔ تم مجھ سے ملتے جاؤ۔ انور گنج مکان ندوۃ العلما میرا پتہ ہے۔

شبلی

کان پور [۵؍اگست ۱۸۹۸ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۲]

معلوم ہوتا ہے تم کو میرا جواب نہیں پہنچا۔

خیر اب فوراً کانپور محلّہ انور گنج دفتر ندوۃ العلما میں آؤ۔ خرچ راہ کسی سے قرض لے لینا۔ یہاں سب ادا کرادیا جائے گا۔

شبلی نعمانی

۱۰؍اگست [۱۸۹۸ء] کان پور

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

[۳]

عزیزی

تم فوراً اپنے حالات صحت سے آگاہ کرو۔ علاج میں کتنے دن صرف ہوں گے۔ علی گڑھ سے تمہارا نام خارج ہو گیا ہے اور [بارہ روپئے] بقایا کے مجھ کو ادا کرنے پڑے ہیں۔

شبلی نعمانی

اعظم گڑھ ۴؍اکتوبر ۱۸۹۸ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۴]

عزیزی حامد

ایک دوست کا خط آیا کہ تم کو افاقہ نہیں ہوا یا بہت کم ہوا۔ اس لئے علاج کسی اور سے کرنا اچھا ہوگا۔ کیا یہ صحیح ہوگا۔ فوراً لکھو۔

شبلی نعمانی

اعظم گڑھ۔ ۲۱؍اکتوبر ۱۸۹۸ء (۲)

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۵]

وہی حال ہے۔ اب ڈاکٹری علاج ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے خرچ تو البتہ سو روپیہ ماہوار بڑھ گیا ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔

احسان علی (۳) نام جلد ساز بالائے قلعہ رہتا ہے۔ اس کے پاس جا کر دریافت کرو کہ الفاروق کی جلدیں کیوں باندھ کر نہیں بھیجتا۔ ۳؍مہینہ گذر چکا ہے۔

شبلی نعمانی

۴؍مئی[۱۸۹۹ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۶]

جیسا تم دیکھ کر گئے تھے، ویسا ہی ہوں۔ اچھا ہو جاتا ہوں، پھر بیمار پڑ جاتا ہوں، احسان علی جلد ساز بالائے قلعہ شہر میں رہتے ہیں۔ ان کے پاس الفاروق جلد بندھنے کے لئے گئی ہے، اب تک نہیں آئی، تم خود جا کر دیکھو کیا حال ہے۔ تمہارا ماہوار خرچ بورڈنگ کا کیا ہے۔ تعطیل میں تم کہاں رہو گے۔

تمہارے خسر صاحب نے انتقال کیا۔

شبلی نعمانی

۱۴؍مئی[۱۸۹۹ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۷]

جب تم اپریل میں نصف مہینہ بھی بورڈنگ میں نہیں رہے تو (بیس روپیہ) کیوں کر خرچ ہوا۔ بہر حال میں نے میر ولایت حسین صاحب کو لکھ دیا ہے، وہ ضروری خرچ تم کو دے دیں گے۔ تم جون پور میں سمیع (۴) کے پاس رہو اور پندرہ دن کھنڈا میں قیام کرو۔

شبلی

۳۱؍مئی[۱۸۹۹ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۸]

سوالات ذیل کا جواب لکھو

کس تاریخ کو کالج میں داخل ہوئے۔ بورڈنگ و کالج کا اس وقت تک کس قدر مطالبہ ہوا۔ کس قدر ادا ہوا، اب کس قدر باقی ہے، تعطیل میں کہاں پر رہو گے۔ وہاں سے خرچ ہرگز نہ لو۔

شبلی

اعظم گڑھ

[۲/جولائی ۱۸۹۹ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۹]

علی گڑھ

تم مجھ سے کیوں پوچھتے ہو، تم جو چاہو میں اس پر راضی ہوں۔ پڑھو یا نوکری کر و یا اور جو چاہو، صرف اس قدر ہے کہ میری تنخواہ سو روپیہ ہے اس لئے [۲۵/روپئے] سے زیادہ میں نہیں دے سکتا۔ بے شبہ وہ اتفاقی ہی خرچ تھے جو تم کو پیش آئے لیکن یہ امر بالکل قطعی اور یقینی ہے کہ ہمیشہ ایسے ہی اتفاقی خرچ پیش آتے رہیں گے کیوں کہ.......... بہتر تو یہ ہے کہ دو ایک روز کے لئے مجھ سے مل جاؤ۔ سامنے جو بھی رائے قائم ہو سکے گی کہ تم کو کیا کرنا چاہئے تم نے خود ہی لکھا کہ ہاں نوکری مناسب ہے۔ اب اس قدر بیزار ہو۔

شبلی

اعظم گڑھ

۲۶/جولائی [۱۸۹۹ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۱۰]

خط پہنچا، حافظ ڈیوٹی (۵) کو میں کل خط لکھ دوں گا۔

کلکتہ جا کر جو تمہارا حرج ہوا کیا وہ کم ہے کہ تم کو پھر لاہور وغیرہ جانا چاہئے، کیا صرف کھیل کے لئے کالج میں رہنا چاہئے۔ ممکن ہے کہ افسران کالج تم کو مجبور کرتے ہوں، اگر ایسا ہے تو فوراً لکھو کہ میں تم کو معاف کرادوں۔

بوٹ کی قیمت [۸ یا ۹/روپیہ] ہوئی۔ کوٹ تم نے نیا بنوایا تھا وہ کیا ہوا۔

میری یہ حالت ہے کہ جو کچھ روپیہ تھا وہ صرف ہوگیا۔ راستہ کا خرچ بھی نہیں کہ کہیں کا قصد کروں۔ تنخواہ کا انتظار ہے۔ ادھر اپنے سرکاری کاغذات چھپوار ہا ہوں، اس کی اجرت بالکل قرض پر ہے۔ اگر تم دورہ پر نہ جاؤ تو نہ تم کو کوٹ کی ضرورت ہے نہ کسی اور چیز کی۔

شبلی

الہ آباد۔ ۲۱/جنوری ۱۹۰۰ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۱۱]

تم نے لکھا تھا کہ میر کلن (۶) نے کچھ روپئے دینے کے لئے کہا ہے۔ ان کے پاس چھ روپئے سے زیادہ تھے۔ اس لئے [۵/روپیہ] جیب خرچ اس میں سے محسوب کرلو۔

کپڑوں کے لئے خرچ اس وقت بھیجوں گا، لیکن اگلے مہینہ کا خرچ میں مارچ سے پہلے نہیں بھیج سکتا۔ یعنی جب تک تنخواہ نہ آجائے۔

میں مرزا پور گیا تھا اور بعض کام درپیش ہیں۔

میر ولایت حسین صاحب نے مطلق جواب نہیں دیا۔ تم ضرور مل کر جواب لکھواؤ اور یہ تو تم بھی لکھ بھیجو کہ انٹرنس وایف. اے کورس چھپ گیا یا نہیں۔ والسلام

شبلی

الہ آباد [غالباً فروری ۱۹۰۰ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۱۲]

اقبال احمد (۷) کا وہ تنہا خرچ نہ تھا بلکہ مختار (۸) کا بھی تھا، تم دو کو ایک سمجھتے ہو۔

بلٹی اس قدر دیر میں آئی کہ ۱۷/روپیہ تاوان دے کر آج پتھر اتروایا گیا۔ تمہارے خرچ کی بات یہ ہے کہ [۱۹/روپئے] کالج کے مصارف ہوں گے۔ باقی [۵/روپیہ] جیب خرچ کے جایا کریں گے۔

مجھ کو بخار آتا ہے۔

شبلی

۱۳/اپریل [۱۹۰۰ء] اعظم گڑھ

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۱۳]

میاں علی احمد (۹) پر تمہارے ہاں کے نیل کے حساب میں [۲۰۰/روپئے] باقی ہیں جس میں سے انہوں نے بابو (۱۰) کے اور میری معرفت [۱۰۰/روپئے] دیا تھا۔ سو باقی ہیں۔ اس کی نسبت اب تقاضہ ہوا تو ان کے رجسٹر حساب میں لکھا ہے کہ سو روپیہ حامد کو دیئے گئے، کیا تم نے کبھی علی احمد مرحوم سے سو روپئے لئے۔

فوراً جواب لکھو۔

شبلی

اعظم گڑھ۔ ۱۶/جون [۱۹۰۰ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

[۱۴]

میں یہاں تک آ گیا۔ دو ایک روز میں الہ آباد پہنچوں گا۔

تم سب پروفیسروں سے سرٹیفیکیٹ لے کر فوراً الہ آباد آ و۔ وہیں سے سامان سفر ہو کر آ گے بڑھیں گے۔ وہیں کپڑے بھی بنیں گے۔

البتہ اگر کوئی صورت ملازمت کی وہاں پیدا ہو رہی ہو تو ٹھہر جاؤ اور مجھ کو الہ آباد کے پتہ سے مطلع کرو۔

شبلی نعمانی

مرزاپور۔ ۱۶؍جون [۱۹۰۰ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۱۵]

بہت پہلے تمہارے پاس روپے بھیج دیئے گئے۔ پہنچے ہوں تو فوراً چلے آ ؤ۔ ورنہ اطلاع دو کہ میں دریافت کروں۔ والدعاء

شبلی نعمانی

یکم جولائی ۱۹۰۰ء، الہ آباد

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۱۶]

آج حکیم عبدالولی صاحب (۱۱) نے مفصل فرد حساب دواؤں کی بھیجی۔ وہ تمہارے بیان سے بالکل مختلف ہے۔ علی گڑھ جاتے ہوئے جو تم نے علاج کیا اور مجھ سے قیمت منگوائی وہ بالکل ادا نہیں کی افسوس۔ اٹلی اگر گیا تو تم کو لے چلوں گا (۱۲)، لیکن تیسرے درجہ میں۔

حامد!

بیماری کے زمانہ میں تم نے بڑے زور سے لکھا تھا کہ میں اپنا اعتبار ثابت کروں گا۔ کیا اس کا یہی طریقہ ہے۔

شبلی

۳۰/جولائی [۱۹۰۰ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۱۷]

فوراً ایک جلد بی.اے کورس و ایک جلد ایف.اے کورس ڈیوٹی سے میرے حساب میں بنام مولوی محی الدین اسسٹنٹ پروفیسر میور کالج (۱۳) بھیجوادو، بشرطیکہ یہ کتابیں بنام حکیم قنبر علی صاحب الٰہ آباد (۱۴) پہلے نہ جا چکی ہوں۔

شبلی

اعظم گڑھ، ۱/۱ کتوبر ۱۹۰۰ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۱۸]

خط پہنچا، تمہارے لکھنؤ نہ جانے سے والد قبلہ بلکہ تمام لوگوں کو رنج ہوا، ممکن تھا کہ تم وہاں قیام نہ کرتے، لیکن علی گڑھ جاتے ہوئے والد قبلہ کو دیکھتے جاتے تو ان کی خاطر داری ہو جاتی۔ یہاں سے مولوی سعید (۱۵)، ماموں صاحب (۱۶)، میاں عثمان (۱۷)، والد کے دیکھنے کے لئے جارہے ہیں۔

میاں حمید (۱۸) کو اپنی نسبت خود کچھ معلوم نہیں۔ وہاں سے طلبی آئی تو کیوں نہ جائیں۔ ہاں مکان پر خوب پانی برسا، اب کچھ شکایت نہیں۔ [۳۵/روپیہ] بھیج چکا ہوں۔ والدعاء

شبلی۔ اعظم گڑھ

۴؍اکتوبر ۱۹۰۰ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۱۹]

تحریر کرو کہ نواب محسن الملک (۱۹) کہاں ہیں اور ان کے استعفیٰ کا کیا فیصلہ ہوا۔ والدعاء

شبلی

اعظم گڑھ، ۱۸؍اکتوبر ۱۹۰۰ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۲۰]

چودہ روپے بھیجے جاتے ہیں۔ اچکن ولحاف کے لئے، تو شک کا کام کمبل دے گا۔ افسوس ہے کہ تم کو مولوی صاحب کا اعتبار آیا کہ ان کی تجویز پر عرق کھچوانا چاہتے ہو۔

شبلی

اعظم گڑھ، ۲۴؍اکتوبر ۱۹۰۰ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۲۱]

صد افسوس!

تمہارا باپ یتیم ہو گیا۔

والد نے ۱۲؍نومبر وقت صبح دنیا کو رخصت کیا۔(۲۰)

والدعاء

شبلی۔۱۴رنومبر ۱۹۰۰ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۲۲]

فوراً امور ذیل سے مطلع کرو۔

۱۔انٹرنس کورس (۲۱) پارسال ڈیوٹی سے کس قدر فروخت ہوا۔

۲۔تقریباً ہرسال کس قدر جلدیں انٹرنس کورس کی فروخت ہوتی ہیں۔

۳۔ڈیوٹی میں کس قدر نسخے انٹرنس کورس کے موجود ہیں۔

یہ سب امور مہتمم ڈیوٹی سے دریافت کر کے لکھو۔والدعاء

شبلی

اعظم گڑھ،۳۰رنومبر ۱۹۰۰ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۲۳]

قرضہ کی رقومات [میں] دیر ہو رہی ہیں۔

والد قبلہ نے ۲۶رہزار قرضہ چھوڑا ہے۔

لکھنؤ کو کیا تم نے ڈیوٹی سے روپئے بھیجے ہیں اور انہوں نے قرضہ دیا جب کہ میرا روپیہ موجود تھا۔ماریسن صاحب برات کی تاریخ کو سمجھاتے ہیں۔(۲۲)

شبلی

اعظم گڑھ۔[۳ردسمبر ۱۹۰۰ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۲۴]

میں نے ابتدا سے حساب نہیں پوچھا تھا، صرف یہ دریافت کر کے فوراً اطلاع دو کہ پارسال کس قدر نسخے انٹرنس کورس کے فروخت ہوئے۔

حیدرآباد سے اب تک روپئے نہیں آئے (۲۳) سخت تکلیف ہے، چھاؤنی (۲۴) کے تمام مصارف اب مجھ پر اور اسحاق پر ہیں۔ بالکل قرضہ سے کام چل رہا ہے اور تنخواہ آئے بھی تو اس سے کیا ہوتا ہے۔

کلکٹر صاحب نے تم کو نہ دیکھا نہ بھالا۔ علم غیب پر کیوں کر لکھ دیں گے۔ اس کے علاوہ اب بی. اے بہ مشکل لئے جاتے ہیں۔ انٹرنس کا کیا حساب ہے۔ تاہم تم موجود ہوتے تو کہا بھی جاتا۔ یوں کون سا طریقہ ہے۔

شبلی

۹ر دسمبر [۱۹۰۰ء] جواب طلب

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۲۵]

ٹسٹ کے نمبر تمہارے پرنسپل صاحب نے میرے پاس بھیجے، حساب میں ۲ نمبر ملے ہیں۔ اس حالت میں بے فائدہ شریک امتحان ہوتے ہو اور فیل ہونے کی بدنامی اٹھاتے ہو۔ یہ کہنا قسمت بھی ایک چیز ہے، یہ کہنا ہے کہ قسمت سے بغیر تخم ریزی کے غلہ پیدا ہوسکتا ہے۔

اگر شریک امتحان ہونا تو [۲۲ر روپئے] ماہوار خرچ کے لے کر باقی ڈیوٹی کو واپس کر دینا، سب رقم کا حساب مجھے بتا دینا۔ والدعاء

شبلی

اعظم گڑھ۔ ۹ر دسمبر [۱۹۰۰ء]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

[۲۶]

انشاءاللہ ۳۱؍جنوری سے پہلے میں خود علی گڑھ پہنچوں گا۔

مصائب، مصارف اور تکلیفات حد سے گذر گئیں، اس لئے گھبرا کر نکلتا ہوں۔علی گڑھ دو ایک روز رہ کر معلوم نہیں کہاں جاؤں۔

شبلی

اعظم گڑھ۔۲۰؍جنوری ۱۹۰۱ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

[۲۷]

خط پہنچا، تعطیل کھلنے پر روپئے بھیج دیئے جائیں گے۔

افسوس تم پر پھر ایک روپیہ بقایہ نہ جمع ہوا۔ضعف کی حالت میں چلنا پھرنا اور دوڑ دھوپ تم نے ترک نہ کی ہوگی، اس لئے بخار پھر آ گیا۔تندہی سے علاج اور احتیاط کرو۔

شبلی

بھوپال–۲۰؍اکتوبر ۱۹۰۵ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

[۲۸]

۱۴؍مئی کو اعظم گڑھ میں جلسہ اسلامیہ ہے، اس میں انشاءاللہ میں جاؤں گا۔وہیں روپیہ بھی ادا کر دوں گا۔تم نے (۱۵۰؍روپیہ) جوندوہ کے لئے دینے کو کہا ہے یہ غالباً زنانہ کے زیور کی قیمت ہوگی، یا اور کوئی رقم ہے۔

تم بھی اس زمانہ میں اعظم گڑھ آؤ تو بہتر ہے۔فاطمہ (۲۵) اب بہت بیمار رہتی ہے، اس

کا علاج کرنا ضروری ہے۔ میں اعظم گڑھ بلاؤں گا اور ضرورت ہوگی تو لکھنؤ بھی لاؤں گا، اس وقت سے بھی زنانہ بلانا ہوگا۔

شبلی

لکھنو، ۲۵/اپریل ۱۹۰۹ء

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۲۹]

عزیزی

میں تمہارے خط کا جواب اس لئے نہ دے سکا کہ ۲/مارچ کو الٰہ آباد میں سرکاری کمیٹی میں بلایا گیا تھا اور وہاں سے وقف اولاد (۲۶) کے معاملہ میں کلکتہ جانا پڑا۔ ابھی یہاں آیا ہوں اور غالباً ایک ہفتہ تک رہنا ہو۔ ۱۵/مارچ کو پھر اسی کے لئے الٰہ آباد جانا ہے۔

شبلی

۱۰/مارچ ۱۹۱۲ء۔ لکھنؤ

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۳۰]

حامد!

لونیا جاتا ہے۔ اس کو دیونئی یا اور کوئی مقام جہاں کنکر پیدا ہوتا ہو، بتا دو یعنی آدمی اس کے ساتھ کر دو۔ جب وہ آ کر تم سے کام کے شروع کرنے پر رضامند ہو تو اس کو کچھ روپے دیدو۔

بھلوٹی (۲۷) یا کوئی اور عورت یا چھوکری بھیج دو۔ زنانہ میں کام کرنے کے لئے۔ بنات النعش یا توبۃ النصوح بھیج دو۔

شبلی

[ماخذ: ماہنامہ درس شبلی نمبر بحوالہ باقیات شبلی ص ۲۲۰]

[غیر مطبوعہ: عطیہ کیپٹن سہیل سلطان]

---

[۳۱]

عزیزی!

میں کچھ پہلے یہاں سے روانہ ہوں گا اور اتوار کو گورکھپور میں موجود ہوں گا۔ شاید بستی دو ایک روز ٹھہروں۔ تم گورکھپور آ جانا۔ میں شاید ڈپٹی خلیل (۲۸) یا مولوی احسان اللہ (۲۹) کے ہاں ٹھہروں۔ اعظم گڑھ کے بنگلہ کا کرایہ کس کے پاس جاتا ہے۔

شبلی

۱۲/ستمبر ۱۹۱۱ء

[ماخذ: درس شبلی نمبر بحوالہ باقیات شبلی ص ۲۲۰]

تعلیقات و حواشی

(۱) حامد حسن نعمانی [۱۸۸۰-۱۹۴۲ء] علامہ شبلی کے اکلوتے فرزند تھے۔ ۱۸۸۰ء میں بندول میں پیدا ہوئے۔ قاضی عبدالرحمٰن حیرت کی سرپرستی میں نیشنل اسکول اعظم گڑھ میں تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں ۱۲/نومبر ۱۸۹۹ء کو ایم.اے.او. کالج علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں ایف.اے اور ۱۹۰۵ء میں تحصیل داری کا امتحان پاس کر کے تحصیل دار مقرر ہوئے۔ دیوگاؤں میں پہلا تقرر ہوا۔ بعدازاں جونپور اور ضلع بستی کی تحصیل ڈومریا گنج کی تحصیلوں میں تحصیل دار رہے۔ کچھ دن گورکھپور میں بھی تحصیلداری کی۔ حسن کارکردگی کی وجہ سے میڈل ملے۔ پولو کھیلنے کے بڑے شوقین تھے۔ گورکھپور میں ایک پولو گراؤنڈ ان سے منسوب تھا۔ ایک مرتبہ بڑا انعام حاصل کیا۔ اس زمانہ میں علامہ شبلی ندوہ کے معتمد تعلیم تھے۔ ایک محفل میں کسی نے ان کے انعام حاصل کرنے کا فخریہ ذکر کیا تو علامہ شبلی نے کہا کہ یہ تعریف کسی نٹ کے بیٹے کی ہو سکتی ہے، شبلی کے بیٹے کی نہیں۔ [مولانا عبدالباری ندوی، سرگذشت ص ۱۵]

وہ عمر میں مولانا سید سلیمان ندوی سے دو تین سال بڑے تھے۔ باوجود اس کے انہیں بھائی صاحب کہا کرتے تھے اور ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اعزہ واقربا کو دارالمصنّفین کے معاملات میں دخل دینے، حتیٰ کہ وہاں جانے سے بھی منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بھائی صاحب [سید صاحب] اس کے اصل وارث ہیں اور وہ ابا کی یادگار کو بہت ترقی دے رہے ہیں۔ خود سید صاحب انہیں بہت قریب رکھتے تھے۔ جب انہوں نے دفعتاً انتقال کیا تو سید صاحب بھی بے قرار ہوئے اور معارف میں ان کا ماتم کیا۔

حامد حسن نعمانی نے ۲۰ / مارچ ۱۹۴۲ء کو جون پور میں جہاں وہ کسی ذاتی کام سے گئے ہوئے تھے دفعتاً انتقال کیا۔ وہاں سے جنازہ اعظم گڑھ لایا گیا اور شبلی منزل میں علامہ شبلی کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ ان کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ پانچ بیٹیاں نسیم جہاں، شمیم جہاں، تحسین جہاں، محسنہ سلطانہ، مومنہ سلطانہ تھیں۔

(۲) یہ خط اعظم گڑھ سے لکھنؤ حکیم عبدالولی صاحب (جھوائی ٹولہ) کی معرفت لکھا گیا ہے گویا حامد حسن صاحب اس وقت لکھنؤ میں مقیم اور زیر علاج تھے۔

(۳) احسان علی جلد ساز تھے۔ الفاروق کی جلد سازی انہوں نے بھی کی تھی۔ تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۴) مولوی محمد سمیع علامہ شبلی کے ابتدائی شاگرد اور عزیز تھے۔

(۵) ڈیوٹی: ایم. اے. کالج علی گڑھ کا بک ڈپو

(۶) میر کلن: تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۷) سر اقبال احمد: علامہ شبلی کے بھتیجے۔

(۸) مختار احمد: مولوی محمد سمیع کے صاحبزادے۔ علی گڑھ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ الہ آباد ہائی کورٹ میں وکالت کرتے تھے۔ شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ کی انتظامیہ کے رکن تھے۔ الہ آباد میں وفات پائی۔ ان کے مزید حالات دستیاب نہ ہوسکے۔

(۹) میاں علی احمد: تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۱۰) بابو: تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۱۱) حکیم عبدالولی: جھوائی ٹولہ لکھنؤ کے مشہور حکیم۔ علامہ شبلی کے احباب میں تھے اور معالج بھی۔

ایک بار حامد حسن نعمانی کا بھی ان سے علاج کرایا۔

(۱۲) اٹلی: اورینٹل کانفرنس میں شرکت کا ارادہ

(۱۳) مولوی محی الدین میور کالج الہ آباد میں اسسٹنٹ پروفیسر تھے۔ مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔

(۱۴) حکیم قنبر علی: حالات معلوم نہ ہو سکے۔

(۱۵) مولوی سعید: موضع بندول کے رہنے والے اور اعظم گڑھ کے ممتاز وکیل تھے۔ محلّہ معتبر گنج شہر اعظم گڑھ میں کوٹھی بنائی تھی جو اب تک قائم ہے اور اس میں ان کے خانوادے کے افراد مقیم ہیں۔

(۱۶) مولوی محمد سلیم وکیل کورٹ اعظم گڑھ، جامعہ احمدیہ آرا کے فاضل اہل حدیث عالم، موضع پھریہا کے رہنے والے علامہ شبلی کے ماموں تھے۔

(۱۷) میاں عثمان: علامہ شبلی کے چچا کے پوتے تھے۔ علامہ شبلی نے اپنے ساتھ علی گڑھ میں رکھ کر تعلیم دلائی تھی۔ بعد میں شہر الہ آباد کے کوتوال مقرر ہوئے۔ مکاتیب شبلی میں کئی مقام پر ان کا نام آیا ہے۔ بقیہ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(۱۸) میاں حمید: علامہ شبلی کے ماموں زاد بھائی مولانا حمید الدین فراہی [۱۸۶۴-۱۹۳۰ء] صاحب تفسیر نظام القرآن۔

(۱۹) تحریک علی گڑھ کاروان اول کے رکن اعظم، نواب محسن الملک مولوی مہدی علی

(۲۰) علامہ شبلی کے والد شیخ حبیب اللہ وکیل کورٹ اعظم گڑھ کے سانحہ انتقال کی اطلاع۔

(۲۱) انٹرنس کورس فارسی: علامہ شبلی نے طلبائے فارسی الہ آباد یونیورسٹی جس کے وہ خود بھی فیلو تھے، ان کے لئے ایک کورس تیار کیا تھا جو تین کتابوں انٹرنس کورس، ایف. اے کورس اور بی. اے کورس فارسی پر مشتمل تھا، راقم نے اول الذکر دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ البتہ آخر الذکر کی تفصیلات پڑھی ہیں۔ کتاب نظر سے نہیں گذری، ایک اطلاع کے مطابق بی اے کورس فارسی کا ایک نسخہ ڈاکٹر تحسین فراقی لاہور کے ذاتی ذخیرہ میں محفوظ ہے۔

(۲۲) ماریسن: ایم. اے. او کالج علی گڑھ کے پرنسپل تھے۔

(۲۳) میر محبوب علی خاں، نظام حیدر آباد کے جاری کردہ وظیفہ کی ماہوار رقم۔

(۲۴) شیخ حبیب اللہ کی دوسری اہلیہ، ان کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ ان سے ایک بیٹے محمد پیدا ہوئے، جنہوں نے کلکٹری کا امتحان پاس کیا تھا، لیکن جوائن کرنے سے پہلے یکا یک وفات پائی۔ ان کی جواں مرگی سے شیخ حبیب اللہ کو سخت صدمہ پہنچا۔

(۲۵) فاطمہ خانم (م:۱۹۰۹ء) علامہ شبلی کی بڑی صاحبزادی۔

(۲۶) وقف علی اولاد: علامہ شبلی کا ایک عظیم الشان کارنامہ جس میں وہ پانچ برس تک مسلسل مصروف رہے۔ ہندوستان کے تمام مشاہیر علما اور قانون دانوں سے رابطہ کیا اور وقف علی الاولاد کے لئے تحریک چلائی جس میں بالآخر وہ کامیاب ہوئے اور قانون وقف علی الاولاد منظور ہوا۔

(۲۷) بندول سے لگی ہوئی ایک آبادی جو عرف عام بھروٹی کہی جاتی ہے۔ وہاں کی عورتیں بندول کے گھروں میں کام کرتی تھیں۔

(۲۸) ڈپٹی خلیل صاحب گورکھپور کے مشہور اور نمایاں لوگوں میں تھے۔ علی گڑھ تحریک سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ گورکھپور کے مشہور ڈاکٹر عزیز احمد صاحب انہیں کے پوتے ہیں۔

(۲۹) مولوی احسان اللہ عباسی [۱۸۶۵-۱۹۲۸ء] اصلاً چریا کوٹ ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ گورکھپور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ بڑے پڑھے لکھے اور باشعور شخص تھے۔ علی گڑھ کالج کے اولین طالب علم تھے۔ ماہر قانون داں تھے۔ بار ایسوسی ایشن کی بنا انہیں نے ڈالی۔ ایک بڑے اہل قلم تھے۔ متعدد کتابیں لکھیں، جس میں تاریخ بھی ہے اور ناول بھی۔ افسانے بھی ہیں اور مذہبی کتابیں بھی۔ گورکھپور کا مشہور اخبار ''الوقت'' انہیں نے جاری کیا تھا۔

○○○

[۵۵]

میر صدر الدین حسین (۱) کے نام

[۱]

جنابِ من! تسلیم

والا نامہ پہنچا مشکور کیا، بے شبہ میں نے بہت سے وعدے کئے تھے، لیکن صورت یہ ہے کہ ایک الفاروق کی تالیف میں آج پانچواں برس ہے، برابر مصروف ہوں اور ابھی تک انجام کو نہیں پہنچی، اس لئے ترکی کا سفر کیا، ہندوستان کے تمام کتب خانے چھانے، یورپ سے کتابیں منگوائیں، اس پر بھی کتاب ناتمام ہے۔قرطبہ اور نیشا پور کے درباروں کے سین دکھانے کے لئے ان ملکوں کا سفر کرنا چاہیئے، اس کے لئے روپیہ کہاں سے آئے۔قوم کی قدردانی کا یہ حال ہے کہ کتاب کا ایک دو ایڈیشن بک جانا قدر دانی کی معراج سمجھی جاتی ہے۔ میں کچھ دولت مند آدمی نہیں۔تاہم کل مصارف خود اپنے پاس سے برداشت کئے اور کرتا ہوں۔اس میں جو کچھ بن آجاتا ہے اس کو غنیمت خیال کیجئے۔باقی پوری سرگرمی سے کام ہونا تو ہم مسلمانوں سے کہاں ہوسکتا ہے۔ یہ قرعہ اب دوسروں کے نام ہے۔ **و تلک الایام ندا و لها بین الناس.**

والتسلیم

شبلی نعمانی

الہ آباد۔۱۱رستمبر ۱۸۹۷ء

(ماخذ: ماہنامہ نیرنگ خیال، لاہور، نومبر ۱۹۲۴ء)

تعلیقات وحواشی

(۱) نواب میر صدرالدین حسین خاں بڑودہ کے رئیس اور بڑے علم دوست تھے۔ان کے حالات وسوانح معلوم نہ ہو سکے۔

OOO

[۵٦]

میر اصغر علی (۱) کے نام

[ا]

جناب من! سلام مسنون

آپ نے بہت مفید کتاب (۲) لکھی ہے۔ یہ ہر ایک کے لئے یکساں فائدہ رساں ہے۔ شکریہ قبول فرمایئے۔

شبلی

٦ / مارچ ۱۹۱۳ء

لکھنؤ

(ماخذ: صحیفہ لاہور، جنوری ۱۹۷۱ء، ص ۷٦)

تعلیقات و حواشی

(۱) میر اصغر علی جعفری تعلقہ دار سمستانات علاقہ حیدر آباد دکن۔ رہائش محلّہ عثمان شاہی، اصغر منزل حیدر آباد۔ مزید تفصیلات کا علم نہ ہو سکا۔

(۲) بحر الحکمت

ooo

[۵۷]

نواب غلام احمد کلامی (۱) کے نام

[۱]

جناب من!

میں نے میگزین کے ایک پرچہ میں اشتہار دیدیا ہے کہ مجھ کو پرچوں کے بھیجنے اور بھجوانے سے کچھ تعلق نہیں۔ آپ منشی نیاز محمد خاں (۲) منیجر کالج میگزین کو تحریر فرمائیں۔ ممکن تھا کہ میں آپ کا والا نامہ ان کو دے دیتا مگر براہ راست خط کتابت کا اثر زیادہ ہوگا۔

شبلی نعمانی

۵؍مئی ۱۸۹۶ء

[ماخذ: علمی نقوش، حاشیہ ص ۲۲۴]

تعلیقات و حواشی

(۱) قائدالملک نواب غلام احمد کلامی [م: دسمبر ۱۹۴۷ء] سینٹرل محمڈن ایسوسی ایشن بنگلور کے صدر تھے۔ اصلاً ریاست راجن گڑھ ترچناپلی تامل ناڈو کے چشم و چراغ تھے۔ سقوط سری رنگا پٹم کے بعد نواب آرکاٹ کی ایما پر راجن گڑھ پر قبضہ کرلیا گیا اوران کے جد امجد کو پنشن دیدی گئی۔ یہی پنشن وراثتاً نواب غلام احمد کلامی کے حصہ میں آئی جو ان کے عہد میں بائیس روپیہ آٹھ آنہ تھی۔ لہٰذا تجارت کا آغاز کیا، جس میں اللہ تعالی نے بڑی برکت عطا کی اور وہ ایک بڑے تاجر کہلائے۔

نواب غلام احمد کلامی کی شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ شبلی نے ان کا نام

ندوہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان میں داخل کرنے کے لئے پیش کیا اور وہ رکن منتخب ہوئے۔ ندوہ، علی گڑھ کالج، انجمن حمایت اسلام لاہور اور بعض دوسرے اداروں کے بھی وہ رکن اور سرپرست رہے۔ علی گڑھ کالج کے نہ صرف رکن بلکہ فیلو بھی تھے۔ ایجوکیشنل کانفرنس کے بھی وہ رکن تھے اور اس کے اجلاسوں میں شریک ہوتے۔ تحریک خلافت سے بھی انہیں گہرا لگاؤ تھا۔ علی برادران اور بی اماں تحریک خلافت کے سلسلہ میں ویلور آئیں تو انہی کے یہاں قیام وطعام رہا۔

(۲) منشی نیاز محمد خاں: تفصیل تلاش وجستجو کے باوجود مل نہ سکی۔

○○○

[۵۸]

عزیز لکھنوی (۱) کے نام

[۱]

تسلیم!

ہاں میں مقطوع الرجل ہو گیا، خدا کا شکر ہے۔ زخم کی تکلیف ابھی تک ہے۔ موازنہ [انیس و دبیر] سے متبعین دبیرؔ تو ناراض ہوئے ہوں گے۔ معلوم نہیں ارباب انیسؔ کا کیا خیال ہے؟

والسلام

شبلی

۲۷؍جولائی ۱۹۰۷ء

[ماخذ: معارف شبلی نمبر ص ۲۱۵]

تعلیقات و حواشی

(۱) مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی [۱۸۸۲-۱۹۳۵ء] کا شمار اردو کے ممتاز شعرا میں ہوتا ہے۔ مجموعہ کلام انجم کدہ، گل کدہ، گلزار ادب اور اوراق عزیز شائع ہوئے۔ نثری تصنیفات میں مرزا رسوا حیات اور کارنامے، شہید ثالث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علمی و ادبی مضامین کا ایک مجموعہ ''مضامین عزیز'' سید مسعود حسن رضوی ادیب نے مرتب کیا تھا جو ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ علامہ شبلی سے گہرے مراسم تھے۔ مگر اس خط کے سوا کوئی اور تفصیل ابتک ہاتھ نہیں آسکی ہے۔

○○○

[۵۹]

عزیز صفی پوری (۱) کے نام

[۱]

حضور والا!

پورے سال بھر سے بیمار ہوں۔ امید زیست منقطع ہو چکی تھی۔ تحریری وصیت نامہ ہو چکا تھا۔ اچھا ہو لوں تو آپ کے کلام کی داد دوں۔ اس بیماری میں بھی میں نے اس کو پڑھا اور اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ آج ہندوستان میں کوئی اس طرز کو نباہ نہیں سکتا۔

شبلی نعمانی

اعظم گڑھ۔ جون ۱۸۹۹ء

[ماخذ: درس شبلی نمبر، باقیات شبلی ص ۱۶۸-۱۶۹]

تعلیقات و حواشی

(۱) عزیز صفی پوری (۱۸۸۳-۱۹۲۸ء) اردو فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ نانیہال صفی پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد علی شاہ، نواب واجد علی شاہ کے دربار سے وابستہ رہے۔ ان کی خواہش تھی کہ عزیز بھی دربار سے وابستہ ہوں، مگر ان کی طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ مدۃ العمر شاعری کی۔ اردو کے تین اور فارسی کے چار دیوان ان کی یادگار ہیں۔

○○○

[۶۰]

قوس حمزہ پوری (۱) کے نام

[۱]

عزیزی مولوی قوس سلمہ:

زندہ باشی و جاوداں باشی

حکیم عبدالعزیز مرحوم (۲) حج سے واپس آ کر کم وبیش سال بھر زندہ رہ کر واصل الی اللہ ہوئے۔ میں ان کے فاتحہ چہلم اور مجلس مولود شریف میں شریک ہوا تھا۔ ان کے بھائی حکیم عبدالحفیظ صاحب (۳) سے اگر رجوع کرنا چاہو تو لکھنؤ آ سکتے ہو۔ مولانا نذیر احمد (۴) اور مولانا حالی (۵) کے خطوط سے معلوم ہوا کہ دونوں صاحبوں نے تمہارے پاس کلیات قوس سے متعلق اپنی بیش بہا رائیں بھیج دی ہیں۔ کلیات سے عربی قصائد نکال ڈالو، جب ان کا اسلوب بیان بھی شعرائے عرب کے مطابق نہیں تو محض عربی کی عبارت سے کیا فائدہ؟ خدا تمہارے کلام کو حسن قبول بخشے۔ یہ کلام پند ونصائح کا خزینہ اور قومی خط وخال کا آئینہ ہے۔ غزلیات کی بندشیں کچھ سست ہیں لیکن اور اصناف سخن ادب کی جان اور اخلاقی تعلیم کی زندہ تصویریں ہیں۔ دعا ہے کہ خدا تمہارے گلشن تخیل کو غالب کی جنت نظر اور فردوس گوش بنائے۔ آمین

شبلی

۷؍نومبر ۱۹۱۲ء

[ماخذ: قوس حمزہ پوری ایک تعارف ص ۸۴-۸۵]

تعلیقات و حواشی

(۱) قوس حمزہ پوری: اردو کے ممتاز اور کہنہ مشق شاعر جناب ناوک حمزہ پوری کے والد سید غلام رسول قوس حمزہ پوری [۱۸۸۵-۱۹۶۳ء] بڑے عالم، فاضل، ادیب، شاعر اور اہل قلم تھے۔ مدۃ العمر داد سخن دیتے رہے۔ ان کی شاعری کے مداح حالی، شبلی اور ڈپٹی نذیر احمد تھے۔ ان کے کلام کے دو مجموعے قرینہ غزل اور قوس قزح ان کے صاحبزادے ناوک حمزہ پوری نے مع ترجمہ مرتب کر کے شائع کر دئے ہیں۔ ایک کتاب ''جلوہ گاہ پیغمبر'' بھی ان کی یادگار ہے۔ کئی کتابیں اور مجموعہ کلام غیر مطبوعہ ہیں اور بعض ضائع ہو گئے۔

علامہ شبلی ۱۹۰۴ء میں دستار بندی کے موقع پر مولوی عبدالحق حقانی کے ساتھ ضلع گیا بہار تشریف لے گئے تھے۔ اس موقع پر قوس حمزہ پوری کی ان سے پہلی ملاقات ہوئی۔ پھر وہ ان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ ملاقات کے لئے لکھنؤ پہنچ گئے۔ ان دنوں علامہ شبلی ندوہ کے معتمد تعلیم تھے اور ان کا قیام امین آباد (لکھنو) میں تھا۔ لکھنؤ میں ان کی ملاقات حکیم عبدالعزیز [۱۲۷۱ - ۱۳۲۹ھ] کے دولت کدے پر ایک تقریب میں ہوئی۔ دوسرے دن وہ علامہ شبلی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(۲) حکیم عبدالعزیز: جھوائی ٹولہ لکھنو کے اطباء میں ایک مشہور طبیب حاذق، علامہ شبلی کے احباب میں سے تھے۔ علاج ومعالجہ کا تعلق بھی تھا۔

(۳) حکیم عبدالحفیظ: حکیم عبدالعزیز کے برادر اصغر

(۴) مولوی نذیر احمد دہلوی جن کا ذکر آ چکا ہے۔

(۵) مولانا الطاف حسین حالی۔

ooo

[۶۱]

مولانا ابوالکلام آزاد(۱) کے نام

[۱]

مکرمی!

آپ کا دلچسپ والا نامہ پہنچا۔

.......................ترجمہ کا میں مخالف نہیں ہوں، گذشتہ تعلیم میں سرسید نے مجھ سے وہ عبارت بہ جبر لکھوادی تھی، میں نے سخت انکار کیا تھا لیکن ان کا اصرار غالب آیا، میں تو ترجمہ کو اصل علمی خدمت سمجھتا ہوں بلکہ انشاءاللہ اس کا ایک باضابطہ سررشتہ قایم کروں گا۔

شبلی

۲۲/مارچ ۱۹۰۳ء

[ماخذ: لسان الصدق، اگست ستمبر ۱۹۰۴ء۔ عبدالقوی دسنوی ص ۲۰۰-۲۰۱]

---

[۲]

آپ کے ارشاد کے موافق میں نے میاں امین(۲) کو لکھ دیا تھا کہ کچھ اجزا آپ کے پاس جا چکے ان کا یہ خط آیا ہے۔(۳)

شبلی

۱۵/جون ۱۹۱۰ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۶۲]

[۳]

والا نامہ آیا اور رجسٹری کی نقل کا بندوبست کیا گیا۔ شاید ایک ہفتہ میں انجام پا جائے۔ کیا ٹھہرا۔ کیا ٹایپ میں پرچہ نکلے گا؟

ہومر (۴) کی قیمت جلد بھیج دیجئے گا۔ بڑے کام کی کتاب نکلی۔ شعر العرب کی بھی اس کے بعد بہت کم ضرورت رہ جائے گی۔

شبلی

۱۶ر جون ۱۹۱۰ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۶۴]

---

[۴]

نہ ثواب ےزمن آمدہ گنا ہے گا ہے۔

شبلی

۴ر جولائی ۱۹۱۰ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۷۲]

---

[۵]

بیمار ہوں۔

شبلی

۲۷ر اکتوبر ۱۹۱۰ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۸۶]

---

[۶]

بھائی ہدایت حسین (۵) کیا میری شکایت کو سمجھ سکتے تھے۔ میں پہلے کہہ چکا تھا کہ دیکھنے اور لکھنے کی بات نہیں۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ سفر سے معذور ہو گیا ہوں۔ الہ آباد تک ہمت نہیں ہوتی۔

حجۃ اللہ شیرستانی نے ہیئت میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں تمام جدید مسائل اور انکشافات کو قرآن مجید سے ثابت کیا ہے سر سید مرحوم سے کچھ آگے ہیں۔

موید الاسلام سے منگوا کر دیکھئے۔ بغداد میں چھپی ہے۔ میں نے مولوی ناصر حسین (۶) کے یہاں دیکھی۔ وکیل (۷) میں ندوہ کے معاملات پر لمبے آرٹکل نکل رہے ہیں۔

شبلی

لکھنؤ۔۱۳؍نومبر ۱۹۱۰ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۸۸]

---

[۷]

جواب پھر لکھوں گا۔ لیکن ضیاء الحسن (۸) کے مضمون سے مجھ کو کچھ تعلق نہیں۔ نہ مجھ کو مطلق خبر تھی۔

شبلی

۲۵؍نومبر ۱۹۱۰ء

[پ ن] ملک وملت کے انتظار تک بہت کچھ نقصان ہو جائے گا۔

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۹۶]

---

[۸]

اب تو خط سے بھی ہیں محروم ہم، اللہ اللہ۔ عبا کو آپ نے ''بہ لقاے تو'' قرار دیا۔

شبلی

۲۸؍فروری ۱۹۱۱ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۱۰۲]

---

[۹]

برادرم!

میں باہر گیا تھا، رات آیا۔ نوازش نامہ کی زیارت کی۔ المنار (۹) کا دوسرا خط آیا، ہمہ تن طیار ہیں۔ ان کی مجلس دعوت وارشاد نے ان کو شرکت جلسہ کی ترغیب دی۔ صرف یہ لکھا ہے کہ چوں کہ کاموں کا پھیلاؤ بڑھ رہا ہے، اس لیے اتنا کیجیے کہ تاریخیں ذرا آگے ہٹا دیجیے کہ انتظام کر کے آؤں۔ میں آج جواب مناسب لکھتا ہوں، خطبات علمیہ میں ناامیدی تھی۔ آپ اپنے ذمہ سب کام اور خط کتابت لیں تو کیا کہنا۔ آپ جو کچھ ندوہ کے متعلق لکھ رہے ہیں، اس کے لیے اگر الہلال (۱۰) کا انتظار ہے تو کم ازکم اگلے سال پر اٹھا رکھیے۔ ورنہ موجودہ اخبارات سے کام لیجیے۔ وکیل وزمیندار وغیرہ۔

جدید علم کلام کی شاخوں پر بھی آپ لکھئے۔ اشاعت اسلام کے متعلق میں نے خط وکتابت شروع کی تو کثرت سے اطلاعیں آئیں۔ یہ سلسلہ بڑھ رہا ہے، اس لیے اور بھی وقت کم ملتا ہے۔ عبداللہ خاں (۱۱) کو خط لکھوں گا۔ ندوہ یا شبلی کا نقشہ ابھی کیا کیجیے گا۔ نومن میں سے ابھی تو ایک ہی من مہیا ہوا ہے۔ رام پور ابھی نہیں جا سکا۔ مشکل ہے کہ کم بخت خلیل الرحمٰن واتباعہ، نواب صاحب (۱۲) کی صدر انجمنی پر راضی نہیں۔ خود جاؤں تو یہ فساد پھیلائیں گے۔ یعنی شیعہ سنی کا مسئلہ چھیڑ دیں گے۔ معقول تدبیر سوچ رہا ہوں۔

موتمر انصار دیو بند کے بانی اور دیو بند (۱۳) کے رفارمر مولوی عبیداللہ (۱۴) سے ملاقات ہوئی۔ وہ رفتہ رفتہ دیو بند کو ندوہ بنا رہے ہیں۔ ایک بی۔اے۔ کو [للعہ] ماہوار وظیفہ دے کر علوم مذہبی پڑھا رہے ہیں۔ وغیر ذالک من امثال ہذہ التدابیر۔ بہت روشن خیال اور مخلص آدمی

ہیں۔ مجھ سے کہتے تھے کہ جب تک ندوہ سے مولویوں کو نہ نکال دو گے۔ کامیابی نہ ہوگی۔

امین آباد بمبئی بن رہا ہے۔ نئے نئے ستارے بغداد و شام کی افق سے طلوع ہو رہے اور شاید لکھنؤ بمبئی سے بے نیاز بن جائے۔ ناصر علی (۱۵) کی مثنوی ملتی ہے۔ شاید ایک دو روپیہ میں آجائے۔

شبلی

لکھنؤ۔ ۲۱ر فروری ۱۹۱۲ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۱۳۸-۱۴۱]

---

[۱۰]

برادرم!

خط ملا۔ سید رشید رضا سے بنارس کی واپسی میں ملاقات ہوئی تھی۔ آپ کو بڑے شوق سے پوچھتے تھے۔ میں کل اشاعت اسلام کے دورے پر نکلنے والا ہوں۔ شعرالعجم کے لیے منشی جی (۱۶) سے کہہ دوں گا۔ الموڑہ میں میں کسی کو نہیں جانتا۔ لیکن پہنچ کر ہر جگہ شناسا نکل آتے ہیں۔ آپ قصد کریں گے تو سب کچھ مہیا ہو جائے گا۔

عبدالسلام (۱۷) کو تاکید کی تو ہے مگر دیکھئے کرتے بھی ہیں یا نہیں۔ یہ تو آپ نے سنا ہوگا کہ بیگم بھوپال صاحبہ (۱۸) نے سیرت نبوی کے اسٹاف کے لیے دوسو ماہوار مقرر کر دیے۔ لیکن مجھ کو اب بھی ہمت نہیں ہوتی۔ گرمی کی شدت ہے۔ دماغ بولایا جاتا ہے۔ کچھ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ کل کمشنر صاحب مدرسہ (۱۹) دیکھنے آتے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے۔

شبلی

۱۵ر اپریل ۱۹۱۲ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۱۴۲-۱۴۵]

---

[۱۱]

برادرم!

۱۔مطالب عالیہ کا ناقص نسخہ بھی کتب خانہ میں نہیں ہے۔مولوی نورالدین قادیانی (۲۰) کے ہاں ہے۔

۲۔سیرۃ الشافعی البتہ ندوہ میں ہے۔

۳۔طبقات الحنابلہ جوعلی میاں کی ہے وہ ابن رجب کی ہے۔

۴۔عبدالوہاب نجدی (۲۱) کے حالات میں مفصل ایک کتاب خود کسی اہل عرب کی تصنیف تھی۔نواب علی حسن خاں کی ہے۔

۵۔شوکانی (۲۲) کے حالات بہ تفصیل نہیں کہہ سکتا،لیکن بقدر معتد بہ خود نواب صدیق الحسن (۲۳) کی تصنیفات میں ملتے ہیں اور انہیں سے اصل ماخذ کا بھی پتہ لگ سکتا ہے۔نواب صاحب کی اتحاف (۲۴) وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

کیا وہابیت کا نشہ آج کل زیادہ تیز ہے۔یہاں آج کل بغدادی پیر صاحب بج رہے ہیں۔عجیب ہنگامہ ہے۔شاید علی گڑھ وغیرہ بھی جائیں۔

کل آنحضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] کے متعلق بہت سی انگریزی کتابیں خریدیں۔

اب کے انجمن اسلام (۲۵) کی پریسیڈنٹی حاجی یوسف نے بڑی کوششوں سے حاصل کی۔مشاہیر جلسہ انتخاب میں شریک تھے۔ان کے رقباء نہیں آئے۔

شبلی

بمبئی پالن جی ہوٹل

۷رجون ۱۹۱۲ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۱۴۶-۱۴۹]

[۱۲]

کچھ سامان نظر آتے ہیں کہ جولائی میں آستانہ مبارک کی زیارت ہو۔

ولا ادری اضغاث احلام ام رویاحق

ولا ادری فی المنام اوفی الیقظہ

شبلی

بمبئی پالن جی ہوٹل

۲۲/جون ۱۹۱۲ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۱۵۰]

---

[۱۳]

برادرم!

تفصیلی خط آج لکھ چکا ہوں۔ بقیہ باتیں اور ہیں۔ ابھی لوہا گرم نہیں ہوا۔ گھن کیا کام دے گا۔ دو چار پرزور آرٹکل نکل جاتے۔ جا بجا جلسے ہو چکتے۔ پھر دلی کا جلسہ ہوتا تو ہر طرف سے لوگ آتے۔ یوں کیا امید ہے۔ نمونہ طبع پہنچا۔ سبحان اللہ۔ ٹائپ اس سے بہتر کیا ہوگا۔ لیکن آپ نے لکھا ہے کہ کئی کاغذ کے نمونے بھیجوں گا۔ یہ تو صرف ہلکا ہے چکنا اور آبدار کاغذ زیادہ نمونہ طلب تھا۔

اوقاف اسلامی پر آپ نے کچھ نہیں لکھا۔ میں گورنمنٹ کانفرنس کی وجہ سے رک گیا تھا۔ اب کارروائی پھر شروع ہوگی۔ اگرچہ گورنمنٹ کا کچھ نتیجہ نہیں معلوم ہوا۔ ملک عمر حیات خاں (۲۶) سر ابراہیم رحمت اللہ (۲۷)، فضل حسین بارسٹر (۲۸) نے بہت مستعدی سے کام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اوقاف کے لیے دورہ کرتا، لیکن سیرت سر پر ہے۔ منزل کے قریب آ کر راہ بدلنے کو جی نہیں چاہتا۔

شبلی

الہ آباد۔ ۵/مارچ ۱۹۱۴ء

(پ ن) آپ نے لکھا ہے کہ ہارٹ پریس میں دے کر حرف زیادہ روشن ہو جاتے ہیں تو تیار کرا کر بھیجئے۔ غرض یہ کہ کوئی حالت منتظر نہ رہے۔ ہاں تخمینہ طبع بھی بھیجئے، یعنی فی حصہ کتنے اجزا پڑیں گے۔

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۱۶۲-۱۶۵]

---

[۱۴]

برادرم!

آل انڈیا ارجن کانفرنس کے قائم کرنے میں اب دیر بیکار ہے۔ آپ اگر اٹھیں تو کلکتہ سے پشاور تک میں ساتھ ہوں۔ ہر جگہ مقامی کمیٹیاں قایم کرتے ہوئے گذرنا چاہیے۔ بیچ بیچ میں اور لوگ بھی دورہ میں شریک ہوتے جائیں گے۔ شیعہ سنی وغیرہا کی کوئی تخصیص نہ ہو۔

آپ آمادہ ہوں تو فوراً تار دیجیے۔ میں کہاں آؤں۔ عبد السلام کو میں نے اجازت دے دی۔ الہلال میں ہرج نہ ہوگا۔ مارچ اور اوایل اپریل تک میں بے تکلف سفر کر سکتا ہوں۔

شبلی

الہ آباد۔ ۹/مارچ ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۱۶۶]

---

[۱۵]

برادرم!

مدراس یونیورسٹی نے اردو کے ساتھ فارسی لکچروں کی قید بھی لگائی تھی۔ اس کے متعلق میں نے مزید تفصیل پوچھی۔ اس کا جواب اب تک نہیں آیا۔ لیکن یہ بتائیے کہ کس کو پیش کروں۔ آپ کے لیے بہت اچھا مشغلہ تھا۔ لیکن کیا الہلال آپ کا دامن چھوڑے گا۔

لکھنؤ میں ۱۵/ کو جلسہ ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ میں یہیں رہوں یا لکھنؤ پہنچ جاؤں۔ اصل

میں تمام کام جلسۂ عام میں طے ہو سکتے ہیں۔ وہ لوگ تو جلسۂ عام کبھی نہ کریں گے، ہم لوگوں کو کرنا چاہیئے۔ لیکن کہاں ہو۔ میں پٹنہ کو مناسب سمجھتا ہوں۔ بہت سی حیثیتوں سے بہت معمولی مصارف درکار ہوں گے۔ صرف ڈیڑھ سو آمیوں کے کھانے کا صرف۔

جلسہ عام بالکل ندوہ کا قالب بدل سکتا ہے۔ تمام عہدہ دار اور ارکان نئے سرے سے مقرر ہو سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ موجودہ ارکان اور عہدہ دار سب بے قاعدہ انتخاب کے گئے ہیں۔ اگر مناسب ہو تو میں کلکتہ سے پٹنہ تک کا دورہ بھی کر سکتا ہوں اور آپ میرے ساتھ ہوں تو کیا کہنا۔

حکیم صاحب کا کیا جواب آیا۔ انہوں نے مجھ سے بھی کہا تھا لیکن میں نے ان کی کثرت مشاغل کی وجہ سے خط نہیں لکھا۔

کاغذ یورپ میں عربی کتابوں کا تو عموماً دبیز ہوتا ہے جو طبری، یعقوبی، طبری وغیرہا کا ہے۔

شبلی

الہ آباد۔ ۱۱/مارچ ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۱۶۸-۱۷۱]

---

[۱۶]

عبدالسلام کا خط آیا کہ زرقانی جلد ا، وہاں نہیں ہے۔ غالباً بمبئی میں رہ گئی۔ دو صندوق وہاں چھوڑ آیا ہوں۔ کوئی خاص صفحہ ہو تو نقل کا انتظام کروں۔ اس صفحہ کا مضمون تو کئی صفحوں پر جا کر ختم ہوا ہے اور کچھ اہم بھی نہیں۔

بات یہ ہے کہ صحاح ستہ اور موطا کے علاوہ جس قدر کتابیں ہیں ان کا جب تک سلسلہ سند نہ معلوم ہو روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ اکثر رواۃ ضعیف اور مجروح ہوتے ہیں۔ ابن تیمیہ (۲۹) کی تصریحات پڑھی۔

شبلی

الہ آباد۔۱۱/مارچ ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۱۷۱]

---

[۱۷]

برادرم!

میں فوراً روانہ ہوتا لیکن یہاں کی کیفیت سنئے۔۱۵ کو جو جلسہ نواب علی حسن خاں صاحب نے قرار دیا۔اس کے لیے ڈاکٹر ناظر حسن نے یہ منظور کرادیا کہ تمام مقامی ارکان ندوہ شریک کیے جائیں۔یعنی پھر وہی سازشی پارٹی کا غلبہ ہو جائے، گو خود ڈاکٹر کا یہ منشا نہیں لیکن نتیجہ یہی ہونا تھا۔ میں لکھنؤ جاتا لیکن نواب صاحب نے منع کرا بھیجا۔آج انہوں نے پیارے صاحب (۳۰) کو بھیجا کہ پروگرام طیار کروں۔غرض یہ ہے کہ ۱۵/تک یہاں سے ہلنا ممکن نہیں۔

اسٹرائک کے فیصلہ کے لیے خلیل الرحمٰن نے ۲۶/مارچ کو جلسہ بلایا ہے۔لوگوں کی رائے میں اس کی شرکت ضروری ہے آپ فرمایئے کیا کروں۔

اصلاحی کمیٹی میں ابھی نظامت وغیرہ کی بحث نہیں آنی چاہیے۔بلکہ صرف عام رزلیوشن اصلاح کی کوشش کا پاس کیا جائے اور یہ کہ یہ مجلس قوم کی طرف سے ریکگنائزڈ سمجھی جائے۔پھر اصولی امور دستور العمل پر بحث ہو جس کی وجہ سے استبداد اور خود مختاری کے نتائج پیدا ہوئے۔مثلاً ممبروں کے انتخاب کا طریقہ اور جلسۂ خاص کی وسعت اختیارات وغیرہ۔

شبلی

۱۲/مارچ ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط شبلی بنام آزاد ص ۱۷۳-۱۷۶]

---

[۱۸]

برادرم!

الہلال آیا۔ وفورِ شکر گذاری کی بجائے آپ تعجب کریں گے کہ نکتہ چینی کر رہا ہوں۔ یعنی آپ جج کے درجہ سے اتر کر ایک خاص شخص کے وکیل بن گیے۔ آپ کو بالاتر رہنا تھا اور صرف کلی امور پر بحث کرنا تھا، یعنی دستور العمل کی خلاف ورزی کی جارہی ہے۔

بہرحال دوسرے آرٹکل میں بہت زور کے ساتھ اس پہلو کو صاف کر دیجیے تا کہ آپ جج رہیں نہ کہ محامی۔

میں کلکتہ آتا لیکن یہاں کے قضیے کیا کروں۔ آپ کو اس کے متعلق لکھ چکا ہوں۔ کتاب وغیرہ کے متعلق پھر لکھوں گا۔

شبلی

۱۳/ مارچ ۱۹۱۴ء

[پ ن] شملہ ڈیپوٹیشن سے اگر آپ الگ رہیے تو قیامت تک آپ کی راست کرداری اور سچائی زندہ رہے گی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ میں بخدا اب تک خوش تھا کہ میرا نام نہیں لیا گیا، لیکن آپ کے خط نے یہ تردد انگیز خبر سنائی۔

[ماخذ: خطوطِ شبلی بنام آزاد ص ۱۷۷-۱۷۹]

---

[۱۹]

آخر آپ بھول گئے اور زرقانی کے جلد واپس کرنے کا وعدہ وفا نہ ہو سکا۔ بہرحال اب رجسٹرڈ بھیج دیجیے۔ مولوی عبدالباری صاحب (۳۱) سے میں وعدہ کر چکا ہوں کہ جلد واپس دوں گا۔

یہاں عبدالوہاب بہاری (۳۲) روزانہ کسی مدرسہ یا مسجد میں وعظ کہتے ہیں اور خاتمۂ وعظ پر میری تکفیر ثابت کرتے ہیں اور الکلام کے فقرے سناتے ہیں۔ پرسوں ایک شخص نے ایک نظم بھیجی، جس میں مجھ کو گالیاں دی ہیں۔

شبلی

دہلی ۔۱۸؍مئی ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوطِ شبلی بنام آزاد ص ۱۸۰]

---

[۲۰]

تقاضا یہ ہے کہ کتاب الاخلاق مولوی کرامت حسین (۳۳) جو آپ دہلی سے ریویو کے لیے لے گئے تھے اس پر میں ضرور دو چار سطریں لکھ دوں۔ اس لیے سر دست فوراً بھیج دیجیے۔ پھر واپس کر دوں گا۔ ایک نظم جا چکی ہے۔

شبلی

۱۹؍جون ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوطِ شبلی بنام آزاد ص ۱۸۲-۱۸۳]

تعلیقات و حواشی

(۱) مولانا ابوالکلام آزاد [۱۸۸۸-۱۹۵۸ء] ایک جامع الصفات شخص تھے۔ ایسے اشخاص مدتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ علم و ادب، تعلیم و تربیت، علوم و فنون، تاریخ و تمدن، سیاسیات کون سا موضوع تھا جو مولانا آزاد کی دسترس سے باہر تھا۔ وہ ۱۱؍نومبر ۱۸۸۸ء کو مکہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ ۱۸۹۸ء میں ہندوستان آئے اور علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ ایک صحافی کی حیثیت سے علمی زندگی کا آغاز کیا۔ اور پندرہ سال کی عمر میں ماہنامہ لسان الصدق جاری کیا، جسے پسند کرنے والوں میں علامہ شبلی سرفہرست ہیں۔

ان میں شروع سے حریت و آزادی کے جذبات موجزن تھے، چنانچہ سیاست میں اس قدر دلچسپی سے حصہ لیا کہ آل انڈیا کانگریس کے سب سے کم عمر صدر قرار پائے۔ ۱۹۱۲ء میں الہلال جاری کر کے ملک میں انقلاب پیدا کیا۔ وہ صاحب طرز ادیب و انشا پرداز اور شعلہ بیان خطیب تھے۔ ان کا مطالعہ بے حد وسیع تھا۔ انہوں نے اپنی تمام صلاحیتوں سے مسلمانوں کی تعمیر و ترقی اور ملک کی آزادی وسا لمیت کا کام لیا۔ کئی

بارِ قید و بند اور زنداں کی صعوبتیں اٹھائیں۔ ملک آزاد ہوا تو وہ پہلے وزیرِ تعلیم بنائے گئے۔ اس اہم عہدہ کو انہوں نے جس طرح نبھایا اور جس طرح تعلیم کو عام کرنے کی کوشش کی وہ ہمارے ملک کی تاریخ کا بڑا عظیم الشان باب ہے۔ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے کمیشن مقرر کیا۔ آل انڈیا کونسل فار ٹیکنکل ایجوکیشن، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی اور ملک میں متعدد سائنسی تجربہ گاہوں کا قیام انہیں کا کارنامہ ہے۔ ساہتیہ اکادمی، سنگیت ناٹک اکیڈمی اور کلا اکیڈمی وغیرہ ادبی وثقافتی ادارے انہیں کے قائم کئے ہوئے ہیں۔ انڈین کونسل آف کلچرل ریلیشنز انہی کی ایما پر قائم ہوئی۔ غرض تعلیم وتہذیب اور ثقافت کے میدان میں انقلاب انہی کا برپا کیا ہوا ہے۔

وہ ایک بڑے مصنف اور صاحب طرز ادیب وانشاپرداز تھے۔ تذکرہ، غبارِ خاطر، کاروانِ خیال اور تفسیر قرآن ان کے شاہکار ہیں جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ شبلی سے ان کے انتہائی گہرے تعلقات تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے والد کے بعد سب سے زیادہ جسے عزیز رکھا اور جس کی تکریم کی وہ علامہ شبلی کی ذات گرامی ہے۔ ہندوستان کی سیاسیات میں علامہ شبلی پہلے شخص ہیں جنہوں نے تعصب اور تنگ نظری کے خلاف آواز بلند کی۔ ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا اور کانگریس کی حمایت کی۔ یہی کام مدۃ العمر مولانا آزاد نے بھی کیا۔ ہندو مسلم اتحاد کو سب سے بلند آہنگ طریقہ سے علامہ شبلی نے اپنے مضمون مسلمانوں کی پولٹیکل کروٹ میں پیش کیا تھا۔ مولانا آزاد ۱۹۰۵ء میں علامہ شبلی کی خواہش پر ندوہ لکھنو آئے اور علامہ شبلی کے ساتھ قیام کیا۔ اصلاً یہیں خود آزاد کی زندگی میں انقلاب آیا۔ علامہ شبلی نعمانی کے اثرات ان پر آخر تک قائم رہے۔ ۲۲ر فروری ۱۹۵۸ء کو ہندوستان کا یہ درخشاں ستارہ غروب ہوا۔

(۲) محمد امین

(۳) محمد امین صاحب نے جو خط بھیجا تھا وہ یہ ہے:

بھوپال شاہ جہاں آباد

[۱۲ر جون ۱۹۱۰ء]

مولانائے مکرم! تسلیم

میرے پاس تو ایک جز بھی ہنوز نہیں پہنچا۔ ممکن ہے کہ آپ کے توسط سے پہنچے ہوں۔ لہٰذا تلاش فرمائیں میں نے مولانا آزاد کو بھی خط لکھا ہے۔ میں سخت متردد ہوگیا ہوں۔ کتب خانہ بننے کی مبارک باد۔ خداوند کریم آپ کی کوششوں میں برکت دے۔ آپ کا خادم

محمد امین

(۴) ہومر: مشہور یونانی شاعر جس کی الیڈ یونانیوں میں مقدس کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔

(۵) شمس العلماء ہدایت حسین [۱۸۸۷-۱۹۴۳ء] شمس العلماء ولایت حسین کے صاحبزادے تھے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تعلیم پائی۔ پریسیڈنسی کالج میں عربی و فارسی کے لکچرر بعدازاں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ انہوں نے عربی و فارسی کی کئی کتابیں مرتب کیں جسے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ نے شائع کیا۔

(۶) مولوی ناصر حسین: تفصیل دستیاب نہیں۔

(۷) رسالہ وکیل امرت سر

(۸) مولوی ضیاء الحسن علوی ندوی: علامہ شبلی نعمانی کے عزیز شاگرد تھے۔ ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد علی گڑھ کالج گئے۔ ۱۹۱۳ء میں بی.اے. اور ۱۹۱۶ء میں ایم.اے. کیا۔ بعد میں مدارس کے انسپکٹر مقرر ہوئے۔ بڑے لائق شخص تھے۔ علامہ شبلی کو اپنے جن شاگردوں سے توقعات وابستہ تھیں ان میں ایک یہ بھی تھے۔ ان کی خودنوشت ''یادایام'' شائع ہو چکی ہے، جو ان کی خودنوشت سے زیادہ ذکر شبلی اور تذکرہ ندوہ ہے۔

(۹) شیخ رشید رضا مصری: ایڈیٹر المنار اور صاحب تفسیر المنار

(۱۰) مولانا ابوالکلام آزاد کا جاری کردہ الہلال کلکتہ۔

(۱۱) مولوی عبداللہ خاں، مالک کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد، جنہوں نے ۱۹۰۶ء میں تذکرہ گلشن ہند شائع کیا۔ جسے علامہ شبلی نعمانی نے مرتب و مدون کیا تھا۔ اور جسے اب اردو میں متنی تحقیق و تدوین کا نقش اول قرار دیا جا رہا ہے۔

(۱۲) نواب صاحب جہاں گیرآباد

(۱۳) دارالعلوم دیوبند

(۱۴) مولوی عبیداللہ سندھی [م:۲۳ر اگست ۱۹۴۴ء] مشہور عالم ومجاہد آزادی ،ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔۱۵ر برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔دہلی میں ایک ادارہ نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم کیا تھا۔علامہ شبلی سے مخلصانہ مراسم تھے۔علامہ شبلی انہیں وسعت پسند خیال کرتے تھے۔سیرۃ النبیؐ پر اشاعت سے پہلے معاندین نے جب ہنگامہ کیا تو علامہ شبلی نے انہیں کے واسطہ سے سیرۃ النبی کا مسودہ شیخ الہند مولانا محمود حسن کے پاس بھیجنا چاہا تھا تا کہ علماء کو مطمئن کیا جاسکے۔اس میں اگر چہ ناکامی ہوئی تاہم ان کے علامہ شبلی سے روابط اخیر تک قائم رہے۔

(۱۵) ناصرعلی :مشہور فارسی شاعر

(۱۶) منشی جی :تفصیل دستیاب نہیں۔

(۱۷) مولانا عبدالسلام ندوی [۱۸۸۲-۱۹۵۶] اردو کے نامور ادیب وانشا پرداز اور مصنف تھے۔اعظم گڑھ کے ایک موضع علاءالدین پٹی میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے خسر مولوی عبداللہ چاند پاروی سے حاصل کی۔کان پور اور آگرہ میں تحصیل علم کے بعد ندوہ پہونچے اور وہیں تکمیل کی۔پہلے ماہنامہ الندوہ کے نائب مدیر رہے پھر الہلال کلکتہ کی ادارت سے وابستہ ہوگئے۔۱۹۱۴ء میں دارالمصنّفین قائم ہوا تو اس سے وابستہ ہوگئے پھر مدۃ العمر کسی اور طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔وہ علامہ شبلی کے خاص شاگردوں میں تھے بلکہ انہیں جن لوگوں پر ناز تھا ان میں ایک مولانا عبدالسلام ندوی بھی تھے۔مولانا عبدالسلام ندوی اردو کے ایک بڑے مصنف تھے۔علم وادب کے مختلف موضوعات پر ایک درجن سے زیادہ کتابیں سپرد قلم کیں۔ان میں اسوۂ صحابہؓ وصحابیاتؓ، امام رازی، ابن خلدون، اقبال کامل، فقرائے اسلام، تاریخ الحرمین الشریفین، شعرالہند، حکمائے اسلام، تاریخ فقہ اسلامی، سیرت عمر بن عبدالعزیز وغیرہ بے حد اہم کتابیں ہیں۔وہ شاعر بھی تھے اور شمیم تخلص کرتے تھے۔دارالمصنّفین ہی میں وفات پائی اور اسی کے احاطہ میں مدفون ہیں۔

(۱۸) سلطان جہاں بیگم والی بھوپال

(۱۹) دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۲۰) مولوی حکیم نورالدین قادیانی [۱۸۴۱-۱۹۱۴ء] بھیرہ پاکستان کا رہنے والا تھا۔ابتدائی تعلیم کے

بعد مختلف مقامات اور متعدد ارباب فضل وکمال سے تحصیل علم کیا۔عرصہ تک مہاراجہ کشمیر کا شاہی طبیب رہا۔ مرزا غلام احمد قادیانی سے ایسا متاثر ہوا کہ اس کی موت کے بعد اس کا خلیفہ مقرر ہوا۔اہل قلم بھی تھا۔متعدد کتابیں اس کے قلم سے شائع ہوئیں۔ان میں بیشتر اس کے اعتقادات سے متعلق ہیں۔۱۳؍مارچ ۱۹۱۴ء کو قادیان میں انتقال کیا۔

(۲۱) عبدالوہاب نجدی [۱۱۰۶-۱۱۷۹ھ] بدعات وخرافات کے خلاف جدوجہد کرنے والے مشہور عالم ومصنف۔نجد کے موضع عینیہ میں پیدا ہوئے۔تحصیل علم کے لئے بصرہ وشام کا سفر کیا۔تکمیل کے بعد بدعات وخرافات کے رد کی پاداش میں شہر سے نکال دئے گئے۔غیر اسلامی رسوم وعقائد کے خاتمہ کی تحریک میں ان کے والد نے بھی ان کا ساتھ نہیں دیا۔تاہم انہوں نے تحریک جاری رکھی۔مخالفین در پے آزار وقتل ہوئے،لیکن ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی اور پوری پامردی سے ان کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔ان میں کتاب التوحید خاص طور پر مشہور ہے۔کشف الشبہات،شرح کبیر، کتاب الکبائر،نصیحۃ المسلمین،استنباط من القرآن وغیرہ کتابیں ان کی یادگار ہیں۔

(۲۲) شوکانی : قاضی محمد بن عبداللہ شوکانی [۱۱۷۲-۱۲۵۰ھ] شوکان میں پیدا ہوئے۔صنعا میں پرورش پائی۔اپنے والد اور دیگر یمنی علماء سے علم حاصل کیا اور صنعا کے قاضی مقرر ہوئے۔بڑے بلند پایہ عالم تھے۔انہوں نے ۱۱۴؍کتابیں لکھیں۔تفصیل کے لئے دیکھیں خیر الدین زرکلی کی الاعلام اور معجم المطبوعات مصر،۱۹۲۸ء

(۲۳) نواب صدیق حسن خاں [۱۸۳۲-۱۸۹۰ء]،نواب سید علی حسن خاں کے والد،بیگم بھوپال شاہ جہاں بیگم کے دوسرے شوہر،بڑے عالم وفاضل اور اہل قلم تھے۔ان کے علم وفضل کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے دوسو سے زیادہ اہم اور بلند پایہ کتابیں لکھیں یا مرتب کیں۔بھوپال کی خاک کا پیوند ہوئے۔

(۲۴) پورا نام اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہا والمحدثین (فارسی)

(۲۵) انجمن اسلام بمبئی کی مشہور تعلیمی انجمن ہے۔جس کے تحت متعدد تعلیمی ادارے اسکول کالج قائم ہیں۔اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ جس کے موسس علامہ شبلی کے ایک شاگرد پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی

[۱۹۰۱-۱۹۶۸ء] تھے اسی انجمن کی سرپرستی میں کام قائم ہے۔ اس کا ترجمان مجلّہ نوائے ادب ادبی دنیا میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

(۲۶) سر ملک عمر حیات خاں [۱۸۷۴-۱۹۴۴ء] رئیس کالرا اسٹیٹ پنجاب۔ ۱۹۰۴ء سے ۱۹۰۹ء تک پنجاب قانون ساز کونسل ۱۹۰۹ء سے ۱۹۲۰ء تک امپریل قانون ساز کونسل اور ۱۹۲۱ء سے ۱۹۲۹ء تک کونسل آف اسٹیٹ فار انڈیا کے رکن رہے۔ انہیں کئی اعزاز وخطاب ملے۔ پنجاب کی بڑی بااثر شخصیت تھے۔

(۲۷) سر ابراہیم رحمت اللہ (۱۸۶۲-۱۹۴۲ء) بڑے سیاسی رہنما تھے۔ بمبئی کے مسلم خواجہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ الفنسٹن ہائی اسکول میں تعلیم پائی۔ یورپ کی سیاحت کی۔ ابتداء میں مسلم لیگ کے سرگرم رکن رہے۔ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس ۱۹۱۲ء کی صدارت بھی کی۔ پھر کانگریس سے وابستہ ہوگئے۔ مسلم لیگ اور کانفرنس کے اتحاد وانضمام کے لئے بڑی کوششیں کیں۔ ۱۹۳۰ء کی گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔ وہ برطانوی حکومت کے سخت ناقد اور ہندو مسلم اتحاد کے پرجوش داعی تھے۔ وہ پہلے ہندوستانی تھے جنہوں نے ۱۹۱۲ء میں انگریزی حکومت کو متنبہ کیا کہ انگریزی حکومت کا خاتمہ ہوکر رہے گا اور ملک آزاد ہوگا۔ انہوں نے انگریزی میں دو کتابیں [۱] ہندوستان کے دفاع کی اسکیم اور [۲] خود مختار ہندوستان کا دستور لکھیں۔ علامہ شبلی سے ان کے کسی تعلق کا ذکر نہیں ملتا ہے۔

(۲۸) فضل حسین بیرسٹر [۱۸۷۷-۱۹۳۶ء] پنجاب کے بڑے بااثر شخص تھے۔ بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ ۱۴/جون ۱۸۷۷ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی.اے. کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلینڈ گئے اور بیرسٹری پاس کرکے واپس آئے اور سیالکوٹ میں وکالت شروع کی۔ جلد ہی سیاست میں آگئے اور پنجاب کے مسائل پر تحریک چلائی۔ اتحاد پارٹی قائم کی۔ جس نے ۱۹۲۳ء کے پنجاب کونسل کے انتخابات میں اکثریت حاصل کی۔ کانگریس کے حامی تھے، مسلم لیگ کو ناپسند کرتے رہے اور جب تک رہے پنجاب کی سیاست پر حاوی رہے۔ کئی محاذ پر انگریزوں کے خلاف آواز بلند کی اور انگریزوں کو ان کی بات تسلیم کرنی پڑی۔

(۲۹) علامہ ابن تیمیہ [۱۲۶۳-۱۳۲۸ء] ۲۳/جنوری ۱۲۶۳ء میں حران میں پیدا ہوئے۔ سن بلوغ سے پہلے ہی قرآن وحدیث، فقہ میں مہارت پیدا کرلی تھیں۔ سترہ سال کی عمر میں افتاء وتصنیف وتالیف کا

آغاز کیا، پھر مدۃ العمر علم وتحقیق وتصنیف اور فقہ وفتاویٰ میں مصروف رہے۔ اپنے بعض خیالات کی وجہ سے تنازعہ کا شکار ہوئے۔ کئی بار قید کئے گئے۔ انہوں نے مختلف مما لک اسلامیہ کا سفر کیا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے پانچ سو کتابیں تالیف کیں۔ دائرہ معارف اسلامیہ میں ان کی ۱۰۹ ر کتابوں کی فہرست درج کی گئی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ پر اردو میں سب سے پہلا مقالہ علامہ شبلی نے لکھا جس میں ابن تیمیہ کی عظمت و جلالت علمی کا ذکر ہے۔

(۳۰) پیارے صاحب: سکنڈ ماسٹر دارالعلوم ندوہ

(۳۱) شناخت نہ ہوسکی کہ عبدالباری سے مراد مولانا عبدالباری فرنگی محلی ہیں یا مولانا عبدالباری ندوی۔

(۳۲) عبدالوہاب بہاری: یہ ایک واعظ تھے۔ اور اپنے وعظ میں علامہ شبلی کی تکفیر بیان کیا کرتے تھے۔

(۳۳) مولوی سید کرامت حسین [م:۱۲/اپریل ۱۹۱۷ء] لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ وہیں عربی کی تعلیم حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے لندن گئے اور بیرسٹری پاس کی۔ واپس آکر علی گڑھ میں قانون کے استاذ ہوئے۔ یہیں علامہ شبلی سے ربط وتعلق قائم ہوا۔

وہ قانون اور فلسفہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ آخر میں ہائی کورٹ الہ آباد کے جج مقرر ہوئے۔ اس سے سبکدوش ہوکر لکھنؤ میں قیام کیا اور وہاں مسلم گرلز اسکول قائم کیا جو اب کرامت حسین ڈگری کالج کے نام سے مشہور ہے۔ وہ ایک اہل قلم بھی تھے۔ کئی کتابیں لکھیں۔ بقول سید صاحب ''افراد کا سیہ کے نام سے ان کا بڑا اچھا رسالہ ہے۔'' علامہ شبلی کے بعد انہوں نے دارالمصنّفین سے بھی تعلق رکھا وہ اس کی انتظامیہ کے نائب صدر بھی رہے۔

ooo

[۶۲]

ملا واحدی (۱) کے نام

[۱]

حلقہ (۲) کی ضرورتیں میں نے سنیں، ان سے کس کو اختلاف ہوسکتا ہے۔ اسلام کی روحانیت کا مظہر صرف تصوف ہے، لیکن موجودہ تصوف سے زیادہ کوئی چیز قابل اصلاح نہیں۔ اس لئے اس کے مراسم و عادات کی اصلاح کا قصد کرنا بہترین خدمات اسلامی ہیں۔

میں نے حلقہ کے متعدد رجسٹر دیکھے۔ نہایت خوش ترتیبی سے تیار کئے گئے ہیں۔ خدا خواجہ حسن نظامی صاحب قدس سرہ (۳) کی کوششوں کو کامیاب کرے۔

شبلی

۳۰/ مارچ ۱۹۱۰ء

[ماخذ: ماہنامہ نظام المشائخ دہلی، جلد ۲ نمبر ۴، ص ۴۵]

تعلیقات و حواشی

(۱) ملا واحدی: محمد ارتضیٰ معروف بہ ملا واحدی [۱۸۸۸-۱۹۷۶ء] دہلی کے رہنے والے اردو کے ممتاز اہل قلم تھے۔ دہلی کی ٹکسالی زبان لکھتے تھے۔ ۸۸ سال عمر پائی اور ۷۰ سال تک لکھتے رہے یہی وجہ ہے کہ تحریروں کا ایک بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ خواجہ حسن نظامی [۱۸۷۸-۱۹۵۵ء] سے عقیدت مندانہ مراسم قائم ہوئے تو ان کے اشتراک سے ۱۹۰۹ء میں دہلی سے رسالہ نظام المشائخ جاری کیا جسے وہ پچاس برس تک نکالتے رہے۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات سے دل برداشتہ ہوکر ہندوستان کو خیر باد کہہ کر پاکستان کی راہ

لی اور کراچی میں سکونت اختیار کی۔ جس وقت انہوں نے ہجرت کی اس وقت وہ آٹھ رسائل اور ایک اخبار کے مدیر تھے۔ ان کے لکھنے پڑھنے کا آغاز نوجوانی اور طالب علمی میں ہوا۔ اس ذوق کے غلبہ نے تعلیم سے محروم کیا۔ تاہم بے شمار مضامین ومقالات، انشائیے اور خاکے لکھے۔ نظام المشائخ کے علاوہ ماہنامہ خطیب وغیرہ کی بھی عمدگی سے ادارت کی۔ ان کے علاوہ ان کی متعدد کتابیں میرے زمانے کی دلی، دلی کا پھیرا، دلی جو ایک شہر تھا، میرا افسانہ، سوانح خواجہ حسن نظامی، حیات سرور کائنات، تاثرات وغیرہ شائع ہوئیں۔

(۲) حلقہ سے مراد حلقہ نظام المشائخ دہلی ہے۔

(۳) خواجہ حسن نظامی دہلوی: تذکرہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ البتہ اس میں ان کی ایک کتاب کم ٹو موت کا ذکر نہیں آسکا ہے، جس میں خواجہ صاحب نے موت کے بارے مشاہیر کے آرا و خیالات نقل کئے ہیں۔ ان میں ایک علامہ شبلی بھی شامل ہیں۔ یہ دلچسپ تحریر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

○○○

[۶۳]

ڈاکٹر سید محمود(۱) کے نام

[۱]

عنایت فرمائے من، السلام علیکم!

عنایت نامہ پہنچا۔ مضامین عالم گیر علاحدہ چھپی (۲)، لیکن بدخط چھپی، اس لئے دوبارہ چھپوار ہا ہوں۔ تاہم کار برآری کے لئے پہلے ایڈیشن کا ایک نسخہ ارسال ہے۔ میں خود چاہتا ہوں کہ اس کا انگریزی ترجمہ شائع کیا جائے کیونکہ اصل خطاب انگریزوں ہی یا ہندوؤں سے ہے۔

الفاروق وغیرہ ارسال خدمت ہیں۔ آپ کی کام کی چیزوں میں رسائل شبلی (۳) اور کتب خانہ اسکندریہ والجزیہ ہیں، لیکن یہ کتابیں ہمارے ہاں دفتر میں موجود نہیں، اس لئے آپ ڈیوٹی شاپ علی گڑھ سے طلب کیجئے۔

آپ جن مضامین پر لکھنا چاہتے ہیں اس کے لئے کتب ذیل ملاحظہ فرمائیے۔ اسلام کی دنیوی برکتیں از مولوی چراغ علی [از ڈیوٹی شاپ] پروفیسر لیبان کی کتاب تمدن عرب، پروفیسر سیدو [فرنچ ہے] کی کتاب تاریخ اسلام پر (۴) پروفیسر مونک (۵) کی کتاب فلسفہ یہود واسلام پر فرنچ زبان میں۔ ہندوستان پر اسلام کا اثر، اس کے متعلق میرے دو مضمون الندوہ میں چھپے ہیں لیکن وہ پرچے نہیں رہے۔ میں اس وقت دہلی میں ہوں، بہ تقریب جلسہ سالانہ ندوہ، اس لئے ان کا کوئی انتظام بھی نہیں کرسکتا۔

شبلی

۱۴ر مارچ ۱۹۱۰ء

[ماخذ: ماہنامہ ندیم، گیا، اکتوبر ۱۹۴۰ء بحوالہ مکتوبات مشاہیر ص ۵۸، باقیات شبلی ص ۲۰۹]

---

[۲]

محبی! سلام شوق

آپ سے تو میں نے امیدوں کا بڑا سلسلہ قائم کیا تھا، جو بیچ میں ذرا منقطع ہوگیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ جرمن (۶) پر نظر ڈالنی چاہئے، لیکن نظر کہاں سے آئے۔ میں بالکل تیار ہوں، آپ جب بانکی پور جائیں تو مجھ کو لکھیں، میں دو ایک مہینہ کے بعد ضرور آجاؤں گا۔

مرگولوس، نولدیکی وغیرہ سے بہت کچھ نقل کرنا ہے، لیکن وہ سب مضحکہ انگیز ہوتے ہیں۔ آج جو مقام زیر قلم تھا وہ یہ کہ نولدکی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذلیل النسب ہونا ثابت کیا ہے۔ دلائل سخت حیرت انگیز ہیں۔ قرآن مجید میں ایک آیت ہے۔

وقالوا لو کان نزل ھٰذا القرآن — یعنی کفار کہتے ہیں کہ قرآن دو
علیٰ رجل من القرنین عظیم — شہروں میں کسی رئیس پر کیوں نہ اترا

عظیم کا لفظ رئیس اور صاحب دولت واقتدار کے لئے آتا ہے، اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دولت اور ریاست حاصل نہ تھی، اس سے بدنسبی کہاں ثابت ہوتی ہے۔ یہ نولدیکی کا استدلال ہے۔

میں نے بعض فرنچ کتابیں پڑھی ہیں۔ رینان (۷) کا ایک رسالہ سبقاً پڑھا ہے۔ عجیب حماقانہ باتیں پاتا ہوں۔ رینان نے ثابت کیا ہے کہ علم اور اسلام جمع نہیں ہوسکتے۔ پورا رسالہ اسی بحث پر ہے۔ ذالک مبلغھم من العلم۔.......... مجھ کو تو اس حمام میں سب ننگے نظر آتے ہیں۔

آپ کا خط جی چاہتا ہے الہلال وغیرہ میں شائع کرادوں، کلاً یا جزءً۔ میں چاہتا ہوں کہ مجلس تالیف سیرت میں آپ کا نام شامل کروں۔

شبلی

لکھنو۔ ۱۵/اکتوبر ۱۹۱۲ء

[ماخذ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۷۱ء ص ۳۸۶]

---

[۳]

مکرمی! سلام مسنون

عنایت نامہ پہنچا۔

بانکی پور میں غالباً کتب خانہ ہی میں ٹھہروں۔ مدت سے وہاں آمد ورفت ہے اور وہیں ٹھہرتا ہوں۔ ابن خلدون کے مقدمہ کا ترجمہ ہوا ہے لیکن محض لا یعنی اور بیکار۔ کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ نہ ابن ہشام وطبری کا ترجمہ ہوا ہے۔ مغلوں کے جس فرمان کا ذکر تھا وہ غالباً کامریڈ (۸) نے چھاپ دیا ہے۔ میرے پاس عالم گیر کا ایک فرمان ہے لیکن وہ معمولی مدد معاش یعنی ایک عالم کے وظیفہ کے متعلق ہے۔

ترکی کا تو اب خدا ہی حافظ ہے۔ تمام یورپ نے اب کہ تجزیہ کا فیصلہ کرلیا ہے۔ طرابلس جا چکا، اب مقدونیہ کی باری ہے۔

شبلی

۲۳/ اکتوبر ۱۹۱۲ء

[ماخذ: ماہنامہ ندیم، گیا، اکتوبر ۱۹۴۰ء بحوالہ مکتوبات مشاہیر ص ۵۸، باقیات شبلی ص ۲۰۹]

تعلیقات و حواشی

(۱) ڈاکٹر سید محمود [۱۸۸۹-۱۹۷۱ء] ممتاز سیاسی رہنما، بہار کے وزیر تعلیم اور اہل علم وقلم تھے۔ انگلینڈ اور جرمنی میں تعلیم پائی تھی۔ پنڈت جواہر لال نہرو پہلے وزیر اعظم ان کے دوستوں اور مداحوں میں تھے۔ ڈاکٹر صاحب علامہ شبلی کے خاص معتمدین اور معتقدین میں تھے۔ علامہ شبلی سے ان سے خط وکتابت بھی رہی۔ ان میں بعض بڑے اہم مسائل زیرغور آئے ہیں۔ شبلی نعمانی کی وفات کے بعد ان کے ادارے دارالمصنّفین سے گہرا تعلق رکھا۔ بلکہ اس کے تاحیات صدر بھی رہے۔

علامہ شبلی کی بعض کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کرنا چاہتے تھے مگر سیاسی مصروفیات نے اس کا موقع نہیں دیا۔

(۲) مضامین عالم گیر: علامہ شبلی کا مشہور تاریخی مقالہ جو اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر کے نام سے شائع ہوتا ہے، اس کا ایک ایڈیشن ''مضامین عالم گیر'' کے نام سے بھی شائع ہوا ہے۔

(۳) رسائل شبلی: علامہ شبلی کے تاریخی مضامین کا مجموعہ ہے جسے خود انہوں نے مرتب کر کے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا۔

(۴) پروفیسر سیدیو [۱۷۷۷-۱۸۳۲ء] مشہور فرانسیسی مستشرق جس نے تاریخ العرب لکھی جو ۱۸۷۷ء میں اس کے مرنے کے بعد شائع ہوئی۔

(۵) پروفیسر منگ: تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

(۶) جرمن مستشرقین کی کتابوں کی طرف اشارہ ہے۔

(۷) رینان Ernest Renan [۱۸۲۳-۱۸۹۲ء] فرانسیسی مستشرق: فرانس کے شہر ٹریگر میں ایک ملاح کے گھر پیدا ہوا۔ عیسائی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ ابن رشد پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی سند لی۔ دسیوں کتابیں لکھیں۔ ان میں بیشتر میں اسلام، شعائر اسلام اور شارع اسلام پر رکیک اور ناروا تنقیدیں کیں۔ چونکہ عربی زبان سے پورے طور پر واقف نہیں تھا، اس لئے سخت غلطیاں کی ہیں۔ علامہ شبلی نے اس کی بعض کتابیں پڑھی تھیں اور بعض کے تراجم کے ذریعہ اس کے خیالات سے واقفیت تھی۔ سیرت اور مکاتیب میں اس پر تنقید کی ہے۔

(۸) مولانا محمد علی جوہر کا ہفت روزہ انگریزی رسالہ کامریڈ جو دہلی سے نکلتا تھا۔

ooo

[۶۴]

ضیاءالدین احمد برنی(۱) کے نام

[۱]

محبی تسلیم!

آپ تحریر فرمائیں کہ کس قدر منظور فرمائیں گے اور کتنے دنوں تک کام اسٹاف میں رہ سکیں گے۔ آج کل میں کئی مہینے بمبئ میں رہوں گا۔ کیا آپ بمبئ آنا پسند کریں گے۔

شبلی

از بمبئ پالن جی کا ہوٹل

۳۱ر مئی ۱۹۱۲ء

[ماخذ: درس شبلی نمبر بحوالہ باقیات شبلی ص ۲۲۱]

تعلیقات و حواشی

(۱) ضیاءالدین احمد برنی (۱۸۹۰-۱۹۶۹ء) دہلی کے رہنے والے تھے۔ کان پور میں ٹیچر رہے۔ ۱۹۱۶ء میں بمبئ میں مترجم کی حیثیت سے ملازم ہوئے۔ اچھے اہل قلم تھے۔ ''عظمت رفتہ'' ان کی مشہور کتاب ہے۔ انہوں نے عطیہ فیضی کی انگریزی کتاب اقبال کا اردو میں ترجمہ کیا، جسے ۱۹۵۶ء میں اقبال اکادمی پاکستان نے شائع کیا۔ تقسیم کے بعد پاکستان چلے گئے تھے اور وہیں انتقال کیا۔ علامہ شبلی نے سیرۃ النبیؐ کا جب آغاز کیا تو انگریزی کتابوں کے تراجم کے لئے ان کا بھی نام ذہن میں آیا اور یہ خط لکھا۔ البتہ انہوں نے کچھ کیا یا نہیں اس کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

[۶۵]

مولانا عبدالماجد دریابادی(۱) کے نام

[۱]

میں جدید اجازت بھی بھیج چکا ہوں۔ آپ کے آگرہ جانے سے قبل عبدالسلام سے جو آپ کے ہم سایہ ہیں دریافت فرمائیں اور اگر اس میں بھی تردد ہو تو الگ بھی ارسال ہے۔

اسمتھ (۲) کی کتاب کا بھی خط بھیج دیجئے۔

شبلی

۳؍جنوری ۱۹۱۳ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۱۳-۱۴]

---

[۲]

تسلیم!

آپ کا پورا پتہ کیا ہے؟ ولہاوسن (۳) کا آرٹکل جو آنحضرت پر ہے، اس کا ترجمہ کیجئے۔ (انسائیکلوپیڈیا اڈیشن ۹-۱۰۔ جلد ۶)

شبلی

حیدرآباد۔ ۵؍نومبر ۱۹۱۳ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۱۴]

---

[۳]

جناب عبدالماجد صاحب

یہ ۲۵ صفحہ سے شروع ہے، لیکن میرے پاس اس کے پہلے کا تو صرف ۱۶ صفحہ تک پہنچا ہے۔ بیچ کے آٹھ صفحے کہاں ہیں۔؟

شبلی

۲۰/دسمبر ۱۹۱۳ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۱۸]

---

[۴]

جناب ماجد صاحب دام لطفہ

کسی وقت آ کر انگریزی کتابوں کی فہرست بنا دیجئے۔

شبلی

۵/جنوری ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۱۸]

---

[۵]

جناب ماجد صاحب

کل جو کام بھیجا ہے، اس سے آپ فارغ ہو جائیں تو عنوان ''عرب اور تہذیب وتمدن'' کے صفحات کو پورا پڑھ جائیں اور جہاں جہاں انگریزی نام ہیں، ان کی تصحیح کر دیں۔ نیز انگریزی خط میں ان کو لکھ دیں۔ شیخ عبدالقادر (۴) کے مترجمہ اوراق آپ کو مدد دیں گے۔

شبلی

۶/جنوری ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص۱۹]

---

[۶]

ہاں! مارگیولوس (۵) کا پورا ترجمہ موجود ہے۔ باقی جو ترجمے ہیں ان میں عرب قدیم کا ذکر نہیں۔

شبلی

۷؍جنوری ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص۱۹]

---

[۷]

مولوی عبدالماجد صاحب، بی۔اے

اب عرب کے متعلق اگر مل سکے تو صرف آثارات یعنی قدیم قلعہ جات وغیرہ پر کچھ لکھئے اور نہ مل سکے تو اب نشان کردہ مقامات کا ترجمہ جن میں آنحضرت کی مدح یا ذم ہے۔ [نعوذ باللہ]

شبلی

۲۴؍جنوری ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص۲۰]

---

[۸]

مولوی عبدالماجد صاحب

۱۔ شیخ عبدالقادر کے صفحات کا مترجمہ عنایت فرمایئے۔

۲۔ اس وقت جو چیز زیرتحریر ہے وہ رومن امپائر اور فارس کی اخلاقی وتمدنی حالت قبل اسلام ہے۔ سید امیر علی صاحب (۶) نے اپنی کتاب میں ایک خاص عنوان کے نیچے اس کو لکھا

ہے۔اصل ماخذ سے اقتباسات چاہتا ہوں۔

شبلی

۲۵رجنوری ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص۲۰]

---

[۹]

مکرمی!

اب تو آپ کے احسانات [رسالوں کے پیرایہ میں] فوق الحد ہوتے جاتے ہیں۔امیر علی کا ترجمہ مقصود نہ تھا بلکہ ان کے ماخذوں سے لینا مقصود تھا۔میں ان کا حوالہ نہیں دے سکتا۔ع

آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

شبلی

۳۱رجنوری ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص۲۰-۲۱]

---

[۱۰]

مولوی عبدالماجد صاحب

سیرت کا دیباچہ جو ترجمہ کے لئے کیا گیا ہے، عنایت کیجئے۔خوش نویس اس کی کاپی لکھیں گے۔

شبلی

۱۱رفروری ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص۲۲]

---

[۱۱]

مضمون اور کتاب دونوں پہنچے، آپ کے عدم تقرر کا افسوس ہوا۔ مضامین حسب فرصت وراثت، جرائم، تعزیرات پر بھی لکھئے گا۔

شبلی

دہلی ۔۱۲/اپریل ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۲۵-۲۶]

---

[۱۲]

مسٹر محمد علی (۷) نے ترجمہ دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ لفظوں کی پابندی نے عبارت کو بالکل بے اثر اور بدمزہ کر دیا ہے۔ مترجم سے کہئے کہ اسی مطلب کو اپنے انداز بیان میں ادا کریں۔ اس لئے آپ ان کو ایک دفعہ اور تکلیف دیجئے۔

شبلی

دہلی ۔۱۹/اپریل ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۲۶]

---

[۱۳]

ترجمہ پہنچا۔ اب بھی یہ ترجمہ ہی ہے۔ میں نے بھی سنا لوگ پسند نہیں کرتے۔ اگر ان صفحات کا کچھ معاوضہ ٹھہرا ہو تو مطلع فرمائیے۔ آپ اپنی رقم [ماہوار] پیارے صاحب [کوٹھی نواب علی حسن خاں] سے منگوا لیجئے۔ ان کو الگ لکھ دیا ہے اور مدت ہوئی کہ لکھ دیا تھا۔ عبدالسلام نے آپ کو خبر نہ کی۔

شبلی

۲۷/اپریل ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۲۶-۲۷]

---

[۱۴]

ماہوار کا بل بھیج دیجئے اور ہمیشہ تاریخ متعین سے ۵؍دن پہلے بھیجا کیجئے۔

شبلی

از بمبئی، اکبر بلڈنگ بہای کلہ

۲۸؍مئی ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۲۷-۲۸]

---

[۱۵]

جناب من!

آپ کی رقم ماہوار دہلی سے پہنچے گی۔ نولدیکی (۸) کا مضمون متعلق قرآن آپ نے ناتمام چھوڑ دیا۔ پورا کر کے بھیج دیجئے۔ انگریزی کتابوں میں ایک کتاب قرآن مجید کی تاریخی ترتیب پر ہے، اس کا یا اس کے اقتباسات کا ترجمہ ارسال فرمایئے۔

مشکل یہ ہے کہ اب ضرورت پڑتی ہے کہ مترجم کی معیت ہو اور یہاں اس قدر رہنے کا ارادہ ہے کہ ایک جلد بہمہ وجوہ تیار ہو کر نکل جائے۔ گذشتہ مہینوں میں فضول وقت بہت ضایع ہوا۔ ندوہ کو جس قدر سنبھالا جائے بگڑتا جائے گا، اگرچہ اس سے اس قدر نفع ہوا کہ یہ لوگ ندوہ کے کاموں میں زیادہ سرگرم ہو گئے اور شاید عمارت وغیرہ میں کچھ کام چل جائے۔ رہا نصاب تعلیم تو اسے زمانہ خود درست کر لے گا۔ ندوہ دیوبند نہیں بن سکتا اور خود دیوبند کب تک دیوبند رہ سکتا ہے۔

تاریخی نظموں کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا ہے۔ الہلال دیکھئے گا۔ یہاں بڑا سکون اور خاموشی ہے۔ دن بھر چپ چاپ گذر جاتا ہے، کوئی جھانکتا تک نہیں۔

شبلی

اکبر بلڈنگ، بھائی کلہ۔بمبئی

۱۶ / جون ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۲۹–۳۰]

---

[۱۶]

لیکی کی ہسٹری کے متعلق آپ کو لکھ چکا ہوں۔اس کی دوسری جلد میں عورتوں کی پوزیشن کا ایک مستقل عنوان ہے اور نہایت مفصل ہے،اس کا اقتباس بھی درکار ہے۔

شبلی

بمبئی، بھائی کلہ، اکبر بلڈنگ

۸ / جولائی ۱۹۱۴ء

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۳۱]

---

[۱۷]

نہیں، دواخانہ کی غلطی نہیں ہے۔رقم ابھی تک نہیں آئی۔شاید پہلے مہینہ کی طرح لکھنو چلی گئی اور وہاں سے واپس ہوگی۔

شبلی

[ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۳۱]

---

[۱۸]

سردست آپ کوئی ترجمہ یا اقتباس نہ فرمائیں اور اس واقعہ کو بہ صیغہ راز رکھیں۔

شبلی

بمبئی۔۲۹ / جولائی ۱۹۱۴ء

[ماخذ:خطوط مشاہیر ص ۳۱]

تعلیقات و حواشی

(۱) مولانا عبدالماجد دریابادی [۱۸۹۲-۱۹۷۷ء] دریاباد ضلع بارہ بنکی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ سیتاپور ہائی اسکول سے انٹرنس اور ۱۹۱۲ء میں کیننگ کالج لکھنؤ سے بی.اے. کیا۔ ۱۹۲۵ء میں ہفتہ وار سچ جاری کیا جو ۱۹۳۵ء تک جاری رہا۔ ۱۹۳۷ء میں صدق نکالا۔

مولانا دریابادی صاحب طرز ادیب تھے۔ ان کے قلم سے متعدد کتابیں نکلیں۔ فلسفہ اجتماع، فلسفہ جذبات، تصوف اسلام، حکیم الامت نقوش و تاثرات، محمد علی کی ذاتی ڈائری، خطوط مشاہیر، آپ بیتی وغیرہ ان کی اہم کتابیں ہیں۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن ہے۔

علامہ شبلی سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی۔ یہ لکھنو میں ان کی مجلس کے حاضر باشوں میں تھے۔ سیرت نبویؐ کی تالیف میں بطور مترجم ان کا تعاون کیا۔ ان سے، ان کی کتابوں سے اور ان کے اداروں سے پوری زندگی تعلق رکھا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ''مجھے لکھنا پڑھنا جو کچھ آیا وہ سب شبلی کی بدولت آیا یہاں تک کہ کفر و الحاد سے نکلنے میں بھی علامہ شبلی کی تحریروں کا حصہ ہے۔'' ان کا مشہور مقالہ ''شبلی انسان، مصنف اور مصنف گر'' ان کے انہی جذبات کا عکاس ہے۔ ۱۹۷۷ء میں وفات پائی۔

(۲) اسمتھ Smith [۱۸۳۹-۱۹۰۸ء] برطانوی مستشرق، انگلینڈ میں تعلیم حاصل کی۔ وہیں استاذ رہا اور مختلف کالجوں میں لکچر دیا۔ جن کے دو مجموعے شایع ہوئے۔ ایک مجموعہ کا نام ''محمد اور اسلام'' ہے۔ اس نے دیگر مستشرقین کے مقابلہ میں قدرے معروضی انداز اختیار کیا ہے۔ علامہ شبلی نے سیرۃ النبی میں جا بہ جا اس کے اقتباسات نقل کئے ہیں۔

(۳) ولہاؤسن [۱۸۴۴-۱۹۱۸ء] جرمن مستشرق۔ جرمنی کے شہر ہملن میں پیدا ہوا۔ مذہبی تعلیم حاصل کی۔ جرمنی کی کئی یونیورسٹیوں میں تاریخ کے استاذ کی حیثیت سے تدریس کے فرائض انجام دیتا رہا۔ اس نے متعدد کتابیں لکھیں۔ [۱] عربی حکومت کا عروج و زوال [۲] اسلامی تاریخ کی ابتداء ۶/ جلدیں [۳] عربی حکومت [۴] خوارج اور شیعہ [۵] عہد نبوی کے مدینہ کا دستور [۶] اسلامی سیاسی

جماعتیں وغیرہ اس کی اہم کتابیں ہیں۔اس نے اسلام اور شعائر اسلامی کو مطعون کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔علامہ شبلی نے سیرۃ النبی میں بعض مقامات پر اس کی تردید کی ہے۔

(۴) شیخ عبدالقادر سرفراز [۱۸۷۹-۱۹۵۲ء] ۱۹؍جولائی ۱۸۷۹ء کو پونہ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔۱۹۰۲ء میں بمبئی یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔فارسی زبان وادب کے بڑے واقف کار تھے۔مختلف کالجوں میں استاذ رہے۔دکن کالج پونہ میں السنہ مشرقیہ کے پروفیسر کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔۱۰؍دسمبر ۱۹۵۲ء کو پونہ میں انتقال کیا۔

علامہ شبلی کے وہ بڑے عقیدت کیش تھے۔انہیں کے کہنے پر علامہ سید سلیمان ندوی کو دکن کالج میں استاذ مقرر کرایا۔وہ بڑے علم دوست اور اہل علم کے قدرداں تھے۔لکھنے پڑھنے کا بھی عمدہ ذوق تھا۔متعدد علمی کام انجام دئے۔ان کے نام علامہ شبلی کے ۳۰؍خطوط مکاتیب شبلی میں شامل ہیں۔جنہیں ان کے حالات کے ساتھ پروفیسر عبدالستار دلوی نے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔

(۵) مارگولیوس

(۶) سید امیر علی [۱۸۴۹-۱۹۱۸ء] بڑے بیدار مغز مسلمان تھے۔یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کی شناخت بن گئے تھے۔انگریزی میں کئی کتابیں لکھیں جس میں اسپرٹ آف اسلام بے حد مقبول ہوئی۔ان کے بعض خیالات سے اہل علم کو اختلاف بھی رہا تاہم ان کے علم وفضل کے سب معترف رہے۔

(۷) مولانا محمد علی جوہر

(۸) نولدیکی Theodor Noldeke [۱۸۳۶-۱۹۳۰ء] جرمن مستشرق، جرمنی میں پیدا ہوا۔وہیں تعلیم حاصل کی۔قرآن کا خصوصی طور پر مطالعہ کیا۔کیل یونیورسٹی اور اسٹراس برگ میں پروفیسر رہا۔اس نے چار جلدوں میں ''تاریخ قرآن'' لکھی جو ۱۸۶۰ء میں شائع ہوئی۔۲۵؍دسمبر ۱۹۳۰ء کو کارل سروہے میں انتقال کیا۔علامہ شبلی نے سیرۃ النبی میں جابجا اس کے معاندانہ رویہ کی نشاندہی اور تردید کی ہے۔

○○○

[۲۶]

ڈاکٹر محمد سلیم (۱) کے نام

[۱]

تسلیم!

کارڈ پہنچا۔ آپ کی والدہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔ رقم نہ بھیجی ہو تو دفتر میں مولوی عبدالحیٔ صاحب کے نام بھیجئے۔ میں آج کل کلکتہ ہوں۔

شبلی

۲۶ رمئی ۱۹۱۰ء

(ماخذ: خطوط مشاہیر ص ۳۳)

تعلیقات و حواشی

(۱) ڈاکٹر محمد سلیم : نامور ادیب وانشا پرداز مولانا عبدالماجد دریابادی [۱۸۹۲-۱۹۷۷ء] کے چچازاد بھائی اور حقیقی بہنوئی تھے۔

○○○

[۶۷]

پرنسپل کیننگ کالج لکھنو(۱) کے نام

[۱]

مولوی عبدالماجد صاحب بی.اے کو میں ایک مدت سے جانتا ہوں۔ان کے علمی خصوصاً فلسفیانہ مضامین میں نے کثرت سے پڑھے ہیں۔مجھ کو جہاں تک معلوم ہے کہ ہندوستان میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو نہایت دقیق فلسفیانہ مسائل کو اس خوبی سے ادا کرسکتا ہو جس طرح عموماً مولوی عبدالماجد صاحب کے مضامین میں پائے جاتے ہیں۔

میں انگریزی نہیں جانتا،لیکن مصر وشام میں یورپ کا فلسفہ جس قدر عربی میں منتقل ہوا ہے سب میرے پیش نظر ہے۔میں بے تکلف کہہ سکتا ہوں کہ کسی عربی ترجمہ یا مستقل تصنیف میں بھی فلسفیانہ مسائل اس خوبی سے ادا نہیں کئے گئے ہیں۔

مولوی صاحب موصوف بالطبع فلاسفر ہیں،ان کا ذوق خالص علمی ذوق ہے۔وہ ہمہ وقت فلسفہ اور متعلقات فلسفہ کے مطالعہ میں مشغول رہتے ہیں اور یہ بالکل قطعی ہے کہ گو وہ فلسفہ میں ایم.اے نہیں ہیں لیکن کثیر التعداد ایم.اے سے بہتر ہیں،اگر وہ فلسفہ کے پروفیسر مقرر ہوں تو میں کالج کی خوش قسمتی سمجھوں گا۔

ان اوصاف کے علاوہ ان کے ذاتی اخلاق وعادات،متانت،سنجیدگی اور شرافت نسب کی بہتر سے بہتر شہادت دے سکتا ہوں۔

شبلی

۵/اپریل ۱۹۱۴ء

(ماخذ: مشاہیر کے خطوط ص ۲۵-۲۶)

تعلیقات و حواشی

(۱) کیننگ کالج لکھنو: یکم مئی ۱۸۶۴ء کو تعلقہ داران اودھ نے لارڈ کیننگ کی یاد میں اسے قائم کیا۔ امیرالدولہ پیلس میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ ۱۸۶۶ء میں یہ کالج بنا اور مختلف یونیورسٹیوں سے ملحق رہا۔ بعد ازاں تین کالجوں کنگ جارج میڈیکل کالج، ازابلہ تھوبرن کالج اور کیننگ کالج کو یکجا کر کے لکھنو یونیورسٹی کا نام دیا گیا۔

ooo

[۶۸]

ایڈیٹر علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ (۱) کے نام

[۱]

جناب ایڈیٹر صاحب!

اگر چہ ہم خاک نشینوں کو ملکی ارکان سے بہت کم واسطہ رہتا ہے، تاہم جب جو واقعہ عالم آشوب و جاں گداز ہوتا ہے وہ کسی کو بے اثر نہیں چھوڑتا۔ اس قحط الرجال میں جنرل عظیم الدین خاں مرحوم (۲) سے جو بہادرانہ اور ملکی قابلیتیں ظہور میں آئی تھیں، ان کے لحاظ سے ان کی عبرت انگیز موت عجیب افسوس ناک حادثہ ہے۔ مجھ کو اس مرحوم سے کسی قسم کا واسطہ نہ تھا لیکن ان کے مردانہ اوصاف اکثر سنے اور دیکھے تھے۔ اس خبر کے سننے سے نہایت قلق ہوا اور یقین ہو گیا کہ خدا ہی کو منظور ہے کہ ہماری قوم میں لائق لوگ نہ رہنے پائیں۔ اسی رنج اور قلق میں کچھ اشعار مرثیہ کے طور پر موزوں ہوئے وہ آپ کی خدمت میں مرسل ہیں۔ امید ہے کہ اخبار کے کسی گوشہ میں ان کو جگہ دیدی جائے۔

شبلی نعمانی

۱۷/اپریل ۱۸۹۱ء

[ماخذ: علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مورخہ ۱۸/مئی ۱۸۹۱ء۔ باقیات شبلی ص ۱۴۱-۱۴۲]

تعلیقات وحواشی

(۱) سرسیداحمد خاں کا جاری کردہ اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۔ پروفیسر اصغرعباس نے اس کے بارے میں اپنی کتاب سرسید کی صحافت میں وضاحت سے لکھا ہے۔

(۲) جنرل عظیم الدین خاں [شہادت:۱۸۹۱ء] مدارالمہام ریاست رام پور۔ مدرسہ عالیہ رام پور کی تنظیم نو انہیں کے ہاتھوں ہوئی۔ علامہ شبلی ان سے بے حد متاثر تھے۔ ان کی شہادت پر بڑا دلدوز مرثیہ لکھا تھا، جو علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۲۷/اپریل ۱۸۹۱ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ یہ مرثیہ ان کے دیوان میں شامل ہے۔ راقم کی مرتبہ کتاب ''علامہ شبلی کی تعزیتی تحریریں''، مطبوعہ دارالمصنّفین میں بھی شامل کیا گیا ہے۔

○○○

[۶۹]

ایڈیٹر وکیل امرت سر (۱) کے نام

[۱]

مکرمی!

اخبار وکیل میں مضمون جو سید محمود مرحوم (۲) کی تصنیفات کے ترجمہ کے متعلق چھپا ہے میں نے پڑھا۔ سید محمود صاحب کی خدمت میں مجھ کو ایک مدت مدید تک نیاز حاصل رہا ہے۔ ان کی کوئی تصنیف انگریزی یا کسی اور زبان میں بجز شرح قانون شہادت (۳) نہیں ہے۔ شفعہ پر انہوں نے ایک بسیط کتاب لکھنی چاہی تھی۔ بہت سا مواد فراہم ہو چکا تھا، کچھ اجزا چھپے بھی تھے، لیکن کتاب ناتمام رہی۔

مرحوم اخیر زندگی میں صرف اپنا سایہ ہو گئے تھے۔ اس عالم میں محض مشغلہ گفتگو کے طور پر وہ اپنی بہت سی تصنیفات کا ذکر کرتے تھے اور لوگوں کو ادھر ادھر کے دو چار صفحے دکھا دیا کرتے تھے۔ اس سے لوگوں کو دھوکہ ہوتا تھا۔

ان فرضی تصنیفوں کا انہوں نے صرف ایک ابتدائی خاکہ قائم کیا تھا اور دو چار صفحے لکھ بھی لئے تھے۔ باقی بے شبہ اگر ان کی کوئی تصنیف موجود ہوتی تو ترجمہ کے قابل ہوتی۔

شبلی

[نومبر ۱۹۰۴ء]

[وکیل امرت سر۔ ۱۳/ نومبر ۱۹۰۴ء]

تعلیقات و حواشی

(۱) وکیل امرت سر: ہفت روزہ اخبار ۱۸۹۵ء میں امرت سر سے مرزا حیرت دہلوی کی ادارت میں جاری ہوا۔ کچھ دنوں تک مولانا ابوالکلام آزاد بھی اس سے وابستہ رہے۔ وکیل اینڈ کمپنی نے متعدد مصنفین کی کتابیں اور کتابچے بھی شائع کئے۔ علامہ شبلی کی بھی متعدد کتابیں وکیل اینڈ کمپنی نے شائع کی ہیں۔

(۲) سرسید کے صاحبزادے سید محمود [۱۸۵۰-۱۹۰۳ء] جوالہ آباد ہائی کورٹ کے جج کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے تھے۔

(۳) سید محمود کی کتاب شرح قانون شہادت: شائع ہوچکی ہے۔

ooo

[۷۰]

ایڈیٹر اودھ اخبار(۱) کے نام

[۱]

جناب من!

ایک گمنام تحریر سر سید مرحوم کی راز داری کے متعلق آج کل کسی شریر نے شائع کی ہے اور نیچے 'ش۔ن' لکھ دیا ہے، جس سے لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ وہ میری تحریر ہے۔ وہ تحریر ہرگز میری نہیں ہے اور نہ مجھ کو مطلق اس کی خبر ہے۔ میں کوئی تحریر کبھی اس طرح پردہ میں رہ کر شائع نہیں کرتا۔ یہ کسی شریر کا کام ہے۔

شبلی نعمانی

[ماخذ: اودھ اخبار، ۲۴/اکتوبر ۱۹۱۰ء، علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۲۶/اکتوبر ۱۹۱۰ء، بحوالہ باقیات شبلی ص ۲۱۴]

---

[۲]

افشائے راز کی تحریر پر میں نے ''شریر'' کا لفظ اس لئے لکھ دیا تھا کہ قصداً مضمون کا پیرایہ ایسا ظاہر کیا گیا جس سے ہر شخص کو میری نسبت اشتباہ پیدا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ متعدد خطوط میرے پاس آئے اور ایک صاحب نے مجھ کو ذاتی تحریر میں گالیاں لکھیں۔

شبلی

۲۸/اکتوبر ۱۹۱۰ء

[ماخذ: علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۲/نومبر ۱۹۱۰ء، بحوالہ باقیات شبلی ص ۲۱۹]

تعلیقات وحواشی

(۱) اودھ اخبار: لکھنو سے جاری ہوا تھا۔ اسے آنجہانی منشی نول کشور مالک مطبع منشی نول کشور لکھنو نے جاری کیا تھا۔ اور وہی اس کے ایڈیٹر تھے۔ اس کا شمار اردو کے ممتاز اخباروں میں ہوتا تھا۔

○○○

[۷۱]

نامعلوم

[۱]

حامد کے مفرور ہونے کا قصہ تم نے پہلے سنا ہوگا، ۱۱/اپریل کو میرے پاس ان کا خط آیا کہ ''مجھ کو اب بھول جایئے''۔اس خط سے اس قدر پریشانی ہوئی کہ میں بالکل بدحواس ہوگیا۔ چار وقت تک کھانا نہ کھایا گیا اور ہر وقت رویا کرتا تھا۔

اسی اثنا میں شادی کی تاریخ آئی (۱)، لوگوں کو اصرار تھا کہ تاریخ نہیں ٹالنی چاہیے لیکن مجھ کو دل پر قابو نہ تھا، نہ جا سکا۔ ادھر مہمان وغیرہ آ چکے تھے اور اس وجہ سے ان لوگوں کی بہت سبکی ہوئی۔ وہاں سے سمیع آئے کہ اعظم گڑھ ہی میں نکاح ہو جائے۔ میں اس پر بھی راضی نہ ہوا۔ البتہ زیور اور کپڑا بھیج دیا کہ بعد طبیعت ٹھہرنے کے عقد ہو جائے گا۔

میاں حامد چند روز دربھنگہ میں رہ کر وہاں سے بھی کہیں چل دئے اور بالکل پتہ نہیں اور غالباً مہینوں پتہ نہ لگے۔

شبلی

۲۱/اپریل ۱۹۰۰ء

(ماخذ: حیات شبلی ص ۲۸۳-۲۸۴)

---

[۲]

جناب من!

بعض صاحبوں کا خیال ہے کہ ترکوں کی ہمدردی میں اگر قربانی کے بجائے قیمت دی گئی تو اس سے احتمال ہوگا کہ قربانی خود غیر ضروری ہے، لیکن یہ صحیح نہیں۔ شریعت میں فرائض کے درجات میں بھی ترتیب ہے اور وقتی ضرورتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ غزوۂ خندق میں جہاد میں مصروف ہونے کی وجہ سے آنحضرت (ﷺ) کی نماز عصر قضا ہوئی تو کیا یہ حجت ہوسکتی ہے کہ نماز کا قضا کرنا جائز ہے؟

ترکوں کی اعانت اس وقت فرض عین ہے۔ اس لئے اس خاص موقع اور ضرورت کے وقت اگر یہ فرض مقدم رکھا گیا تو اس سے آئندہ کے لئے کیا حجت ہوسکتی ہے؟ ۔قربانی شعائر اسلام ہے۔ مسلمان اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ نہ کوئی قوم ان کو اس پر مجبور کرسکتی ہے، نہ وہ اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی قوم کی پروا کرسکتے ہیں۔

امید کہ میرا خط اور صاحبان اخبار بھی اپنے پرچوں میں نقل کردیں۔

شبلی

۱۷ر نومبر ۱۹۱۲ء

[ماخذ: حیات شبلی ص ۵۶۰-۵۶۱]

---

[۳]

جناب من! سلام مسنون

نالۂ شبلی (۲) پہنچا۔ مشکور ہوں۔ افسوس ہے کہ اکثر جگہ غلطیاں رہ گئی ہیں۔

شبلی

۲۶ر جنوری ۱۹۱۴ء

[عطیہ: آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ]

تعلیقات و حواشی

(۱) علامہ شبلی کے دوسرے عقد نکاح کی تاریخ، جو حامد حسن نعمانی کی گم شدگی کی وجہ سے ٹل گئی۔

(۲) نالۂ شبلی: علامہ شبلی نعمانی کی تاریخی نظموں کا مجموعہ۔ جسے محمود عباسی نے مرتب کر کے علی گڑھ سے ۱۹۱۲ء میں شائع کیا تھا۔

(ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''آثار شبلی''، مطبوعہ دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ ۲۰۱۳ء)

یہ خط غالباً محمود عباسی ہی کے نام ہے مگر کسی اور ذرائع سے اس کی تصدیق نہیں ہو سکی اس لئے نامعلوم میں شامل کیا گیا ہے۔

ooo

کتابیات

کتابیات

کتب

- آثار شبلی، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء
- آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سو سال، امان اللہ خاں شروانی، آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ،۱۹۹۴ء
- آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، مولانا ابوالکلام آزاد، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۰۸
- اتالیق خطوط نویسی (حصہ دوم)۔ خواجہ حسن نظامی، درویش پریس دہلی ۱۹۱۶ء
- اردو ادب کی بازیافت، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ۱۹۸۸ء
- اردو میں خطوط نگاری کا ارتقاء، رشیدہ خاتون، ٹانڈہ، ۱۹۸۹ء
- اشاریہ معارف، جمشید احمد ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۲ء
- اشاریہ معارف، سہیل شفیق، قرطاس کراچی ۲۰۰۶ء
- اشاریہ مندرجات تہذیب الاخلاق۔ ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری۔ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ۔ ۱۹۸۷ء
- اقبال کامل۔ مولانا عبدالسلام ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۰۹ء
- اقبال یار جنگ علمی و سماجی خدمات۔ نواب سید تاج الدین، ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد،۱۹۷۰ء
- الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی، علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۴ء

- الفہرست ۔محمد سجاد مرزا بیگ، حیدرآباد،۱۹۲۳ء
- باقیات شبلی، مشتاق حسین، آزاد کتاب گھر دہلی،۱۹۶۴ء
- بزم رفتگاں، حصہ اول، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۰۷ء
- بزم رفتگاں، حصہ دوم، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، دارالمصنّفین اعظم گڑھ
- بیسویں صدی (نصف اول) کے اردو مصنّفین، سنجیدہ خاتون، قومی کونسل دہلی، ۲۰۱۰ء
- تاریخ التمدن الاسلامی جلد دوم، جرجی زیدان، مصر طبع سوم،۱۹۰۴ء
- تاریخ بندول، محمد رضی احمد چودھری، اعظم گڑھ
- تاریخ صحافت ۔امداد صابری، جدید پرنٹنگ پریس دہلی،۱۹۵۲
- تاریخ صحافت ۔امداد صابری، جدید پرنٹنگ پریس دہلی،۱۹۶۲
- تاریخ ندوۃ العلماء[حصہ اول دوم] محمد اسحاق جلیس ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ ۔۲۰۱۱ء
- تذکرہ علمائے اعظم گڑھ، حبیب الرحمٰن اعظمی، مرکز دعوت وتحقیق، دیوبند۲۰۱۲ء
- تذکرہ علمائے ہند، مترجمہ محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی،۱۹۶۱ء
- تذکرہ ماہ وسال، مالک رام، اردو اکادمی دہلی ۔۱۹۹۱ء
- حالی، مالک رام، ساہتیہ اکادمی، دہلی ۱۹۹۵ء
- تذکرہ مشاہیر کاکوری ۔حافظ محمد علی حیدر علوی، اصح المطابع لکھنو، ۱۹۲۷ء
- حیات شبلی، مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ ۔۲۰۰۸ء
- حیات عبدالحئی، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنو
- حیات مسیح، محمد مظفر حسین سلیمانی، نول کشور، لکھنو،۱۹۱۱ء
- حیدرآباد کی علمی فیض رسانی، سید داؤد اشرف، شگوفہ پبلی کیشنز حیدرآباد، ۲۰۰۹ء
- خدابخش کے احباب ومعاصرین، بدرالدین فریدی، پٹنہ،۲۰۱۲ء
- خطوط شبلی بنام آزاد، محمد حسنین، بہار اردو اکادمی، پٹنہ،۱۹۸۸ء

- خطوط شبلی بنام شروانی۔فیصل احمد ندوی، علی گڑھ، ۲۰۲۰ء
- خطوط مشاہیر، عبدالماجد دریابادی، نسیم بک ڈپو، لکھنو۔۱۹۶۹ء
- خطوط وقارالملک، مشتاق حسین، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۷۴ء
- خواتین دکن کی اردو خدمات۔نصیرالدین ہاشمی، رزاقی پریس حیدرآباد دکن، ۱۹۴۰ء
- خیام، مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ۔۲۰۰۸ء
- دارالمصنّفین کی تاریخی خدمات، محمد الیاس الاعظمی۔خدابخش پٹنہ، ۲۰۰۲ء
- ذکر رفتگاں، محمد ایوب واقف، قادری پریس اعظم گڑھ، ۱۹۸۶ء
- ذکر رفتگاں، محمد سلمان منصور پوری، مرادآباد، ۲۰۰۵ء
- ذکر فراہی۔ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، دائرہ حمیدیہ سرائے میر اعظم گڑھ، ۲۰۰۱ء
- رسائل طیبہ۔طیبہ بیگم بلگرامی، مرتبہ سکینہ بیگم، ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد، ۱۹۴۰ء
- رسائل عمادالملک، عمادالملک سید حسین بلگرامی، مطبوعہ عماد پریس حیدرآباد، ۱۹۲۱ء
- روداد ندوۃ العلما۔۱۹۰۱ء
- سرسید: جدید ذہن کے معمار۔پروفیسر سعود عالم قاسمی، شعبہ دینیات علی گڑھ، ۲۰۱۷ء
- سرسید کی صحافت۔پروفیسر اصغر عباس۔ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۱۲ء
- سیرت البشیر۔حافظ سید محمد نذیرالدین، حمیدیہ پریس دہلی، ۱۹۲۱ء
- شاہ معین الدین احمد ندوی، محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ، اعظم گڑھ، ۲۰۰۷
- شبلی سخنوروں کی نظر میں۔محمد الیاس الاعظمی۔ادبی دائرہ اعظم گڑھ۔۲۰۱۲ء
- شعرالعجم جلد چہارم۔علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۸ء
- صدر یار جنگ، شمس تبریز خاں، لکھنو، ۱۹۷۲ء
- عظمت رفتہ، ضیاءالدین برنی، ادارہ علم وفن کراچی، ۲۰۰۰ء
- علامہ شبلی کی تعزیتی تحریریں شبلی، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۷ء
- علامہ شبلی کے نام اہل علم کے خطوط، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۳ء

- علمی نقوش، پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی،۱۹۸۲ء
- فتاویٰ ارشادیہ، جلداول، مرتبہ مولانا عبدالغفار خاں رام پوری، خانقاہ عنایتیہ مجددیہ رامپور، طبع دوم ۱۹۹۷ء
- قوس حمزہ پوری ایک تعارف۔ ناوک حمزہ پوری، گیا بہار،۱۹۸۲ء
- کاروان رفتگاں، مولانا مجیب اللہ ندوی، مرتبہ محمد الیاس الاعظمی، اعظم گڑھ ۲۰۰۸ء
- کتابیات شبلی۔ محمد الیاس الاعظمی۔ ادبی دائرہ اعظم گڑھ ۲۰۱۱ء
- کلیات شبلی اردو۔ علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۲ء
- کلیات شبلی فارسی۔ علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۰۵ء
- کلیات مکاتیب اقبال، اول۔ سید مظفر حسین برنی۔ اردو اکادمی دہلی۔ ۱۹۹۱ء
- گاہے گاہے باز خواں، شعیب اعظمی، الکتاب انٹرنیشنل، دہلی، ۲۰۰۷ء
- گوہرین نامہ، محمد احسن اللہ خاں ثاقب، انوار المطابع لکھنو ۱۳۴۱ھ
- متاع رفتگاں۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، مرتبہ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء
- متعلقات شبلی۔ محمد الیاس الاعظمی۔ ادبی دائرہ اعظم گڑھ۔ طبع دوم، ۲۰۱۰ء
- مجالس حسنہ، فیصل احمد بھٹکلی ندوی، ادارہ احیاء علم ودعوت لکھنؤ، ۲۰۱۱ء
- مراسلات شبلی، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء
- مشرقی اتر پردیش میں مسلم روتار راجپوتوں کی ابتدائی تاریخ، محمد رضی چودھری، اعظم گڑھ، سنہ اشاعت درج نہیں۔
- معاصرین، عبدالماجد دریابادی، ادارہ انشائے ماجدی کلکتہ، ۱۹۷۹ء
- مقالات شروانی، حبیب الرحمٰن خاں شروانی، شروانی پرنٹنگ پریس، علی گڑھ۔ ۱۹۴۶ء
- مقالات یوم شبلی۔ حافظ نذر احمد، مسلم اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۶ء
- مکاتیب امیر مینائی۔ احسن اللہ خاں ثاقب، نسیم بک ڈپو لکھنو، ۱۹۶۴ء

- مکاتیب شبلی حصہ اول، مرتبہ سید سلیمان ندوی۔ دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۰ء
- مکاتیب شبلی حصہ دوم، مرتبہ سید سلیمان ندوی۔ دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۲ء
- مکاتیب واشعار مولانا عبدالسلام ندوی۔ کبیر احمد جائسی، عبدالسلام ندوی فاؤنڈیشن بمبئی، ۲۰۰٦ء
- مکتوبات مشاہیر، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ۱۹۹۹ء
- مکتوبات مشاہیر، مولوی لطیف احمد، لالہ رام نرائن لال، الہ آباد
- مکتوباتی ادب، شمس بدایونی، اپلائڈ بکس دہلی، ۲۰۱۰ء
- مولانا ابوالکلام آزاد خلیق انجم، اردو اکادمی دہلی، ۱۹۸٦ء
- مولانا فیض الحسن ادیب سہارنپوری، مولانا عتیق الرحمٰن اصلاحی، حافظ ابوبکر بک سیلر پھول پور اعظم گڑھ، ۱۹۹۷ء
- مولانا محمد علی جوہر بحیثیت تاریخ اور تاریخ ساز کے۔ پروفیسر محمد سرور، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور، ۱۹٦۲ء
- میری کہانی میری زبانی۔ سید ہمایوں مرزا، حیدرآباد دکن، ۱۹۳۹ء
- ناموران علی گڑھ، پہلا کارواں، فکر ونظر علی گڑھ، طبع سوم ۱۹۹۹ء
- نقوش شبلی۔ محمد الیاس الاعظمی۔ ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۲۰ء
- وفیات اہل قلم، منیر احمد سلیچ، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۸ء
- وفیات ماجدی، عبدالقوی دریابادی، ادارہ انشائے ماجدی، کلکتہ،۲۰۰۲ء
- یادرفتگاں، سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۹۳ء

رسائل

- ادیب علی گڑھ، ماہنامہ جولائی اگست ۱۹٦۳ء
- اردو، کراچی۔ ج ۸۹-۹۰، شمارہ ۱۴، سنہ ۲۰۱۳ء

- اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ا، ۱۹۷۰ء، شمارہ ۲، ۱۹۷۱ء
- العلم کراچی۔ جنوری ۱۹۵۲ء
- الموسی۔ حیدر آباد، ج ا شمارہ ا
- الندوہ لکھنو، ماہنامہ، ستمبر ۱۹۱۱ء، مدیر علامہ شبلی
- الوقت گورکھپور:
- اودھ اخبار۔ ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۱۰ء
- اورینٹل کالج میگزین لاہور، ج ۵۶: ا شمارہ ۲۲۴
- اولڈ بوائے علی گڑھ، فروری ۱۹۱۳ء
- پیسہ اخبار لاہور روزنامہ، ۲۳؍ اپریل ۱۹۱۴ء
- روزنامہ زمیندار لاہور: ۱۲؍ ستمبر ۱۹۱۳ء، ۲۷؍ اپریل ۱۹۱۴ء،
- سب رس، ماہنامہ، حیدر آباد: جنوری ۱۹۴۰ء
- صحیفہ لاہور: جنوری ۱۹۷۱ء
- صدق لکھنو (مختلف شمارے)
- علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ: ۲۷؍ اپریل ۱۸۹۱ء، ۱۸؍ مئی ۱۸۹۱ء، ۲۱ مئی ۱۸۹۲ء، ۱۰؍ مارچ ۱۸۹۳ء، ۲۵؍ اپریل ۱۹۰۳ء، ۲۶؍ اکتوبر ۱۹۱۰ء، ۲؍ نومبر ۱۹۱۰ء
- فکر و نظر علی گڑھ، ستمبر ۱۹۸۵ء
- کمال دہلی۔ جنوری ۱۹۱۲ء
- ماہنامہ لسان الصدق کلکتہ، ستمبر ۱۹۰۴ء
- ماہنامہ ماہ نو کراچی، اکتوبر ۱۹۶۷ء
- محمڈن نیشنل میگزین سیال کوٹ، اگست ۱۸۹۳ء
- معارف شبلی نمبر نومبر دسمبر ۱۹۱۴ء، مدیر پروفیسر اشتیاق احمد ظلی۔
- ماہنامہ معارف اعظم گڑھ: دسمبر ۱۹۱۸ء، اگست، ستمبر، دسمبر ۱۹۱۹ء، نومبر ۱۹۲۳ء، مئی

۱۹۳۰ء، دسمبر۱۹۴۲ء، جنوری ۱۹۵٦ء، ستمبر، نومبر۱۹۷۱ء، فروری ۱۹۹۹ء، اگست، ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۱ء، اپریل ۲۰۱۸ء،

- ماہنامہ معاصر پٹنہ ستمبر۱۹۴۲ء
- ماہنامہ ندیم گیا، اکتوبر ۱۹۴۰ء
- نقوش لاہور۔ خطوط نمبر حصہ اول اپریل مئی ۱۹٦۸ء
- نقوش لاہور۔ خطوط نمبر حصہ دوم
- نقوش لاہور۔ مکاتیب نمبر
- نقوش لاہور۔ شخصیات نمبر [اول ودوم]
- ماہنامہ نظام المشائخ دہلی، ج ۲، نمبر ۴
- مجلّہ نظامیہ حیدرآباد، ۱۹۴۰ء
- نیرنگ خیال لاہور، ماہنامہ۔ نومبر ۱۹۲۴ء
- وکیل امرت سر ۱۳/ نومبر ۱۹۰۴ء
- ہمدرد، دہلی۔ ۱۵/ جون ۲۰۱۳ء

○○○

اشاریہ

مکتوبات شبلی

(اضافہ شدہ)

مرتبہ

مولانا عرفات اعجاز اعظمی

اشخاص

○○○

کتب ورسائل

○○○

مقامات

○○○